

# عراقی شہر عراق

جلد ۳



ماہنامہ محترمہ اسماعیل پور دھن میں شہرنگ ڈائرکٹر تاج کمار بکڈ پو (پرائیوٹ لمیٹڈ) وارث نول کشور  
پریس بکڈ پو، لکھنؤ نے اودھ پبلشنگ ہاؤس لکھنؤ میں چھپوا کر شائع کیا



آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے  
ہیں مزید اس طرح کی شان دار،  
مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے  
ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

ایڈمن پیسل

عبداللہ عتیق : 03478848884

سدرہ طاہر : 03340120123

حسنین سیالوی : 03056406067



# فہرست

## مرثیہ و رباعیات و سلام میر انیس جلد سوم

صفحہ	مضمون	مرثیہ و رباعیات و سلام
۲	جب منزل مقصد پہ امامِ زمن آئے	مرثیہ
۱۳	کتے تھے اہیں ٹاٹ میں زر پائیں گے	رباعیات
۱۵	پھاڑا جو گریباں شبِ آفت کی سحر نے	مرثیہ
۲۴	بھرنی جبکہ عیاں ماہِ عسرا ہوتا ہے	سلام
۲۸	افسوس جہاں سے دوست کیا کیا نہ گئے	رباعی
۲۹	ہفتم کو ہوا بند جو پانی شہہ دیں پر	مرثیہ
۳۱	دل سیر ہے گداے جنابِ ابیتر کا	سلام
۳۲	لا دیب کہ منظر العجائب ہے علی	رباعی
۳۳	کیا پیش خدا صاحب تو قیر ہے زہرا	مرثیہ
۵۳	بھرنی صدقے ہوں اس درگاہ پر	سلام
۵۴	گلمائے مضامین کو کہاں بند کروں	رباعیات
۵۵	غل ہے اعدا میں کہ زینب کے پسر آتے ہیں	مرثیہ
۶۴	برتر ہے ملائک کا بشر سے پایا	رباعیات
۶۹	بنین اسے بھرنی قاسم کی وطن کیا جاسے	سلام
۷۱	دولت کوئی دنیا میں پسر سے نہیں بہتر	مرثیہ
۹۱	اسے مومنوار نے کے لئے جاتے ہیں اکبر	مرثیہ
۹۵	غم حسین میں رہ بھرنی ثواب یہ ہے	سلام
۹۶	مومنوار نے کو ہم شکل نبی جاتا ہے	مرثیہ
۱۰۶	حسین یوں ہوئے اسے بھرنی وطن سے جدا	سلام
۱۰۶	اکسیر کو دیکھا نہ طلا کو دیکھا	زبیدی
۱۰۷	غل آمد عباس کا ہے فوج ستم میں	مرثیہ
۱۱۸	بیزار علی کو مال و زر سے پایا	رباعیات



صفحہ	مضمون	مرثیہ درباغیات و سلام
۱۱۹	جب نوجواں پسر شہر دیں سے جدا ہوا	مرثیہ
۱۲۰	گروہ ہے اکیر خاکِ کربلا کے سامنے	سلام
۱۲۰	جس دم نزدیک وقت رحلت ہوگا	رباعی
۱۲۱	جب فوجِ خدا قتل ہوئی راہِ خدا میں	مرثیہ
۱۵۲	بالوں پہ غبارِ شیبِ ظاہر اب ہے	رباعیات
۱۵۳	رہبِ اللہاں ہوں مدحِ شہرِ خاص و عام میں	مرثیہ
۱۵۱	یارب کسی کا باغِ تنہا خزاں نہ ہو	مرثیہ
۱۸۶	بیکیسی کا سشہ کی چر چارہ گیا	سلام
۱۸۸	پتھر بھی حرارت سے پگھل جاتے تھے	رباعیات
۱۸۹	مومنو! خانہ زہرا پہ تباہی ہے آج	مرثیہ
۱۹۳	غمِ شہ کا جس نے بیاں کر دیا	سلام
۱۹۳	اندیشہ باطل سحر و شام کیا	رباعیات
۱۹۵	جب رو چکے حضرت علی اکبر سے پسر کو	مرثیہ
۲۰۵	سدا ہے فکرِ ترقی بسندہ بنیوں کو	سلام
۲۰۶	عریاں سرِ خاتونِ زمن ہے اب تک	رباعیات
۲۰۶	جب خیمے میں رخصت کو شہر بھر آئے	مرثیہ
۲۱۳	گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے	سلام
۲۱۴	راحت کیا حاسدوں سے حاصل ہوتی	رباعیات
۲۱۵	آج شپیئر پہ کیا عالم تنہائی ہے	مرثیہ
۲۲۱	اے سلامی ایوں ارم ہے کربلا کے سامنے	سلام
۲۲۲	دنیا میں نہ چین ایک ساعت دیکھا	رباعیات خاتمہ
۲۲۳	روئے سخن شنائے حسین شہید ہے	مرثیہ
۲۳۶	از مولوی محمد حامد علی صاحب	خاتمہ
۲۳۸	از منشی بالاک رام صاحب کٹر منصرم	تاریخ طبع



مِنْ قَالِ افْتِئَا بَيْنَنَا وَبَيْنَ اللَّهِ لِيُيَسِّرَ لَنَا الْيُسْرَى

و این کتاب است معنی و مبدء حصول حقايق از ادراک ابدی طاهرین بمجموعه فقره

یعنی

مرکز آموزش

جلد سوم

از کلام مذات انضمام سرآمد شیخ گوین نامی معراج نامی  
میر میر علی رضا امیس اعلی الله مقامه کفوی

ماہنامہ سحر مسماں پورہ میں پیشکش کے لئے کارکنوں پر (پرائیویٹ لیبز) ادارت کوئی کشور  
پرائس بکنڈ پر لکھنے والے اور پیشکش ہاؤس لکھنے میں چھپو اگر شائع کیا





جب منزل مقصد پہ امام زمین آئے	مرثیا	تھا شور کہ مرنے کو غریب الوطن آئے
جنگل میں عجب شان سے گل پرہن آئے		مر جھانے ہوئے دھوپ میں نازکٹن آئے
پھولوں سے زمیں بس گئی میدان ستم کی		آئے گی صحرا سے ہوا باغ ارم کی
دہرائے گلوں سے جو بھرا دشت کا دامن	۲	اڑے ہوئے جنگل کی بھی آنکھیں ہوئیں روشن
انبار خس و خاشاک بنا غیرت گلشن		ہر نخل تھا رشک شجر وادی این
عکس رخ سپہر کی ضرور تملک تھی		دریا کی ہر اک لہر میں بجلی کی چمک تھی
تھا فخر زمیں کو کہ خوشا بخت رہے جہاں	۳	میں جس کی طلبگار تھی آیا وہ شہنشاہ
کہتے تھے یہ ذرے بکھے روشن رکھے اللہ		تو نے ایسے چمکا دیا اسے غافل کے ماہ
لغش قدم پاک ہے سرتاج ہمارا		ہے چرخ چارم پہ دماغ آج ہمارا
آیا نظر اس فخر سلیمان کا جو دیدار	۴	ترخان ہوا سر پہ تصدیق ہوئے اک بار
نیلر کو خم ہو گئے سب دشت کے اشجار		جار و ب ہوا نے گئی جنگل کے خس و خار
جھک کر بادب پائے شہ عرش نشیں پر		بہرے نے کیا فرش زرد کا زمیں پر
آتر جو فرس سے وہ رہ حق کا فدائی	۵	سر بہری بستان ارم دشت نے پائی
وہ نہر وہ اشجار وہ سبزہ وہ ترائی		جنگل بھی ہوا پر عکاس آج اپنی بن آئی
رشک آتا تھا خورشید کو ذرے کی چمک پر		سحر کے پہاڑوں کی بھی چوٹی تھی ملک پر
آئی تھی یہ ہاتھ کی ندا چرخ سے ہر بار	۶	مدفن ترا ہو گا یہیں اسے سیتا برابر
پھٹ جائیں گے یاں بچھ سے ترے یاد و انصار		تینوں سے کئے گا چمن اسلمد مختار
دودن تو یس پیاس کی تکلیف سے گا		یہ ہے وہ زمیں جس پہ ترا خون بے مکار



۷	ترہیں گے یہیں تشنہ لبی سے ترے اطفال یاں ذبح کریں گے بکھے اسے قاطعہ کے لال	۷	شہروں سے یہیں ہو لے گا سینہ تراغرباں گھوڑوں سے یہیں لاش تری ہوئے گی پامال
	ارتہ ترا میدان شہادت میں بڑھے گا		سرتن سے اتر کر یہیں نیزے پہ چڑھے گا
۸	دریا کے کنارے سے ہوا سرد جو آئی خیچے کے لیے کوئی جاگ تھیں بھائی	۸	عبث اس دلاور سے کہا شہ نے کہ بھائی کی عرض بہادر نے کہ بہتر ہے ترائی
	لہر اتا ہے دلیاں کی فضا خوب ہی مولا!		شہروں کو ہوا نہر کی مرغوب ہے مولا!
۹	اترے گی جو یاں فوج شہنشاہ مجساری پٹہ مردہ بہت راہ کی گری سے ہیں غازی	۹	سیراب رہیں گے لب جو اشتر و تازی عادی ہیں کئی وقت طہارت کے نمازی
	منظور نظر طاقت اللہ ہے سب کو		دریا پہ او ترے گی بڑی چاہ ہے سب کو
۱۰	شہ نے کہا اچھا یہیں نیمہ کرو بر پا ہم چشمہ الطاف ہیں ہم دینض کے دریا	۱۰	منظور نہیں اپنے ہوا خواہوں کی ایذا مانع ہوں اگر اہل شقاوت تو کریں کیا
	آرام ہمارا انھیں منظور نہیں ہے		خیمہ وہ اٹھا دیو یں تو کچھ دور نہیں ہے
۱۱	تم بھی یہ خبر سن چکے ہو حسر کی ربانی درپے ہیں کہ مٹ جائے محمد کی نشانی	۱۱	سب کو فی و شای ہیں مرے دشمن جانی دیکھو گے کہ وہ لوگ نہ دیں گے مجھے پانی
	بے جرم و خطا قاتل اولاد علی ہیں		فوجیں مرا سر لینے کو شہروں سے چلی ہیں
۱۲	تھرا کے یہ کہنے لگے عبث اس دلاور جو حق کی طرف ہیں انھیں مر نیکا نہیں ڈر	۱۲	کیا تمھ سے کسی فوج کا یا سبط پمیر اس وقت بھیجیں گے جب آئیں گے شہر
	دشمن ہیں سرکائیں اب اس جاسے تو جائیں		شہروں کو ہشادے کوئی دریائے توجا نہیں
۱۳	فرما کے یہ فراشوں کو عبث اس پکار سے سب لوگ تھکے ماندے ہیں لشکر کے ہمارے	۱۳	ہاں نیموں کو برپا کرو دریا کے کنارے فراشوں نے بارادنتوں سے یہ سن کے اتارے
	ناگاہ نشان ظلم کے برپا نظر آئے		خیمہ ابھی کھلتا تھا کہ اعدا نظر آئے
۱۴	میدان سے سواروں نے یہ بڑھ بڑھ کے پکارا فوج آتی ہے جلدی کرو ساحل سے کنارہ	۱۴	تم کون ہو کیا کام ہے دریا پہ تمھارا ہو گا لب جو شام کے لشکر کا اتارا
	گھوڑوں سے زمیں یاں کی ہے گی کوئی دم کو		دولاکھ سواروں کی جگہ چاہیئے ہکو
۱۵	گرمی کی جو ایدا ہو تو جنگل کی ہوا کھاؤ اسباب کنارے کرو جتا لوں کو سر کاؤ	۱۵	اے کوثر یو نہر کے پانی پہ نہ لہراؤ ڈر ہے کیس گھوڑوں کی نہ پاؤں میں کچل جاؤ
	اکدم میں قدم یاں کیس دھرنانہ لے گا		صحرا میں بھی پھر تم کو اترنا نہ ملے گا



۱۶	کیا جتنے ہو یہودہ سخن منہ پہ ہمارے خوں کا ابھی منہ برسے گا دریا کے کنارے روباہوں کے دھمکانے سے صیغہ نہیں ڈرتے	۱۶	تھوانس کے تیغ و سپر اکبر یہ پکارے کھینچیں گے جو تیغیں اسد اللہ کے پیارے لاکھ آئیں کہ دو لاکھ کبھی ہم نہیں ڈرتے
۱۷	غیظ آگیا برہم ہوئے عباسی خوش اطوار ہاں ہاں کہہ کر آتے ہو خبردار خبردار شہزادے سے کچھ نہ سخن بے ادبی کے	۱۷	ہونے لگی اعدا میں اور اکبر میں جو تکرار جھپٹے صفت شیر یہ کہتے ہوئے اک بار دم میں نظر آئے گا نہ سرتن پہ کسی کے
۱۸	خوہیں ہوں کہ شکر ہو کسی سے ہیں کیا کام گرمی میں ترانی کو نہیں چھوڑتے ضرغام دریا یہ ہمارا ہے تمہارا نہیں ہرگز	۱۸	کیا ڈر ہیں آتی ہے تو آئے سپر شام دریا سے ہٹے گا نہ محل کا گل اندام بلک اپنی ہے غیروں کا اجارا نہیں ہرگز
۱۹	حاکم کا عمل ہے نہیں یاں بلک تمہاری فرمایا بہادر نے کہ غاصب ہے وہ ناری آقا مرے تمہارے ہیں مشکلی و تری کے	۱۹	وہ بولے کہ بے کار ہے تقریر یہ ساری صحر پہ بھی دریا پہ بھی حکم اس کا ہے جاری سب خلق ہے قبضہ میں شہنشاہ جری کے
۲۰	آساں نہیں شہر وں کا ترانی سے ہٹانا قبلے ابھی پکڑیں تو آلت جائے زامانا جس طرح آلت دیتے ہیں انگلی سے دتق کو	۲۰	کہتا ہوں میں دیکھو قدم آگے نہ بڑھانا جیدر کے پسر ہیں جس کی ماتم نے ہے جانا کردیں ابھی یوں زیرو زبر ہفت طبق کو
۲۱	گڑتا ہے لب نہر صیغہ مسلم اب تو شہروں نے بیس گاڑ دیے ہیں قدم اب تو ناشر یہ دریا کی ترانی نہ چھٹے گی	۲۱	بے تم کو ہٹائے نہیں یوں گے دم اب تو سر بھی جو کٹے گا تو نہ سرکیں گے ہم اب تو دم جسم میں جب تک ہے لڑائی نہ چھٹے گی
۲۲	دیکھیں تو بھلا آپ زبردست ہیں یا ہم قبلے میں یا قبضہ شمشیر شرر دم تھوانس یا شیر نے گردے کو پھر کے	۲۲	یتوں کو علم کر کے یہ کہنے لگے اظلم یہ سنتے ہی بکرا اسد اللہ کا صیغہ مسلم بڑھتے ہوئے دیکھا جو سواروں کو ادم کے
۲۳	ہاں ہاں مرے صفر مرے عاشق مرے پیارے راضی ہوں میں اوتریں وہی دریا کے کنارے راحت انھیں ہوئے ہیں تکلیف میں	۲۳	گھبرا کے ادھر سے شہر والا یہ پکارے تواری نہ کھینچو ابھی صدے میں تمہارے کچھ غم نہیں جلتی ہوئی ریتی یہ رہیں گے
۲۴	دیکھا کہ ہے غصہ میں بہادر کا عجب حال ابرو پہ شکن تیغ پہ کف غیظ سے رخ لال پھرے ہوئے جوں شیر ترانی میں کھڑے ہیں	۲۴	آج جو یہ فراتے ہوئے شاہ خوش اقبال رعشہ تن پر نور میں خورشید کے تماشال بل کھائے ہوئے دوش پہ کیسو تو پڑے ہیں



۲۵	غصے میں کچھ آنکھوں سے نہ دیتا تھا دکھائی لکھتے ہیں مرے سامنے لے لیں گے ترائی میں اب انھیں بے جان سے لے نہ پھرن گاہ	حضرت سے کہا آپ ٹھہر جاسیے بھائی اس وقت مناسب ہے انھیں چشمہ نائی بے تیغ کے گھاٹ بن کو اتارے نہ پھروں گاہ	
۲۶	بولے یہ برا در سے پٹ کر شہر ابرار کیا ٹنڈ جو ہٹا دیں تمھیں دریا سے ستمگار اللہ سزا دے گا انھیں بے ادبی کی	ہے دھیان کدھر ہر کرتے ہو کن لوگوں سے گفتار لو تھام لو غصے کو ہمیں کرتے ہو گر پیار رٹنا ہمیں لازم نہیں امت سے بنی کی	
۲۷	بیودہ نعیں بکتے ہیں جانے دو چلے آؤ اکو ارہ وطن ہوں مری غربت پر ترس کھاؤ دو چل کے تسلی نہیں مر جائے کی زینب	۲۷	سیدر کی قسم ہے تمھیں غصے سے نہ تفر آؤ عمل میں تڑپتی ہے سکینڈ اسے سمجھاؤ گھبرا کے عمارتی سے نکل آئے کی زینب
۲۸	ناگاہ صدا د خزر ہرا کی یہ آئی عباس کو بکھا کے ادھر لایے بھائی اکھدا میں کنوئیں نہرا گر پاس ہوئے	۲۸	بلوہ ہے مسافر پہ محل کی دروہائی ریتی پہ رہیں خاک میں مل جائے ترائی دریا کو لگے آگ جو جٹا س نہ ہوئے
۲۹	ہے یہ وہی دشت بلا ہے یہ وہی نہر ساحل پہ نہ آتروں گی میں کرتے ہو یہ کیا تہر پردیس میں تکلیف گوارہ کرو لوگو	۲۹	جس نہر کی شمشیر سے بدتر ہے ہراک لہر یہ چشمہ شیریں ہے غریبوں کے لیے نہر اس نہر کے پانی سے کنارہ کرو لوگو
۳۰	ماں آئے کی احسند کے سفینے بہ تباہی ہر سمت سے اٹلے چلے آتے ہیں سپاہی اردشن ہے کہ شیر چراغ سحری ہیں	۳۰	تقدیر لے بر باد ی سادات ہے چاہی ہے نہ بچے گا پسر شیرا کھی اماں بچھے اس دن کی خبر کے مری ہیں
۳۱	یہ کہہ کے لگی پٹنے سر زینب نا کام بکھانے سے حضرت کے اہی جب پہ شام ساحل پہ اتارا ہوا داں فوج نعیں کا	۳۱	ناموس محمد میں بپا ہو گیا کسرام بھائی کو یلے ساتھ پھرے شاہ خوش انجام یاں دھوپ میں برپا ہوا خیمہ شبہ دیں کا
۳۲	فریوٹھی پہ جو ناؤں کو بٹھایا حرم اترے افلاک شرافت کے ستارے بہم اترے گردوں نے رکھا خزانے چو کھٹ پہ جس کو	۳۲	بچے یلے ناموس امام اُمم اترے کس اوج سے کس شان سے وہ ذی حشم اترے دربانی کا عمدہ ملا جبریل ایس کو
۳۳	کیا نیمہ سردر کی بلندی کروں تخریر بتاب تھا نقش قدم حضرت شیر چمکا جو کلس اور بھی جلوہ نظر آیا	۳۳	رفعت میں دیا جاتا تھا جس سے غلبہ پر کوتی تھی زمیں اب ہے دو بالامری تو قیر خورشید کی دستار پہ طرہ نظر آیا



۳۳	تاریخ دوم کا تھا مرم کے یہ مذکور اشتریک ادھر جمع ہوا لشکر مقہور درپے ہوئے سب قتل امام الزلی کے	آفت میں پھنسے پھر تو شہر بیکس و مجبور روزِ نغم اعدا کو لڑائی ہوئی منظور دسویں کو گلے کٹنے لگے آل بنی کے
۳۵	قاسم کو ابھی رو نہ چکے تھے شہر ابرار دریا پہ چلے تھے کہ پکارے کئی خوشخوار اکندو یہ خبر فاطمہ زہرا کے پسرے	جو قتل ہوئے نہر پہ عباس علیہ السلام مارا گیا اکبر شہر مظلوم کا دلدار برجی کو نکالیں علی اکبر کے جگرے
۳۶	جس دم یہ سنا قتل ہوئے اکبر و بیجاہ نہ روئے نہ ماتم کیا بیٹے کا نہ کی آہ کچھ فرق نہ آیا سر و صبر و رضا میں	ہاتھوں سے جگر مقام کے پھرانے لگے شاہ نہ سے ہی نکلا کہ تو کلت علی اللہ اصغر کو بھی قربان کیا راہ خدا میں
۳۷	جب تین پہریں وہ چمن ہو گیا پامال کھینچے ہوئے تیغیں بڑھ آتے تھے بدافعال مانند علی غلط میں جب آتے تھے موہ	تہا ہوئے بس پھر کو شہنشاہ خوش اقبال تھا منتظر حکم خدا فاطمہ کا لال قبضے کی طرف دیکھ کے رہ جاتے تھے مولا
۳۸	جب زن میں مرقعہ ہوا ابر شہر دیں کا باقی تھا نہ عباس نہ اکبر شہر دیں کا کھائے تیر ظلم ہر اک سرور و اولے	دنیا سے سفر کر گیا شہر شہر دیں کا تھا شور کہ غربت میں لٹا گھر شہر دیں کا کیا تازہ چمن تھا جسے لٹا ہے خزاں نے
۳۹	یاں اب ہم تن چم ہوں سب عاشق شیر میداں میں او جالا ہے جہیں پر ہے یہ تنویر سجدے کے نشاں کی بھی جگہ سب چلی ہے	دکھلاتا ہوں سہیڈ شہر لولاک کی تصویر خاموش ہے غیرت سے چراغِ فلک پیر یہ اختر اقبال حسین ابن علی ہے
۴۰	گردوں کو ہلاتا ہے جلالِ شہر عالی گیسورِ رخ روشن پہ نہیں حسن سے خالی آرخ آئے رحمت ہے تو زلف ابر کرم ہے	ابروپے دشمن ہیں دو شمشیر ہلالی خورشید درخشاں پہ گھٹا چھائی ہے کالی دیکھو سحر عید و شب قدر بہم ہے
۴۱	کس حسن سے تابندہ ہے گیسو کا ہر اک تار خوشبو سے مسکتی ہے سر پاک پہ دستار سب خاطر سرور جو ریشاں کئی شب کے	ہے سنبلیلیاں انھیں حلقوں میں گرفتار بیجا نہیں پیچیدگی گیسو سے خمدار کاش بھی ہے بل کھائے ہوئے جوشِ غضب ہے
۴۲	آنکھوں سے ہر اک چل ہے یہ پلوں کا اشار ہے ابن علی فاطمہ کی آنکھوں کا تار دار اپنے بوا بر سوئے بے پیر چلیں گے	ہم بھی پئے خوریزی مردم ہیں صفت آرا کی جس نے ادھر اک نظر بد اسے مارا آنکھ اس کی نہ بچکے گی جو سوتیر چلیں گے



عارض ہیں عجب گل کہ ہیں لیل ملک و حور سوم	۴۳	موسکی کو عشق آجائے جو دیکھے کبھی یہ نور
سن پائے اگر جلوہ رخسار کا مدکور		سطور ہو پردے میں بجلی سر طور
مستاب تو تعبیر کے قابل بھی نہیں ہے		خورشید کعب پا کے متقابل بھی نہیں ہے
ہے چہرہ پر نور پہ بٹی کی عجب شان	۴۴	قرآن ہے رخ اور یہ الف اول قرآن
دم دیتے ہیں وہ اسہ جو ہیں صاحب بیان		اس جی نازک پہ اور آنکھوں پہ کرو دھیان
چھانے میں تین تب گل مضمون یہ ملے ہیں		اک شاخ پہ بادام کی دو پھول کھلے ہیں
رشتک لب عیسیٰ ہیں یہ اعجاز غالب	۴۵	مردے ابھی جی جاویں ملا دیں جو ذرا لب
کلتے تھے اسی لب سے رسواں دوسرے لب		اس لب کے لیے ساغر کوثر ہیں باب
گو پیاسے ہیں پر پانی کی پرواہ انہیں کیا ہے		تسبیح ہے تہلیل ہے اور شکر خدا ہے
ہے خزن اسرار الہی دہن پاک	۴۶	دیتے تھے اسی منہ میں زباں سید لولاک
دانتوں کی صفائی سے نخل انجم افلاک		انجام یہ ان دانتوں کے ہوتا ہے جگر پاک
خاق نے سنوارا جنہیں خود دست کرم سے		ٹوٹی وہ رشی موتیوں کی شکستہ ستم سے
حقاکہ زباں دایا ہمیں یہ زباں ہے	۴۷	قرآن کی طرح پاک و مطہر یہ زباں ہے
دریائے فصاحت کی شناور یہ زباں ہے		کوثر ہے دہن ماہی کوثر یہ زباں ہے
جز کلمہ حق اور کلاموں سے برکا ہے		شیریں سخن ہر گٹ ریشہ میں بھری ہے
برکت کلی عارض میں ہے جنت کے چمن کی	۴۸	خال رخ روشن میں ہے بوشک نعتی کی
لاٹے کا جگر داغ ہے سرخی سے دہن کی		فردوس میں جاتی ہے ملک سیب ذوق کی
ایب نظر سے اسے کیا خوف و خطر ہے		یہ نکل گلستان محمد کا ثمر ہے
چہرے پہ عجب حسن سے ہے ریش مخضب	۴۹	کیا قدرت حق ہے کہ ایدھوں تو اوہر شب
لیکن ہے شب و روز میں یہ جلوہ گری کب		کبے میں ہے خورشید شرف خور کریں سب
دو آئینے عظمت سے ہم آغوش ہوئے ہیں		رخسار غم شبہ میں سیہ پوش ہوئے ہیں
کانوں کی شناسنے کو سب ہوں ہم تن گوش	۵۰	کھولے ہوئے ہیں شوق میں گلہائے چمن گوش
رکتے ہیں عجب حسن کے سلطان زمن گوش		فرمان اتنی کے جو کرتے ہیں سخن گوش
یکان ہیں وہ جو شرف کون و مکان ہیں		آسرا رقی ان کانوں کے رہے میں نہاں ہیں
سردار بدن ہے شبہ جمہور کی گردن	۵۱	جھک جاتی ہے یاں شیخ سر طور کی گردن
دس حسن کی ہوگی نہ کسی عور کی گردن		گورا وہ صراحی سا گلا نور کی گردن
بچپن میں کر رہے چو ما تھا بچی نے		تلوار سے کاٹا اسی گردن کو شقی نے



سینہ ہے وہ کہہ کہ مکان جس میں ہے رب کا سب جانتے ہیں حکم ہے قرآن کے ادب کا انکھوں سے لگایا تھا جسے روح آمیں نے	۵۲	کیا نہ ہے مقابل ہو جو آئینہ صلب کا سر با تھوں سے چٹو کہ یہ نکتہ ہے غضب کا زانو اسی صوف پر دھرا شمر تھیں نے
شانے کی ہے صنو چو دھویں کے چاند سے وہ چند ہے دست بہ قبضہ جو ید اللہ کا فسر زہد تینوں کو نیا ہوں سے نکالا نہیں جاتا	۵۳	ہاتھ ایسے کشادہ جو سخاوت کے ہیں پا بند تھراتے ہیں وحشت سے جو امان تو مند بھالا کسی ظالم سے سنبھالا نہیں جاتا
نعرہ تھا کہ اسے شکر شام و عرب و روم کھانے سے بھی محروم ہوں بانی سے بھی محروم نوار علم کر کے جو شکر پہ جھکوں گا	۵۴	تم لاکھوں ہوا در بیکس و تنہا ہے یہ مظلوم پرا بن علی ہوں یہ تھیں خوب ہے معلوم جبریل بھی روکیں گے تو پیر میں نہ رکوں گا
ہے غیر اسی میں کہ کتار اکرو و شر سے بانی وہ کہ پیاسا ہوں میں جو میں پیر سے ایکس ہوں سوے دشت و جبل جانے دو جگر	۵۵	اب ہاتھ اٹھاؤ اسحق کے پسر سے لہذا رحم نہ ہو اس تشدد جگر سے کسے میں حرم لے کے نکل جانے دو جھک
نوارہن کو چمکا کے ستمگر یہ چکارے ہم کیا کریں مرتے ہو اگر پیاس کے مارے از ہرا کی ہو ظلم اسیری کے سے گی	۵۶	دشوار ہے جانا کیسے تابوت ہمارے یہ خشک گلا کاٹیں گے دریا کے کنارے زینب کے سر پاک پہ چادر نہ رہے گی
کی بے ادبوں نے جو باعلان یہ تقریر کس قبر سے دیکھا طرف شکر سے بے پیر غیرت سے یہ تھا غیظ شجاع ازلی کو	۵۷	سرتا بقدم کانپ گئے حضرت شہید بل آگیا ابرو پہ اگلنے لگی شمشیر جس طرح جلاں آیا تھا جبر میں علی کو
نعرہ کیا غاری نے کہ اے شکر ان ظلم وہ زخم لگا دل پہ کہ جس کا نہیں مرہم نہ پر مرے کرتے ہو سخن بے ادبی کے	۵۸	کہ یہ نہ تھا بجز خوریز سے کچھ کم چھینو گے رد اس کی جو ہے ثانی مریم بجور بگھتے ہو تو اسے کو نبی کے
ہے شرط کہ اس تیز زبانی کی سزا دوں انداز قیامت کے تلامظ کو دکھا دوں بکلی وہ گرے گی کہ بہت یاد کرو گے	۵۹	دورخ کے زبانی سے زبانون کو جلا دوں گیتی کو اُٹ دوں ابھی گردوں کو جلا دوں جلجاؤ گے زینب پہ جو پیدا کرو گے
کہہ کر یہ سخن کھینچ لی شمشیر شرافشاں ہر صنف پر گری کوئے کے برقی شرافشاں آقرباں ہوئے خون خوار دم تیغ دو دم پر	۶۰	پر توے ہو اسب و رقی خاک زرافشاں چھینٹوں سے ہوئی خون کی ہر اک سپرافشاں ہر جسم نے سر رکھ دیا حضرت کے قدم پر



جس صف پہ چمک کر گری گھسان کر آئی	۶۱	جمعیت اعدا کو پریشان کر آئی
شکر کے زرہ پوشوں کو بے جان کر آئی		چار آئینہ والوں کو بھی حیران کر آئی
انگلی وہ اجل بن کے جو شمیر کی صورت		ایک ایک کا منہ تکتا تھا تصویر کی صورت
ناگن سی گئی فوج کو رسا کر آئی	۶۲	جو جو تھے نہرا بغیں فی انثار کر آئی
ساحر کو فنا مست کو ہشیار کر آئی		جس مژدہ نے لی بل کی اُسے مار کر آئی
سر نہر تھی لاکھوں میں یہ اقباس تھا اسکا		تھا جسم بکودار و دہن لال تھا اسکا
لوگوں سے ہر ایک چشم کو بے نور کر آئی	۶۳	شعلوں سے ہر ایک جسم کو تیز کر آئی
گرمائے جو کافر بغیں کا فور کر آئی		نزدیک گئی جسم کے سر و زور کر آئی
پہلتی تھی سموم غضب اس فوج شعلی پر		کب آئی گئی کب نہ یہ لھکتا تھا کسی پر
جو بڑھتا تھا شمیر پہ کف فوج کے دل سے	۶۴	شانے کو قلم کر کے نکلتی تھی بنسل سے
سرور کوئی ہوتا تھا نہ اس برقی اجل سے		غل تھا کہ عجب پھول کھلے تیغ کے پھل سے
زخموں سے یہ تھارنگ یعنوں کے بدن کا		ہوتا تھا گماں ہر شجرت پہ چمن کا
گرتی تھی پیادے جو لہینوں پہ وہ شمیر	۶۵	یزے نہ اٹھاتے تھے سراپنا کسی تدبیر
دہشت سے کمالیں تھیں خمیدہ صفت پر		پردار تھے ہر چند پہ اڑ سکتے نہ تھے تیر
رو پوش جو ڈھالیں عقب پوش ہوتی تھیں		لواریں بھی جو ہر سے زور پوش ہوتی تھیں
ڈھالو نہ سواروں کی وہ مصاصم نہ ٹھہری	۶۶	بھلی سی میان سپر شام نہ ٹھہری
زیر زورہ جسم بد انجام نہ ٹھہری		اللہ ری روانی کہ نہ دام نہ ٹھہری
دریا کو بھی اس طرح کا چالاک دیکھا		ایسا کسی چھلی کو بھی تیراک نہ دیکھا
کاٹی بھی ڈھال اور کبھی شمیر کو کاٹا	۶۷	گہر خود سر نظام بے پیر کو کاٹا
پھر کر کبھی یزے کو کبھی تیر کو کاٹا		چلے کبھی کاٹا کبھی رہ گھر کو کاٹا
لڑنے سے خطا کاروں کے جی تھوٹ گئے تھے		فولادی کمانوں کے بھی دل ٹوٹ گئے تھے
چلتوں میں جو ناوک کوئی سف جوڑے نکلی	۶۸	فقرے یہ قیامت کے آدھر چھوڑے نکلی
سارے قدر اندازوں کے منہ موڑ کے نکلی		سرکٹ کے خون چاٹ کے دل توڑ کے نکلی
بہیم جو خطا میں ہو میں تاوک نکلنوں سے		ردین بھی ہوا ہو کیس چلا کے تنوں سے
شہزادین نظروں میں جھیں تول کے آئی	۶۹	اکدم میں وہیں مظلوموں کو رول کے آئی
غل ہونے لگایں ج میں جس غول کے آئی		نورگ مفاجات دہن کھول کے آئی
نوزیری کفار کا عمدہ ہے اسی کو		بے ذبح کیے اب یہ نہ چھوڑے کی کسی کو



۷۰	قبضہ یہ نہیں تاج میر فتح و ظفر ہے ناپوں کا نشان جادہ پھرا لے سقر ہے ایسے ہیں لہو دل کا وہ پتے ہیں بلا کے	۷۰	مشکل ہے پناہ اس سے کہ یہ موت کا گھر ہے بے بحر بھی چکر میں عجب طرح کا رہا ہے جو ہر نہیں یہ حرف ہیں سیفی کی دغا کے
۷۱	لشکر میں جدھر جاتی تھی بلی سی چمک کر گرتی تھی پک کر تو پھر اٹھتی تھی چمک کر عناشور کہ سر کے رہو بازو اس کی بڑی ہے	۷۱	پس جانے تھے مر جاتے تھے نامرد دہک کر کیا آفت دوران تھی کہ تھا چرخ کو چکر گئے ہیں جگر چال بے یاتسز پھری ہے
۷۲	یہ ضرب سختن سے اٹھائی نہیں جاتی بیب سے یہ بلا جان پہ آئی نہیں جاتی اکاٹا ہے رساوں کو فلک زبرد برہیں	۷۲	رستم سے بھی چوٹ اس کی بچائی نہیں جاتی خون پی گئی اور منہ کی صفائی نہیں جاتی جوانوں کو کھا جاتی ہے یہ ہم تو بشر ہیں
۷۳	ڈالا تھا عجب تھیلکہ بجلی کی چمک نے روکے تھے ادھر تین فلک ہر فلک نے غل تھا کہ نہ یہ صاعقہ روکے سے روکے گا	۷۳	ڈہا پنا تھا بدن ڈر کے پھل تھیں سمک نے کر سی کو سنبھالا تھا دھروج ملک نے اب صور سر آفیل کوئی دم میں پھٹکے گا
۷۴	چلتی تھی عجب رنگ سے شمیر قضا رنگ جہم خم کا جدارنگ تھا کس بنی کا جدارنگ تھا شور کہ چل پھر میں نئی جلوہ گری ہے	۷۴	برہا تھ میں دکھلاتی تھی اعدا کو ہزارنگ لب سرخ دہن صاف بدن گول ہزارنگ دیوا لونا سے تیغ نہ بکھو یہ پری ہے
۷۵	ہر طائر جاں کے لیے عیاد ہے یہ تیغ سفاکی میں بجلی کی بھی استاد ہے یہ تیغ مطلق نہیں فرق اس میں کچھ ادھر برقی اہل میں	۷۵	لاکھوں کو کیا ذبح وہ جلا دے یہ تیغ گردوں کو جلا دے وہ پر یزاد ہے یہ تیغ بروں سے یہ رہتی ہے سیماں کی بعل میں
۷۶	جس غول میں وہ تیغ دو دھاری نظر آئی آتش میں صدف شکر ناری نظر آئی وہ برق آرائی تھی جو ہر دم شرراپے	۷۶	اک جہول غول خاک پہ جاری نظر آئی سکون میں قیامت کئی باری نظر آئی جہڑل پس پشت چھپاتے تھے پر اپنے
۷۷	ہوتے تھے جدھر تبت شمشیر دوسرے دشائے کلائی سے مکر بند کمرے آگ آبیں تھی دم تن خاکی سے ہوتے	۷۷	سرد دھن سے تن روح سے چار آئینے برے ہاتھوں سے نشان تیغ سے پھل پھول سپرے تھا کاٹ غضب کا کہ عناصر بھی جدا تھے
۷۸	تلوار نے میدان سے جب اس فوج کو تالا خوں پونچھنے کو تیغ پہ دامن جو ہیں ڈالا تو قیر ملی قیغس امام ازلی سے	۷۸	گھوڑے کی عنان روک کے ٹھہرے شہر والا عزت ہوئی شمشیر دو پیکر کی دو بالا خلعت ہوا سر کار حسین ابن علی سے



گو یا ہوئی تیغ و دوزبان اسد اللہ	۷۹	رو کا بچے کیوں آپ لے کیا قصد ہے یا شاہ
فرمایا کہ اے محمد ابن شہر ذی جاہ		زخمی ہو جگر جس کا وہ کیا خاک رڑے آ
اس دم ہے قلع سبط رسول عربی کو		مردہ ہوا دیکھا نہیں ہم شکل نئی کو
دل روتا ہے برہمی سی کیلے میں کڑی ہے	۸۰	ایک ایک گھڑی ہم پہ قیامت کی گھڑی ہے
بے دفن ہے فرزند ہمدست یہ بڑی ہے		ہم جیتے ہیں اور دھوپ میں لاش اہلی پڑی ہے
جنت میں کہا ہو گا یہ سلطانِ زمین سے		مان باپ لے محروم رکھا گورد کفن سے
غم ہے کہ اسی وقت ہیں موت نہ آئی	۸۱	وہ مر گئے اور ہم نے بڑی دیر لگائی
منصف ہے کوئی کس کو دکھاؤں یہ لڑائی		جیتا نہیں عباس دلاور مرا بھائی
اٹوٹی ہے کمر آہ نکلتی ہے جگر سے		سیدھا ہوا جاتا نہیں رجز کے پسر سے
اور اس کے سوا پیاس کی شدت لے ہے مارا	۸۲	دودن کے ہے خائے سے ید اللہ کا پیارا
اس دھکے میں کیا تاب و توان نے بھی کنار		طاقت بھی نہ ہو جب تو کہاں جنگ کا پار
مسرت ہے کہ کٹ جائے گلایہ جفا سے		اتنا بھی لڑا میں تو فقط حکمِ خدا سے
اس تیغ قریب آیا ہے آبِ عصر کا ہنگام	۸۳	پھوڑے گا ناز اپنی نہ یہ بیکس و نا کام
سجدے میں جو ہوں ذبح تو آئے مجھے آرام		دل میں ہو یہی ذکر زبان پر ہو یہی نام
انکبیر کی سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ صدا ہو		رگ رگ سے مرے کئے توحید ادا ہو
تیغ دوزبان سے یہ ابھی کہتے تھے شیر	۸۴	جو لاکھ نہیں ٹوٹ پڑے دست بہ شمشیر
شہر نے کہا جافروں میں اسے شکر ہے پر		بان شوق سے مار دجے تیغ و تیر و تیر
یہ تین شب و روز کا پیاسا نہ لڑے گا		اب تم سے محمد کا نواسہ نہ لڑے گا
یہ سختی کر آگے سب برہمیوں والے	۸۵	تینوں سے کشا جسم بھی غوں کے بھانالے
چلنے لگے سینے پہ ستمگاریوں کے بھالے		دوڑے شہر لاکھ کیلچے کو بھٹالے
کھولا پنے فریاد جو سر بہت بنی سنے		تینوں میں سپر کر دیا سینے کو علی نے
بس منہ سے گوں صبر و رضا کے شہ ابرار	۸۶	جاری تھے زبان پر کلمے شکر کے ہر بار
خراتے تھے زخموں کی کچھ ایذا نہیں رہنار		بارانِ کرم ہے مجھے تیر دن کی یہ بوچھاڑ
ایک عالم انھیں زخموں کا جو شقاقِ اجل میں		تلواریں نہیں محفلِ شہادت کے یہ پھل ہیں
یارب تو غنی بندہ ہے اک بندہ محتاج	۸۷	تیری ہی عنایت سے ہوا خلق کا سرتاج
سر نذر کو دربار میں لایا ہے غلام آج		مقبول ہو یہ تو ہے رجبِ مسہ آج
ہنگامِ تردد ہے مدد کیجیو مولا		یہ تحفہ درویش نہ رو کیجیو مولا



۸۸	رکتا نہیں کچھ اور یہ کیسی کا مسافر اب تک میں تری راہ میں ہوں صابرو شاہ	اک جاں ہے سو قربان ہے اک سر ہو ہے حاضر بیکس پر کرم کیجیو مولادوم آخر
	ایکینے پر مرے زالو سے قاتل نہ گران ہو	خیر کے تلے نام تراورد زبان ہو
۸۹	واقت نہیں اس مرحلہ صعب سے شیر پیا سا جوں کئی روز سے میں بیکس و گھر	تھراتا ہے سینے میں دل اسے مالک تقدیر ان شیک رگوں پر کہیں رک جائے نہ شیر
	مخلط مرا ہونا قتل انداز ادب ہو	زایوں بشریت سے جو اسدم تو غضب ہو
۹۰	بچپن میں ہوا تنگ جو کرتے کا گریباں یارب وہ زبان تھا ہے نجر تراں	آقونکل آئے مرے روئے لکس آماں گو سحت ہے شکل پر کرے گا تو ای آساں
	یوں نجر قاتل کی چلے دھار گئے پر	نہ ملتا ہے جیسے کوئی غنوار گئے پر
۹۱	ای یہ ندا کان میں شاہ شہدا کے قد ہی ہیں ثنا خواں تری تسلیم و رضا کے	رحمت تجھے اسے بندہ مقبول خدا کے لے تاج شفاعت مری سرکار میں آ کے
	انگلیں نہو ہم تجھ کو بہت شاد کریں گے	زیر دم نجر تری امداد کریں گے
۹۲	اب دیر نہ کر اسے پسر نجر صادق مشتوق کو منظور ہے خوشنودی عاشق	جنت تری مشتاق ہے کوثر ترا شائق دیں گے تجھے جو جو کہ ہیں رستے ترے لائق
	تو دل سے خدا کرتا ہے سر راہ خدا میں	ہر یہ ترا مقبول ہے درگاہ خدا میں
۹۳	رہ معین اے فاطمہ کے نازدوں کے پاسے مقبول ہیں ناجی ہیں ترے چاہنے والے	امت ہے ترے نانا کی سب تیرے حوالے جنت کے گلستاں میں جسے چاہے بلا لے
	خاق نے غضب بھی کچھ بخشا ہے کرم بھی	دورخ بھی ترا خدا بھی کوثر بھی رحم بھی
۹۴	یہ مردہ جاں بخش جو اتف نے سسٹا یا کی عرض کر صدقے تری رحمت کے خدا یا	خوش ہو کے سخی نے سر تسلیم جھکا یا محتاج نے سب کچھ تری درگاہ سے پایا
	بندے کو سزا فراز کیا تو نے جہاں میں	رہے وہ بے جو کہ نہ تھے دہم دگماں میں
۹۵	کہتے تھے یہ گردن کو جھکا ئے شیر و لا سر لوک سناں نے طرف پشت نکالا	ناگاہ لگا قلب پہ اک ظلم کا بھکا لا گرنے لگے مولا تو فرشتوں نے سنبھالا
	پہو کچا یہ آدمی حکم خدا روح آیین کو	انٹے نہ کیس تھا م نے شیر سے زین کو
۹۶	مکتی تھیں تن شدہ پہ ادھر برہمچیان کاری اک نور کو گھیرے ہوئے تھے سیکڑوں ناری	مثل گل ترخوں سے قبا سرخ تھی ساری ہرنے پہ جھکا جاتا تھا وہ عاشق باری
	زخموں سے پگھلا تھا لہو دامن لاریں	دامن سے رکابوں پہ رکابوں سے زین لاریں



نکھائے تھے ملک خیمہ گردوں کی طنائیں پھوٹیں شہ بیکس کے جو قد یوں سے رکاحن	۹۷	معدے سے نوروتی تھیں تلواروں کی نائیں دوٹے دم اٹے ہوئے چہروں کی نقائیں
تھا شور کہ ناموس ہائیں نکل آئے		بارہ قمر اکبر ج سے باہر نکل آئے
غل ہائے سینا کا جو برپا ہوا اک بار ٹھٹھاکہ شانے پہ چلی نسل کی تلوار	۹۸	تھے کوٹے دیکھنے شکر شہ ابرار پہلو پہ تہر سر پہ لگا کر رگر انبار
از ہلکا پس تو سن چالاک پہ ترپا		کر کر کمر تاج علی خاک پہ ترپا
قتل میں جو کو تل نظر آیا فرس شاہ یو صاحبو ریتی پہ مگر افاطہ کا ماہ	۹۹	سر پیٹ کے چلانے لگی بنت یہ اللہ گھر صاحب عراج کا تاراج ہوا آہ
جلادوں کا زرع ہے امام ازلی پر		سب مل کے چلو لاش حسین ابن علی پر
آگے تو بڑھی بنت علی چاک گریباں بانو کے ادھر مادر قاسم بعد افغان	۱۰۰	پچھے چلی رہڑا کی بہو باسیر عریاں کھٹوم ادھر منہ پہ یکے بال پریشاں
پھر وہ تھے سے دھرے ہاتھ سیکند سر پیٹے ہاتھوں سے حرم رن میں جو آئے		توئی کو اتارے ہوئے تھی ساتھ سیکند
غش تھے شہ دیں ز گسی آنکھوں کو پھرائے	۱۰۱	دیکھی وہ قیامت کہ نہ اللہ دکھائے بیٹھا تھا یمن سینے کو زالو سے دبا لے
صدر تھا عجب زرع میں شاہ شہد پر		تو تھا پہاڑ آئینہ نور حسد پر
جب فرج کو ہاتھ اپنا بڑھا تا نفا ستمکار زالو پہ دھرے تھے سرش احمد مختار	۱۰۲	خبر سے پت جاتی تھی زہر اجگر افکار رو مال سے ڈھاپنے تھے گلا جسد درکار
کہتے تھے نہ کر ظلم امام ازلی پر		ہے خلق نبی علی حسین ابن علی پر
سر پیٹ کے زینب لے آدھر سے یہ پکارا کہ دیکھئے زندہ ہو اگر آب کا پیسا را	۱۰۳	بابا مرے بھائی کو بچا بیجے حسد ار آتی سے بہن دیکھنے دیدار تمہارا
اک دم کے لیے شمر شکار جو ہٹ جائے		یخستہ جگر دوڑ کے چھاتی سے پٹ جائے
فرما کے یہ آگے جو بڑھی زینب دل گیر چلا کے یہ جب روئے لگی دختر شہ پیر	۱۰۴	تلواریں لیے راہ میں حامل ہوئے بے پیر بابا مرا کچھ بس نہیں اب کیا کروں بے پیر
اموئی ہوں یتیم اشک بہانا نہیں ملتا		نزدیک ہیں آپ اور مجھے آنا نہیں ملتا
بابا کوک دل پہ گذرتی ہے تمہارے صدقے گئی جیتے ہو کہ دنیا سے سدھارے	۱۰۵	نکلی تو نہیں منہ سے زباں پیاس کے مایے آواز نہ دی ہم تھیں دو بار پکارے
یو وہ ہیں اب غم سے جگر پھٹتا ہے میرا		حضرت نے صدا دی کہ گھٹکتا ہے میرا



۱۰۶	رن سے یہ صدادی جو امام دوسرا نے اعداد کو گئی نکلے ہاتھوں سے بنانے	منہ پیت یا دغیر شاہ شہدائے میں کر دیا اس شمع امامت کو قصا نے
	مقتل میں سیکھنے کو یہ ساماں نظر آیا	نیز سے یہ سر سرور ذیشان نظر آیا
۱۰۷	پلائی کہ ہے ہے شبہ والا کا یہ سر ہے باتم کرو لوگو مرے شہد اکا یہ سر ہے	آلودہ خون دہر زہر اکا پاسر ہے سر کھول دو آماں مرے بابا کا یہ سر ہے
	میں ٹٹ گئی دنیا سے سفر کر گئے بابا	ہے ابھی کٹوا کے گلار گئے بابا
۱۰۸	ہے مرے بابا کا ہو کس نے بہا یا ہے مرے بچپن پہ ذرا رحم نہ کھایا	ہے بچے کس نے مرے عاشق سے پھرایا ہے مرے سر پر سے اٹھا باب کا سا یا
	یہ خشک گلا کوں سے خون خوار نے لانا	آئی یہ صدائے شیر ستار لے کاٹنا
۱۰۹	بابائیں ت کا تم اب جاؤ سیکھتے یاں روح پہ صدمہ ہے نہ چلاؤ سیکھتے	جلاد کھڑے ہیں نہ ادھر آؤ سیکھتے ہم جلد بلا لیں گے نہ جھبراؤ سیکھتے
	خرد دس سے سینے کو نہیں آئیں گے بی بی	یہ بھر کے دن جلد گذر جائیں گے بی بی
۱۱۰	سُن سُن کے بہ تغیر ہر سید ابرار مقتل سے پہلے جب تو صدائی پھر اکبار	سرد آفتوں سے پہلے سر ہم احمد مختار فوج آتی ہے زینب مری بیٹی سے خبر دار
	الحق مگر نہ وہ دینہ کو پہچانا	ظالم کے ہاتھوں سے سیکھتے کو پہچانا
۱۱۱	راہ میں تو نہیں تھکوں میں چہرہ نہ پہنے خاک خوش نیش بک جگر غم سے ہوا چاک	یاں لٹنے کی سید مظلوم کی پوشاک تھرا گئے صدمے سے کفن میں شہر لولاک
	بہری ہون سارو جی نہ کچھ فوج شقی کو	پاماں کیا لاش حسین ابن علی کو
	رہائی	
	اگتے تھے جس کو میں زہر پائیں گے یہ جو ہر مقصود تھا اس دم	اسباب شہ جن و بشر پائیں گے جب فاطمہ کے لال کا سر پائیں گے
	رباعی	
	شہ کہتے تھے عاشق الہی ہوں میں جی ہر کہ بچے دیکھ کو زینب شب قفس	ہستی سے عدم کی نعمت راہی ہوں میں واللہ چراغ صبح گاہی ہوں میں
	رباعی	
	کیا کہا نہ چرخ حافظ پہ کیا کیا اُترا جب جوش پہ آکے تھم گئی طبع انیس	پر نشہ نہ الفت عکس کا اُترا ثابت یہ ہوا کہ چڑھ کے دریا اُترا



پھاڑا جو گریباں شبِ آفت کی سحر نے پیادہ خورشید لگا نور سے بھرنے	مرثیہ ۱	پردہ میں چھپایا رخ روشن کو قمر نے گردوں سے سفر فوج کو اکب لگی کرنے
آباں جو رخ نیز افلاک ہوا تھا اظہار ہوئی خط شعاعی کی جو تنویر	۲	خودوں سے زرافشاں ورقِ خاک ہوا تھا روئے شب یلدا سے سیاہی ہوئی تعنیر
خورشید نے کی سورہ و الشمس کی تفسیر اچھیلا ہوا تھا نورِ بحر ارض و سما میں	۳	والفجر کی کرتا تھا تلاوت غلبہ پیر مہر وفت تھی سب خلق خدا یا وحسد امیں
خورشید کا وہ نور سحر کا وہ سپید اشجار پہ تھے زمزمہ لبیل سشید	۴	شرح جعل الشمس ضیاء تھی ہویدا سرخ وہ شفق کی آفتی چرخ سے پیدا
ارزہ جو قن خسر و خاور میں مگر تھا چمکا صفت شعلہ جو وہ میر جہان تاب	۵	سو ہر امامت پہ زوال آنے کا ڈر تھا جنم کی طرح یم کو اکب ہوئی بے آب
دہ سرد ہوا صبح کی وہ نور کا عالم دہ سبزہ مسد اپ پڑے گوہر شبنم	۶	اور دیدہ مردم سے سفر کرنے لگا خواب یروانے سے رخصت تھی چراغ سحر کی
انالے کی بوشنا میں صدا بھئی تو بجا تھی ہرے سے عیاں تھا غم سبب شہر لولاک	۷	اور زمزمے مرغان خوش انجاں کے وہ باہم اور صبح کی نوبت کی صدا آئی وہ ہر دم
اللہ سے ماتم کہ آڑا قی تھی زمیں خاک آوارہ پرندے تھے مکان خالی پڑے تھے	۸	وہ نوبت قتل پسر شیر خلد تھی سزائوں نے غم پر تھے جھکائے ہوئے افلاک
ہوئی جو گشتاں میں مباحا خاک آڑا قی تھی لبیل خوش لکھ گلوں کو یہ سنائی	۹	دریا کا بھی موجوں سے سرا سر تھا جگر چاک چوپائے چراگاہ سے منہ پھیرے کھڑے تھے
لبائی برود غنچہ کین لے کے چلے ہیں عالم میں تو آغاز ہوئی صبح غم ا بھام	۱۰	غنجوں کے دھڑکنے لگے دل شق ہوئی چھاتی گلزار محمد یہ خسراں آج ہے آتی
آرامتہ کرتا تھا ہراک خود سرد خود کام تھے لاف زماں بامدھے ہوئے تیغ و سپر کو	۱۱	کٹ جائیں گے وہ نخل جو پھوٹے نہ پھلے ہیں ہونے لگی میداں میں صفت آرا سپہ شام
پاسے تھے جو سادات کے خوں کے ستم آرا تھا نہر تلک پیک نظر کا نہ گوارا	۱۲	گرد و تیر و تیر و سناں غنچہ و صمصام قتل شہ مظلوم یہ کہتے تھے کمر کو
لکھا ہے کہ کثرت ہوئی یہ اہل جفا کی	۱۳	اور گو بختا تھا کھوڑوں سے بیداں وہ سارا جو چھپ گئی نظروں سے زمیں دشت بلا کی



آگے بڑھے آتے تھے سواروں کے رسالے	۱۰	ہٹکاتے ہوئے تئیں ہلاتے ہوئے بھالے
آبادہ جنگ ایک طرف برہمپوں والے		اک شہرہ انداز گمانوں کو سنھالے
تھے آگے بڑھے فوج کے ثابت قدموں کے		ہراتے تھے جوں بوج پھر یہ علموں کے
گستاخ کوئی دشمن دین لاف زنی سے	۱۱	اکبر کا جگر چھیدوں گا برہمی کی آبی سے
اڑتا ہے مجھے آج امام مدنی سے		پیاسے نہیں بچنے کے مری صفت شکنی سے
ابراہم کروں گا اسد اللہ کے گھر کو		لواروں سے کاٹوں گا ٹھڈ کے جگر کو
گستاخا کہاں قبضہ میں میسر کوئی بے پر	۱۲	یہ جہنم پر تیرے اور سینہ شبیر
گستاخ کوئی تیز زبان توں کے شمشیر		ہے تیرے مری تشنہ خون شہرہ دل گیر
فرزند نبی آج مرادار سے گا		بن بن کے ہو فاطمہ کا دودھ بے گا
تھے جمع آدم بھی درمولی پہ سوالی	۱۳	ما تھوں پہ نشاں سجدے کے چہرہ پہ بحالی
دل مہرے سحر شکم کینے سے خالی		یہاں علم تھا کیا زہد تھا کیا ہمت مالی
ہوتے تھے فدا نام پہ فرزند نبی کے		وہ عاشق صادق تھے حسین ابن علی کے
باندھے ہوئے عامے سروں پر وہ خوش طوار	۱۴	تھے شاہ کے قدموں پہ فدا ہونے کو تیار
نورانی عبادوں کے تلے جنگ کے ہتھیار		رخ غیرت خورشید جہیں مطلع انوار
فولاد کے سینے تھے تو شیروں کے جگر تھے		خود تیغ تھے اور سبھ پیمیری سپر تھے
وہ عابد و زاہد تھے وہ تھے مارچ کامل	۱۵	سند قبلہ ایماں کی طرف سوئے خدا دل
تبلیغ زباں سارے امامت کے فضائل		قرآن بھی تینیں بھی گلوں میں عقیں حامل
حق ان کا طرفدار تھا وہ جانب حق تھے		سب مصعب ناطق کے لیخص کے وفاق تھے
قلب ان کے تھے آئینہ ایماں کی طرح پاک	۱۶	دل نور کے تن نور کے اور نور کی پوشاک
خوش باطن و آگاہ دل و صاحب ادراک		خاک سپر خاٹے میں ان کی ملی خاک
روشن ہے کہ فرزند نبی نور خدا ہے		یہ خاک بھینس غزلوں کی خاک شفا ہے
قانع تھے مجاہد تھے شجاع ازلی تھے	۱۷	ہشام تھے اور مست نے حبیب منلی تھے
پرہیز شمع حرم لم یزلی تھے		خاک و دی تھے وہ دی تھے وہ دی تھے
پیدا نہ کیے، لکب تقدیر نے ویسے		دیکھے نہ ۱۶ اں بھر فلک پر نہ ویسے
جس جا پہ گرے سبھ پیمیر کا پسینہ	۱۸	رخوں اپنا گرا دیں یہ دہاں گر ہو تر سینہ
تیغ آئے جو سر پہ تو سپر کردین یہ سینہ		آتش میں گریں حکم جو دیں شاہ مدینہ
تنہا شہر منظوم کا مدفن نہیں چھوڑا		مرکز بھی تو شبیر کا داسا نہیں چھوڑا



۱۹	ایسے نہ عہد کو سہلے یار موافق یکتا یہ شجاعت ہیں و قادری میں صادق تھے زہد میں سلمان و ابوذر کے برابر	۱۹	داں ایک موافق تھا تو تھے ہیں منافق ایسے کسی معشوق نے پائے نہیں عاشق اور زور میں تھے مالک انہر کے برابر
۲۰	کہتا تھا کوئی بسو پیڑ کے تصدق شوہاں سے میں بخت دل شیر کے تصدق صابر انھیں کہتے ہیں یہ خاصان خدا میں	۲۰	عباس کے صدقے علی اکبر کے صدق بلے شیر بے دورورت اعفیر کے تصدق معلوم کے معلوم بھی راضی بہ رضا ہیں
۲۱	کہتا تھا کوئی وقت پھر ایسا نہ ملے گا ڈھونڈو مجھے جو دنیا میں تو کیا کیا نہ ملے گا کیا غم ہے اگر پانی سے ناکام رہیں گے	۲۱	یہ فوج یہ میدان یہ دریا نہ ملے گا برخا طے کے محل سا آقا نہ ملے گا اگر آج مرے حشر تک نام رہیں گے
۲۲	کہتا تھا کوئی دیکھو ذرا آنکھ آنکھ کر وہ حوریں ہیں ہاتھوں میں لیے پانی کے ساغر زہرا ہیں یہ سر کو لے جو کوڑ کے لیے ہیں	۲۲	وہ گلشن جنت ہے وہ ہے چشمہ کوثر وہ ہیں حسن بنر بنا اور وہ بنیر حیدر ہیں وہ جو ہاتھ کچھے ردھے ہیں
۲۳	یوسف سے حسینان شبہ تشہ حسین ہیں پروردہ آغوش شبہ عرش نشین ہیں دکھائے دم حوب انہر شیر خدا کے	۲۳	دریا نے شرافت کے وہ سب درتیں ہیں سردار ہیں ارار ہیں اور صاحب ہیں وہ ہر تھے ہر اک پنج میں شمشیر خدا کے
۲۴	ہمشکل عہد سا جواں حسن میں نایاب زیورگی طرح تن پہ سجے جنگ کا اسباب گوندھے ہوئے کیسور رخ زیا پر پڑے تھے	۲۴	خورشید کو آنکھ اس سے ملانے کی کہاں تاب رخسارہ انور پہ تصدق گل شاداب محبوب خدا جنگ پہ آبادہ کھڑے تھے
۲۵	خورشید سے چہرے پہ جو بل کھاتے تھے گیسو آئینہ کو نظارہ کا اس رخ پہ ہو کیا رو عارض کہتی ہوتے نہیں اس حسن و صفا کے	۲۵	بکلی سی جھک جاتی تھی میدان میں ہر سو چشم شہ خاور میں مہرے آتے ہیں آنسو کیا ایک سے دوتا آئینہ ہیں نور خدا کے
۲۶	یکتاے جہاں حضرت عباس سا صفدر شمیر و غا شیر خدا ثانی جعفر یوں پاس تھے ہم مشکل رسول عربی کے	۲۶	علی جس کے سراپا سے عیاں شوکت حیدر سفائے حرم زیب علم رستم شکر جس طرح علی ہونے تھے ہر ہائی کے
۲۷	شانے پہ عجب شان سے شکر کا نشان تھا نیچے سے نشان آیت رحمت کا عیاں تھا پر نور تھا پنجہ کف موٹئی سے ضیا میں	۲۷	جیسا تھا علم و یسا ہی ذی رتبہ جواں تھا اُس پر شجر طور کا ہر اک کو گل تھا بھی نکمت درد سے بھیرے کی ہوا میں



۲۸	اتھار بجے سید مسوم کا جسانی سہرہ رخ پر نور پہ شادی کا شاندار کچھ مرثیہ جوانی کا دہن کا نہ الم تھا	۲۸	وہ آہ آہم شباب اور وہ جوانی دو لٹا تھے یہ دور و زلے پایا نہ تھا پانی بر تشنگی سید مظلوم کا غم تھا
۲۹	کیا وہ بد بختوں و عہد گردن خسریہ کا ندھے پہ دھڑکے بچے کرتے تھے یہ تقریر رو کے ہیں کیا شکر سبے پر کی طاقت	۲۹	چھوٹی سی تو عمریں پہ بڑے صاحب تو قہر پہلے ہیں ہو دیں گے تشار میر شہیر دکھلائیں گے ہم فاطمہ کے شیر کی طاقت
۳۰	تھی سلم بکس کے یقیوں کی عجب شان فراتے تھے جب تک کہ یہ کوئی نہ ہوں بیجان سرا لکھ میں شمشیر سے کائیں گے عمرو کا	۳۰	منہ چاند سے شکل میر نہ چاک مرسان پھوٹیں گے دلوں کے نہ پھپھوے کسی عنوان لینا ہے ہیں آج عوض خون پر کا
۳۱	ڈیوڑھی پہ عزیز و رفقا میں تھی یہ تعزیر آنکھوں کے تلے پھر رہی تھی موت کی تصویر روئے تھے حرم شیر خدا کرتے تھے خدمت	۳۱	تھے خیمہ میں مصروف عبادت شہدائیر تسبیح زباں پر تھی کبھی اور کبھی تکیہ ہر سجدے میں امت کی دعا کرتے تھے خدمت
۳۲	نقارہ رزمی کے گفتار بجا نے حضرت کی بہن کے نہ رہے ہوش تھکانے سید اینوں کی علم سے محبت کل نئی تھی	۳۲	یاں سجدہ آخر کیا شاہ شہدائے بانو ملی گھر کے سکینے کو جھگانے داں طبل و غا بجتا تھا یاں سینہ زنی تھی
۳۳	عباس نے کی عرض یہ بادید با غمت اک بس اٹھے یہ سنتے ہی مصلے سے بڑے پاک کچھ اور نہیں رخت کس لا کے پنہادو	۳۳	سید اں میں صغیر با ندہ چکا تکر سفاک زینب سے کہا لاؤ بہن آخری پوشاک مظلوم برادر کو گفن لا کے پنہادو
۳۴	زینب نے کہا ہاتے یہ کیا کہتے ہو بھائی دامن میں نہ پھوڑوں گی عہد کی دہائی بھینا کو تر خاک چھپا لو گے تو جسانا	۳۴	غربت میں شادو گے مری ماں کی کمانی بچے نہ سہا جائے گا اندوہ جسدائی خیمہ میں مری قبر بنا لو گے تو جانا
۳۵	ہوں اہل وطن سے تمہیں لازم ہے مرا پاس صدقے گئی پردیس میں توڑو نہ مری آس انانا نہیں بابا نہیں مادر بھی نہیں ہے	۳۵	بھینا کی اسیرنی کا بھی کیا کچھ نہیں دسو اس پھر کس کی رکھوں آس ہوئی آپ سے جب پاس میرا تو کوئی اور برادر بھی نہیں ہے
۳۶	نانا کے بیٹے رو جھکی میں اسے مشہ عالم بابا کے تانا سے پہنچی میں پیشی بہ صد غم اب سارے بزرگوں میں تھا آپ کا دم ہے	۳۶	اماں کے لیے میں نے بچھائی صدف مام شہر کی شہادت بھی مرے حق میں ہوئی سم حضرت نے بھی پھوڑا جو بہن کو تو تم ہے



جس خواہر دل خستہ کا ہو ایک ہی بھائی	۳۷	اس طرح گوارا ہو بھلا اُس کی جدائی
کیوں آپ نے ڈیوڑھی پہ سواری ہے منگائی		میں لٹنے نہیں دینے کی نہ ہرا کی کسائی
اسرو دینے کو شکر میں نہ کفار کے جاؤ		جاتے ہو جو عمر نے تو مجھے مار کے جاؤ
حضرت نے کمارو کے بہن میں ترے قرباں	۳۸	جزیر کوئی بات مناسب نہیں اس آں
اماں کے غم و درد و مصیبت کا کرد و دھیاں		تقدیر کا لکھا نہ مٹے گا کسی عنواں
آگے ترے بجز مری گردن پر چلے گا		ناخیر نہ ہو دے گی نہ وہ دقت تلے گا
یہ سچ ہے مراد ارغ نہیں تم کو گوارا	۳۹	اور مجھ سے زیادہ بھیں کوئی نہیں پیارا
عاجز ہیں نہیں مرضی تقدیر سے چار ا		اس میں بھی بہن بس ہے ہمارا نہ مختار ا
بن بھائی کی ہو تو یہی مرضی خدا ہے		زینب تری قسمت میں مراد ارغ لکھا ہے
بھینا یہ ہے منظور خداے دو جہاں آج	۴۰	نیزے پر مرے سر کو ملے رتبہ معراج
تن خاک پہ ہوئے گھن و گور کا محتاج		سجاد خریں قید ہو گھر ہو مرا تارا ج
بلوے میں ترے سر کو میسر نہ روا ہو		تب مغفرت اُمت محبوب خدا ہو
جس وقت مرے خون کا محضر ہوا تیار	۴۱	اور بخشش اُمت کا بنی نے یکا اقرار
اُس نامے میں تھا درج یہ مضمون دل افکار		ناوس بنی ہو دیں گے آفت میں گرفتار
ابھوس ستم عابد مغموم بھی ہوگا		عرباں سر زینب و کلثوم بھی ہوگا
تقریب شہ تشنہ سے زینب ہوئی ناچار	۴۲	روتی گئی اور لائی لباس شہ ابرار
پوشاک پہن مشنہ سے جنگ کے ہتیار		سر رکھوئے ہوئے گرد تھے سب بغیرت گلزار
پرکٹ ہوئے دامن کو سیکڑے تو کھڑی تھی		بانو قدم شاہ پہ بیہوش پڑی کئی
حضرت نے کہا قدموں سے سر اُس کا اٹھا کر	۴۳	بس صبر کر اب صبر کر اے بانو تلے مضطر
دنیا میں کوئی دم کا ہے صباں علی اکبر		اب اپنے مسافر کو ذرا دیکھ لے دم بھر
اب خاک میں بانو ترا اقبال لے گا		بچھانے کی جو دنیا تو نہ یہ لال لے گا
تب بانو تلے یمنوں کے پکڑا تھ بعد یاں	۴۴	حضرت سے کہا دولت دنیا تو نہیں پاں
دوست یہی ہے اور یہی امید یہی آں		صدقے انھیں کرنے میں ہیں کچھ نہیں وسواں
میداں میں یہ حضرت کی بلائی کے میں گے		ہم نذر انھیں کرتے ہیں یہ سر نذر کئی
ان سب سے کہا شاہ نے با خاطر نا شاد	۴۵	میرے لیے ضائع نہ کرو دولت اولاد
کی بیبیوں نے عرض بصد نالہ و فریاد		زہرا کی تو بستی لے اور ہم رہیں آباد
یہ امر کسی طرح گوارا نہ کریں گے		ان پیاروں کو ہم آپ سے پیانا کریں گے



تب شہ نے ہن سے کہا اے خواہر غم خوار ہر پند بخل تو سمجھے کچھ نہیں د رکھار امنظور مجھے بت کہ اکیلا ہی مردوں میں	۴۶	یہ سب ہیں مرے ساتھ خدا ہونے کو تیار پر چاہیے اس فوج کا ہو کوئی علم دار اب جس کو گموا اس کو علم دار کروں میں
زینب نے کہا آپ امام دو جہاں میں جو جس کے مراتب میں وہ حضرت یہ عیاں ہیں ابا کے مرقع کے ورق سب جڑو گل ہیں	۴۷	ہر شخص کے مختار ہیں اور مرتبہ داں ہیں ان میں تو کوئی غیر نہیں سب دل و جاں ہیں گل گل کے بیوسے ہیں امداد بارگاہ کے گل ہیں
منگوا یا علم سن کے یہ شاہ شہدائے جس طرح کے ہوں رشتہ رشتہ میں دانے امید علمداری میں سب چھوٹے بڑے تھے	۴۸	صف بستہ برابر ہوئے سب تہ کے بھانے اک ایک لگا شاہ کو شان اپنی دکھانے جہاں بھی بیڑ بچا ہوا ہے وہ کو کھڑے تھے
جہاں کو حضرت نے کہا بسیار ملا کر فرمایا بسیار کہ ہو تختیں منصب جعفر کی عرض کہ خادم یہ یہ اطاعت و کرم ہے	۴۹	اور کاندھے پر رکھا علم شافع حشر اس غازی نے نیوٹھا دیا سرشہ کے قدم پر بولا کی غلامی کا شرت کیا سب کچھ کم ہے
اس وقت ہوئی خون و جگر کو عجب باس کی عرض علمدار ہوئے حضرت جعفر اس تخت جگر جعفر طیار تو ہم سکتے	۵۰	آنکھوں میں بھرے اشک گئے والد کے پاس کو تا ہی قسمت نے دیں کر دیا بے آس اس منصب والا کے سزاوار تو ہم تھے
بجائے الگ بیٹوں کو تب زینب ناچار آقا کی اطاعت تمہیں لازم ہے کہ تکرار احکام انہی میں کے دخل کی جاسے	۵۱	کہنے لگی یہ بات مناسب نہیں زینار داری ہیں امام دو جہاں مالک و مختار شیر وہ کرتے ہیں جو مرضی خدا ہے
زرغ میں ہے افواج ستم کے مرا بھائی پانی نہ علم داری تو غیرت تمہیں آئی ماں لکھی ہے اس بات کا علم چاہیے تم کو	۵۲	دور و ز سے ایک بوند نہیں پانی کی پانی تم پر تو مرے بھائی نے دولت ہے لسانی ماں کی نصیبت کا الم چاہیے تم کو
پس چپ رہو اس بات کوئی نہیں آگاہ دیکھو کسے رکھتی ہوں جو آزدہ ہوئے شاہ جب دہن کی دہائیں مجھے جب شاہ کرو گے	۵۳	منصب کے ہو طالب مجھے معلوم ہوا آہ تو دودھ نہ بخشوں گی نہ بخشوں گی میں والدہ خوش ہوں گی جو اہوں کی رفاقت میں مرے گے
فرزندوں کو بھائی تھی یہ زینب مضطر رو کر کہا اے سید کوئین کی خواہر خواہش ہے کہ چلے قدم شاہ پر سر دیں	۵۴	جو گر پڑے سلم کے پسر آ کے قدم پر مظلوم ہیں ہم باپ ہمارے نہیں سر پر کہہ دیجیے کہ شکر کا ہر اول ہمیں کر دیں



۵۵	ہے باپ کا حال آپ کو معلوم منقل ہم تو یہ نہیں کہتے کہ اوروں سے ہیں افضل	وہ شکر اسلام میں ہیں کشتہ اول ذی حق ہیں کہ ہوں فوج حسینؑ کے ہراول
	اس عہدہ کی امید میں بیتاب ہیں کبے	کر سکتے نہیں عرض کر یاں ادب سے
۵۶	زینبؑ انھیں لے آئی حضورؐ شہر ذی جاہ حضرت نے کہا ان کے میں مطلب سے ہوں آگاہ	شہ سے کہا کچھ عرض ہے ان دونوں کی یا شاہ یہ عہدہ تو اک شخص کو ہے دے چکا اللہ
	اکھل جائیگا تم پر بھی ابھی گرچہ نہاں ہے	شکر کا ہراول مرے اک اور جواں ہے
۵۷	بیٹوں سے بھی پیارے ہیں مجھے دونوں یہ دلبر عہدہ یہ انھیں کے لیے کرنا ہے مقرر	باپ ان کا رفاقت میں مرے ہو گیا بے سر پر مرضی مجھ میں کیا دخل ہے خواہر
	ہاں ایک طرح کشتہ اول بھی ہوں گے	سب میرے عزیزوں کے ہراول ہی ہوں گے
۵۸	تب زینبؑ بکس نے کہا اے شہر ذی جاہ یہ مرتبہ جس کا ہے یہ تو قیر ہے یہ چاہ	تم نام سے اس شخص کے ٹکڑے کر و آگاہ شکر کا کہے اپنے ہراول بے اللہ
	اشہ بولے ابھی دور ہے رول سے قریب ہی	بیدنیوں میں دست ہی پر صاحب ہیں بے
۵۹	عنان مرا ہو گا اسی فوج سے آ کر فردوس سے لینے کو اُسے آئیں گے حیدر	اور کھائے گا دعوت کے عوض نیزہ و جگر اور روئے گی اُس کے لیے زہرا مری مادر
	دے تو بھی دعائیں کہ وہ دینہ ار ہے زینبؑ	وہ تیرے برادر کا مددگار ہے زینبؑ
۶۰	یہ کہہ کے چلے سرور دیں پڑ گئے ماتم خیمے سے برآمد ہوئے شاہنشاہ عالم	دروازے ملک روتی گئیں بیبیاں باہم غم ہو گئے بحر کے کو رفیقان معظم
	اگر دانا جو دانا نبی سرور دیں نے	گھوڑے کی رکاب آن کے لی رواج میں لے
۶۱	اسوار ہوئے جبکہ شہنشاہ مجازی کس شان سے مرنے کو جاویں چلے غازی	راؤں تلے جوں برق تڑپے لگا نازی آگے تو امام دو جہاں پیچھے نازی
	اللہ سے اقبال و حتم فوج حسد کا	غل عرش پہ تھا صل علی صل علی کا
۶۲	اس شان سے پیداں میں جو پہونچے شہ ابرار ہر چند بہت کم تھے شہ دیں کے مددگار	معروف صف آرائی ہوا شہ کا علم دار پر شہرہ آفاق تھا سپہر پیدل اور اسوار
	طینت میں و فرائخ پہ شجاعت کے ارتھ	گنتی میں بہتے تھے مگر تاکہ پہور تھے
۶۳	فوج سپہر حسد سے ناگاہ چلے تیر بہ دیکھ کے رنگ رخسار ہو گیا تیغز	اسلام کے شکر میں ہوا نعرہ ہیکر دل سے کہا بتلا کہ میں اب کیا کروں تدبیر
	بے جرم و خطا ابن شہنشاہ بخت ہے	واللہ کہ حق سبیط ہیکر کی طرف ہے



۶۳	کھینچوں گا اگر فاطمہ کے لال پہ تلوار سرپیٹ کے رو دے گی جو رہزاجرا نکار	صورت سے مری شیر خدا ہوں گے ہزار نفرین کریں گے مجھے تب احمد مختار
	بیکس ہے سافر ہے گرفتار بلا ہے	سید کے ستارے میں بھلا فائدہ کیا ہے
۶۵	دو دن سے نبی زادوں نے پانی نہیں پایا محسن ہے مرا وہ اسد اللہ کا بسایا	تقصیر ہے میری کہ یہیں گھر کے لایا کس پیاس میں لشکر کو مرے پانی پلایا
	احسان کا عوض یہ ہے کہ احسان کریں گے	اک سر ہے تو شیر ہے نہ سر بان کریں گے
۶۶	دل لے کر ہٹا کر نری راست ہے تقریر اٹے حُر تو اگر آج ہو اسد یہ شیر	کچھ فاطمہ کے لال کی آہلا نہیں تقصیر دنیا میں بھی تو قیر ہے غفلی میں بھی تو قیر
	تاخیر کر اب گل خیر میں چل چل	جنت کا وہ رستہ ہے جہنم سے نکل چل
۶۷	غازی کو خوش آئی دل لگا ہ کی گفتار بہینز کیا اس پناک سیر کو اک بار	نعرہ کیا مردانہ کو یا حیدر کزار کھلا صفت برق صفیں چیر کے رہوار
	بائٹ کی عدا آئی کہ فردوس قریب ہے	دو لاکھ میں یہ ایک جواں صاحب ہیں ہی
۶۸	پونچ خردیں دار جو ماہین دو لشکر بیٹے سے کہا باندھ مرے ہاتھوں کو کس کر	کھڑے سے پیادہ ہوا اس دم وہ دلاور بحرم ہوں میں ہے عقدہ کشا سبط پیمبر
	رد لائیں ہاتھوں سے یہ سری ہی خطاب ہے	ان ہاتھوں کو تلواروں سے کاٹوں کو بجا ہی
۶۹	امجدت سے طاعت و کرم سید والا عباس سے فرمانے لگے دلبر زہرا	دھان کو جو ہیں آتے ہوئے دور سے دیکھا اے بھائی ہے دھان مراد سوپ میں آتا
	عزت سے یہاں حسد و فساد کو لاؤ	ساتے میں علم کے مرے گھوار کو لاؤ
۷۰	یہ سن کے بڑے حضرت عباس علم دار اگر نے کہا آپ ہیں گھوڑے پہ اسوار	خود بھی چلے لینے اوسے پیدل شہر ابرار فرمایا کہ پیارے یہ مناسب نہیں زینار
	زہرا مری مادر ہے بہادر کے جلو میں	پیدل چلے آتے ہیں علی حُر کے جلو میں
۷۱	اتنے میں قریب آگے پکارا وہ وفادار حاضر ہے یہ گمراہ یہ حاضر ہے سید کار	صدے ترے انصاف کے اے سید ابرار تقصیر مری بخش دے اے گل کے مدگار
	انوفض کا دریا ہے سخی ابنا سخی ہے	میں نے ترے دامن میں پناہ ان سخی ہی
۷۲	نادم ہوں میں تقصیر ہوئی اے شہذیباء برگشتی بہشت نے تھا کرد یا مگر آہ	لذت مرے جرم کو اب بھٹے شہ لا علم تھا مولائے کچھ علم نہ تھا آہ
	کیا جانتا تھا یہ معیت میں پڑیں گے	یہ لوگ لکھنے کے نواسے سے لڑیں گے



۷۳	میں لائق تعزیر ہوں جو چاہے سزا دو راستی ہوں میں آقا مجھے آتش میں جلا دو	۷۳	حاضر ہے یہ سرِ مجکورتہ تیغ بھسا دو سوئی مگر آفت سے جہنم کی بھسا دو
	بخشش کا مرے اب کوئی اسباب نہیں ہی		دوزخ میں نہ چلنے کی مجھے تاب نہیں ہی
۷۴	حسرت نے جو بھد مجھ پر یہ تقریر سنانا لی ہاتھ اس کھوکھوٹے تو نہ اچرخ سے آئی	۷۴	شرہ کہتے ہوئے دوزخ سے یہ کیا کہتے ہو بھائی یہ بندہ نوازی ہے یہ ہے عقدہ کشائی
	ایک اہل مروت پسر شاہ بخت ہے		اپنے کی غلامی تو دو عالم کا شرف ہے
۷۵	جب ہاتھ کھلے رکھ دیا سرِ حسرت نے قدم پر نمایا اُسے شاہ نے بھائی سے لگا کر	۷۵	کی عرض مجھے بکھو عنایام اسے شرہ صفدر پیارا ہے مجھے تو علی اکبر کے برابر
	ماں پیری ترے واسطے معروف دعا ہے		بگناہ تھا پیرا بتو بگالوں سے سوا ہے
۷۶	حسرت نے کہا صدقے یہ عنایام اسے شرہ ذی جاہ محبود سے رورو کے دعا کرنے لگے شاہ	۷۶	حق سے مری بخشش کی دعا کیجئے لبتہ اُس وقت صد آئی کہ اسے غافلہ کے ماہ
	انا جی ہے وہ فرزند بی نے جسے بخشا		تو نے جو اسے بخشا تو ہم نے اسے بخشا
۷۷	سب خلق کا اپنی بکھے ہم نے کیا مختار وہ دوست ہمارا ہے جو تیرا ہے مددگار	۷۷	ہے تیرے بھٹوں کے لیے خلد کا گلزار ہاں اک ترے دشمن کو نہ ہم بخشیں گے زہنار
	زندہ ہے جو حیرتی خست میں مرے گا		بخشیں گے اسے جس کی شعا سکت یہ کرے گا
۷۸	اس شرہ جاں بخش سے جب حرا آگاہ اور جوڑ کے ہاتھوں کو یہ کی عرض کہ یا شاہ	۷۸	پوسے کی باری قدم ابنِ ید اللہ اب اذن دغا دیکھے نہ جاؤں سوئے خدگاہ
	اس راہ سے دیا سے گزرنے کی ہوں ہے		جیسے کی بوس کچھ ہیں مرنے کی ہوں ہے
۷۹	شرہ نے کہا کیا جلد ہے منظور جسہ انی افسوس ہے کس وقت میں قسمت بکھے لانی	۷۹	جی بھ کے اسی تو مجھے در بجا ہیں بھائی کچھ نہ دہر آنے کی نیت نہیں پانی
	غربت زدہ ہوں بیکس و مظلوم و خریں ہوں		میں آج تو ہائی کے قابل بھی نہیں ہوں
۸۰	شرہ زندہ ترے نکم سے ہوں اسے حسرت و لا دور ہے ساتویں تار تیغ سے فائدہ مرے گھر پر	۸۰	اتنا نہیں کھن کر دوں پانی سے لب تر دم توڑتا ہے پاس سے گوارے میں اصغر
	راحت مجھے یہ ظلم کہ بانی نہیں دیتے		کھانے کا تو گناہ کر رہا پانی نہیں دیتے
۸۱	حسرت نے کہا بولی میں ترے جبر کے قرباں رہے کہ کیا آپ نے خور شدہ درخشاں	۸۱	دعوت ہے یہ ٹھوڑی کسی دولت ایماں ایک مور کو حضرت نے دیا تخت سیماں
	خوار تھا وہ ہو گیا گلزار کے قابل		وہ نور ہوا آج جو غما غار کے قابل



پیش کے آئے پھاتی سے روک مشہور اور	۸۲	فرمایا کہ ناچار ہوں جائے مرے غم خواہ
آداب بجالا کے پلا حشر و فادار		ملنے ہی بکارا وہ کہ اسے قوم شمشیر
ادب و ادنیٰ علت کا نئے نئے دوسرے		میں یہ ہوں لڑے شہ و الہ کی طرف سے
تھ کے بکار مسرور مسرور سنہ	۸۳	یہاں سحر حسن ابن علی چل گیا ہفتہ پر
یہ آج شہر ہر جگہ کہ جس کو		سردار کے دشمن کی طرف ہو گیا جانکر
سے مرے بار آگے حاکمیت لے لیں		کچھ پاس تک کا بھی گئے ہے کہ نہیں ہے
حس وقت شہ کا یہ خبر عالم حاکم	۸۴	نوا نے لاکھ ضبط کر کے گا تری املاک
ہر زن و فرزند کا ہو دے گا شکم چاک		کو خنے کی ریاست تری ہو جائے گی سب خاک
آپنے کا ترے نام دتھ لیں بھی رہے گا		دنیا میں کوئی فاتحہ خواں بھی نہ رہے گا
میں سیر میں سب کو تیری تو قیر	۸۵	فصحت ہے نہ منصب ہے نہ ہے دولت و جاگیر
خود نات شینہ و محاسن میں شیر		کس بات کا لہر ہے یہ نہ کون سی اندیر
دست بچھتی نہیں منصب میں ملتا		دہ دیں گے جھلا کا جھیں پانی نہیں ملتا
ن کرے سخن عیظ میں آج حشر غازی	۸۶	بولا پیر سہ سے یوں پھیڑ کے تازی
بجھے زب پست کی نہیں شہید ہ بازی		سو جاں سے میں ہوں بندہ سلطان مجازی
بس روک زباں کو گم آرا یہ خطا ہے		ساحرا سے کہتا ہے جو اعجاز نما ہے
کافر کے لیے گویا ریاں کو راؤں	۸۷	راہبر سے لوں فوج میں گمراہ کی آؤں
باطل کا طغیانوں ورس کو ٹاؤں		حاکم کو ہنساؤں میں عہد کو رواؤں
ایدین کی تک خوری کا تو پاس کرں		اور رخنہ کا نہ ہٹا کے نہ دواس کرں میں
ہر تہ اسعد و سل کا تک خواہ	۸۸	اور آن کے نواسے پہ ہے تو کھینچتا خواہ
سب آبد و نہک ترپ نہ ہڑا کا سنگار		دشمن پہ حرام آن کے ہے او ظالم غدار
میں فخر کا دوست ہوں تو دشمن دس ہے		اب تو ہی بتایا اس تک کس کو نہیں ہی
کچھ عالم فاس کی حقیقت نہیں دسوم	۸۹	حاکم تو ہے اللہ کہ سب جس کے ہیں محکوم
میں اس کا طغیان جو ہے عاشق قیوم		فرزند ہی نور حسد اظہار و معصوم
آہن کی منافق کی رفاقت نہیں جائز		ایمان پداری کی بھی حیات نہیں جائز
آؤ کی غلامی ہے مرے واسطے مسراج	۹۰	ما پو ش حسین ابن علی ہے مری سرتاج
تو ماد شہر خلق کو بستانا ہے محتاج		مٹی ہے ادھر رحمت مرد دس بریں آج
مکمل ہے کہ میں رہبر عالم تہجد ہوں		سو بار جوں مرے تو تلو مار خدا ہوں



تلواردوں سے مجروح ہوں یا تن پہ گھس تیر	۹۱	منہ سے یہی نکلے گا کہ یا حضرت شہید
الماک مری ضبط کرے حاکم بنہ		کہا غم ہے کہ جنت میں مجھے متی ہے جاگیر
کچھ آج زراعت کا نہ الماک کا غم ہے		ہاں فاطمہ کی کھیتی کے لئے کا الم ہے
جب فاطمہ کی بیٹیوں بہوؤں کے کھلیں سر	۹۲	کچھ غم نہیں ناوس مرے قید ہوئے گز
نوجہ مری قربان سر بانوس مضطر		کیا حضرت زینبؑ سے واسے مری خواہر
الکبیر مر اسب فاطمہ کے گھر پہ تصدق		فرزند مر اکبر و اصغر پہ تصدق
یہ کہہ کے دھنا لشکر و باہ میں وہ شیر	۹۳	بے سر ہوئے سردار زبردست ہوئے زیر
ہر سو تن بے سر کے جو اس بن میں ہوئے ڈھیر		جلا تے تھے کفار یہ بھلی ہے کہ شمشیر
اس حماقتہ کے سایہ سے جل جانے کا ڈسے		آب دم شمشیر میں آتش کا اثر ہے
جب نام علیؑ کے لگاتا تھا وہ تلوار	۹۴	دو کرتا تھا دشمن کو مع راکب و روار
جس شامی کو لٹکا رکھا آیا میں خبر و ار		وہ بھاگ گیا سامنے سے پھینک کے تلوار
آہن میں نہاں سامنے جو دشمن دیں تھا		سر اس کا کہیں خود کہیں جسم کہیں تھا
نزدیک جو تیغ آتی تو سرتن سے ہوا دور	۹۵	رن زندوں سے خالی تھا مگر نعشوں سے معمور
گھوڑوں کی نگاہوں میں جو گر پڑتے تھے مقہور		چار آئینہ ہو جاتے تھے شیشوں کی طرح چور
اغل تھا کہ بچے جاتے ہیں داس کی چمکے		تلوار نہیں بگلیاں گرتی ہیں نلک سے
پانی تھی بہا در نے عجب ہمت عالی	۹۶	لاشوں سے بھرا دشت صفیں ہو گئیں خالی
تلوار پڑی جس پہ نظر شیر نے ڈالی		برچی کا نشانہ تھا کہاں جس نے سبھا لی
خیزے کے ہلانے میں جو رسم سے نہ کم تھا		اک ہاتھ میں بس ہاتھ بھی نیزہ بھی قلم تھا
ہر ضرب میں چو رنگ تھے سو سو ستم ایجاد	۹۷	گتے تھے مع کاسے سر منظر فولاد
چار آئینوں میں بھی نہ رہے امن سے جلاد		تھی سیل قسا خانہ تن کر دیا برباد
غرب میں کسی سے نہ رکی فوج کے دل میں		آری جو نہ گت کے پھندا دام اجل میں
اس معرکہ میں شیخ بہادر کو ملا اورج	۹۸	ہر فرد کو اس صاحب ہمت نے کیا زوج
تھا قلمخوں ... جوش میں بڑوبی ہوئی تھی فوج		آتے تھے نظر دست بریدہ صفت لوج
انہوں میں جو بدن غرق تھے سید گروں کے		بتے تھے جہاؤں کی طرح خود سروں کے
پھینکے سواروں کے عقب پر پھیوں والے	۹۹	کھے جان بکانے کے کہا بداروں کو لالے
راہت تو سلامی تھے نگوں سار تھے بھالے		اتر تھیں صفیں و رہم و رہم تھے رسالے
اس شیر کو روکے یہ نہ طاقت تھی کسی کی		غل تھا کہ دوہانی ہے حسین ابن علیؑ کی



جس دم یہ صدا فائزہ کے لال کی آئی	۱۰۰	چلائے کہ بس روک لے تلوار کو بھائی
جونیک ہیں کرتے ہیں بروں سے نبی بھلائی		مظلومی بھی دکھلا کہ شجاعت بھی دکھائی
گو دشمنوں پر رحم کا دستور نہیں ہے		یران کی تباہی مجھے منظور نہیں ہے
یہ کرتے ہیں فریاد مرے اشک ہیں جاری	۱۰۱	است تو بے بیٹوں کے برابر بے پیاری
صلوں سے ترسے فوج پریشاں ہوئی ساری		اب ان کو نہ کر قتل جو غلط ہے ہمارے
بس پاپے بیدیں سزا اپنی جفا کی		رحم آتا ہے است ہے یہ مجھ کو بخیر اکی
مکھ پھیر کے حر سبب لاشی کو یہ پکارا	۱۰۲	اس رحم کے قربان ہو صمان بھارا
کچھ اور کچھ چا متا تھا وہ کہ قضا را		نیزہ کسی نے سینہ بے کینت پہ مارا
ازمنی جو بوا دل کو نہ غصہ اگیا زریں پر		یا تیر خدائے گرا روئے زمیں پر
بس کرتے ہی پڑنے کلی تلوار پہ تلوار	۱۰۳	رخون سے ہر اک لختہ بدن ہو گیا بھارا
چھلکا کر مولائے مجھے دکھلائے دیرار		یہ سن کے سرا سیمہ چلے سید ابرار
حر کے پتے بیابان ام دو جہان تھے		آنسو شہ مظلوم کی آنکھوں سے ڈالے
رتی پہ جو صمان کو تر پتا ہوا پایا	۱۰۴	آغوش میں لے کر اُسے چھاتی سے لگایا
رواں سے حیر کا غبار اس کے قطر ایا		قبلہ کی طرف زانو یہ سر رکھ کے لٹایا
رورو کے یہ فراتے تھے زانو کو ہلا کر		اس بھائی حسین آیا ہے تو چشم نو واکر
سن کر بہ صدا شاہ کی حر غش سے جو چونکا	۱۰۵	سرفاٹ کے لال کی آغوش میں دیکھا
آنکھیں قدم پاک پہ مل کر کسا سونے		کیا آپ کے صدقے سے لاسے مجھے رتبا
حسن کا ہے تا پہ فلک خور زمیں سے		لینے مجھے آئے ہیں علی غلدریں سے
فرمانے ہیں اس دم ملک الموت سے جیڈر	۱۰۶	بیکس مرے خیمہ کا یہ شخص ہے یاد ر
مکھ بوں اسی کے لیے ہیں قبر سے باہر		آسانی سے تو نیم کے روح اس کی جدا کر
راحت اسے ہو پٹے ہی تو راحت مجھے ہوگی		ایذا ہوئی اس کو نواذیت مجھے ہوگی
حوراں بستی ہیں جو ابر میں سکل	۱۰۷	کتنی ہیں کہ اسے حوسے فردوس بریں مل
غل بے ترار تہہ ہوا اب اور بھی افضل		بند آنکھیں کر اب فوج حسینی کے ہراول
محسن کو یسے گود میں چلائی ہے زہرا		سر پستی لاشے پہ ترے آتی ہے زہرا
دہ فاطمہ آئیں شہر خیمہ شکن آئے	۱۰۸	آپ آئے صفا آئے رسول زمین آئے
سب مشکلیں آسان ہوئیں بختیں آئے		سب کام مرے آپ کے صدقے سے بن گئے
اب روح سونے غلدریں جاتی ہو آقا		پچھتندی خادم کو چلی آتی ہے آقا



یہ کہہ کے رگ کھینچنے حراؤں کو اک بار کیا تھپہ ہے کچھ موت کی سختی مرے غمخوار	۱۰۹	گھبرا کے یہ فرمانے لگے سید ابراہار حرے کما یا شاہ یہ باعث نہیں زہنسا
غم یہ ہے کہ ہم بیت میں جروح یث ہیں یہ کہتے ہی اک موت کی بجلی آئے آئی		یاؤن کی طرف احمد تقار کھڑے ہیں
یون رو رو کے لاش اس کی شدہ دیش اٹھائی چلائے یہ لاش اس کی درخیمہ پہ لاکر	۱۱۰	آخر ہوا وہ سید بیکس کا مسدا آئی جس طرح کہ بھائی کے لیے روتا ہے بھائی
زیب درخیمہ پہ چلی آئی کھلے سر نئے والدہ اس کی ہے یہاں اور نہ خواہر	۱۱۱	اے بیپور و لو مرے مہان کو اگر شہ نے کما مارا گیا جینا مرا یا و ر
یہ کچھ پہ فدا ہوئی اپنوں کی طرح سے کہہ دے سیکھنے سے کہ سر کو کر و عریان		اب اس کی بہن آج سے تم اور میں برادر سب مل کے اے روؤ یگانوں کی طرح سے
بانوئے کہو آن کے روؤ بھدا افغان جو اس کے لیے ناز و فریاد کرے کھا	۱۱۲	کہہ بی سے کہو بال کرو اپنے یریتاں پر سا بٹھے دو قتل ہو اسے مہماں
خاتون قیامت کی صدا آئی یہ اک بار پیارا ہے مجھے وہ جسے شیر کرے پیار	۱۱۳	اللہ اسے حشر کے دن شاد کرے گا مارا گیا ہے ہر مرے بچے کا مددگار
اب لاش سے اس کی نہ جدا ہوئے کی زہرا سن کر یہ سخن شور ہوا روٹ کا اک بار		میں اسکی عزادار ہوں میں اس کی عزادار چالیسویں تک اس کی طرح رہنے کی زہرا
کر عرض شدہ دیں سے انیس بگر افگر کا صر بھی گوشش سے مجبور نہیں ہے	۱۱۴	ناموس محمد ہوت سب تر کے عزادار روٹے پہ بلا لوبٹھے پاسید ابراہار

## سلام

بجری چیکہ یں ماہ عزادار ہوتا ہے روئے داؤن کا بھی کیا رتبہ ہے بجان اللہ	۱	چرخ پر ماتم شاہ شہدا ہوتا ہی جن کے اشکون کا خریدار خدا ہوتا ہی
سر حرگو دین شدہ نے لین اللہ	۲	بگری جن جاتی ہے جب فضل خدا ہوتا ہی
کا پتی ہے کد انور محبوب اللہ	۳	قبر سے نانائے خیمہ حسدا ہوتا ہی
دیکھ کر شہ کو دم نزع ہو روئے عباس	۴	پیارے شاہ لگ گئے یہ کیا ہوتا ہی
یوں نعل ہوتے ہو پانی نہ ملا لوت ملا	۵	وہ کیا تم نے جو کچھ حق و وفا ہوتا ہی



۷	پھر دیں آنکھیں جو اصفہان نے پکاری باؤ	۷	دور و اسے پیو دیکھو تو یہ کیا ہوتا ہے
۸	برجیاں چلتی تھیں قاسم پر تو کستی تھی قفسا	۸	راٹا ہوتی ہے نبی قتل بنا ہوتا ہے
۹	دربیسوں کو ٹنگی رن میں تو زینب نے کہا	۹	لاشیں آتی ہیں اگر فضل خدا ہوتا ہے
۱۰	تم کرتا تھا کہ بیعت کا ہے بجا انکار	۱۰	جو ستم شہداء پر ہوتا ہے بجا ہوتا ہے
۱۱	شاہ سے اکبر نازی نے کہا جان بلی	۱۱	رحم میں چماتی ہے اب و دسوا ہوتا ہے
۱۲	شاہ رو دیتے تھے کستی تھی سیکھ جس دم	۱۲	پاس سے پیشہ میں دم اب تو خفا ہوتا ہے
۱۳	دیکھ تم شکل پیٹر کو یہ کہتے تھے مدد	۱۳	اس کے چہرے سے عیان نور خدا ہوتا ہے
۱۴	کستی مٹی خلق خدا دیکھ کے ماتد کو اسیر	۱۴	کیسے بیمار بھی رسی سے بندھا ہوتا ہے
۱۵	جنگ میں کہتے تھے ہنس ہنس کے ملک خوار حسین	۱۵	زخم کھانے میں بھی اک طرف مزا ہوتا ہے
۱۶	شاہ کو روٹی سیکھ تو یہ باؤ کستی	۱۶	سوت ہے باب سے بچہ جو جدا ہوتا ہے
۱۷	شہ کے بے ہوش ہوئے دیکھ کے زینب نے کہا	۱۷	صاحبو زینب یہ بھی ذکر خدا ہوتا ہے
قطعہ			
۱۸	مان لے عباس کی ام سلہ سے پوچھا	۱۸	تپ سے بچی کو افاقہ بھی ذرا ہوتا ہے
۱۹	بولی وہ غش میں پڑی رہتی ہے غش میں بھی نگر	۱۹	کبھی ماں کا کبھی بہنوں کا گلا ہوتا ہے
قطعہ			
۲۰	رن میں کہتے تھے لعینوں سے شہرتند دہن	۲۰	بند پانی جو کیا تم نے تو کیا ہوتا ہے
۲۱	یہ سب ننھ میں وہ ٹھوکی زبان کا ہے اثر	۲۱	شجر خشک پہ ٹھو کوں تو ہرا ہوتا ہے
۲۲	تا بہ چلم یہ صدا آتی تھی میدان میں آہ	۲۲	دیکھیں کب قید سے بجا دور ہوتا ہے
رباعی			
۲۳	افسوس جان سے دوست کیا کیا نہ گئے	۲۳	اس بار سے کیا کیا گل رعنا نہ گئے
	تھا کون سا محل جس نے دیکھی نہ تراں		وہ کون سے تھی تھیلے جو مر تھا نہ گئے
تمام خند			



ہنتم کو ہوا بند جو پانی شہر دینا پر	مرثیہ	پھل سے ترپے لگے مضموم زمیں پر
صدمہ تھا عجب باد شہر عرش نشیں پر		اک کوہ الم ٹوٹا پڑا جان حزیں پر
گہرگ سے لب خشک تھے سر زانو پہ خم تھا		پردیسوں کی فکر تھی اطفال کا غم تھا
فرماتے تھے بچے نہیں جینے کے ہمارے	۲	مرجائیں گے سب غنچہ دہن پیاس کے مارے
دستے ہیں ستم گاروں کے دریا کے کنارے		کس سے کہے فرزند علی کس کو بچا رہے
مختاری کو تر جہین خالق نے عطا کی		وہ پانی کو محتاج ہیں قدرت ہے خدا کی
صالحوں کی دعوت کا ہوا خوب سرا ختام	۳	قدغن ہے کہ پائے نہ کوئی پانی کا اک جام
ہر سمت سے ہے فوجوں کی آمد سحر و شام		منزل پہ بھی پایا نہ ٹھکے ماندوں نے آرام
بچے ستم ایجادوں کے ساحل پہ کھڑے ہیں		ٹھکی میں جو اترے وہ تباہی میں بڑے ہیں
یہ موسم گرما یہ تب و تاب یہ سدا ان	۴	یاد بمرے احوال کا بس تو ہے نگہبان
تقم پر تو ہے ظاہر کہ میں ہوں بے سروساں		افسردہ دل و فاقہ کس و مضطر و حیراں
ایسا نفع ہے اعدا کو مری دل شکنی میں		محتاج ہوں پانی کا غریب الوضی میں
بچے یے آیا ہے وطن سے یہ سافر	۵	بندے ہیں ترے ان کا تو ہے حافظ و ناظر
سروینے کو خادم ہے تری راہ میں حاضر		تو صبر عطا کر کہ نہ ترپوں و دم آخر
انجنگوں میں اس حلق پر چلتے ہوئے دیکھوں		زینب کو نہ چمکے سے بھٹکتے ہوئے دیکھوں
قاسم کے عوض بھگو لگے یسزہ و شمشیر	۶	عباس سلامت رہے بیدست و پیشتر
غنتی میں نہ دیکھوں ترے محبوب کی تصویر		آگے مرے اہل خرقہ کی نگروں پہ چلے تیسر
سب روئیں مجھے جب سفر خلد کروں میں		آباد انھیں چھوڑ کے دنیا میں مریں میں
یہ چاند کے ٹکڑے ہیں مرے کود کے پاسے	۷	بن پانی ترپے ہیں زبانوں کو نکالے
ان تازہ گلوں کی بجھے جالوں کے ہیں لالے		اولاد کے داغوں سے کیجئے کو بھالے
راہی ہوں میں جو مجھ پہ گذرنا ہو گذر جائے		بچہ مراد توڑ کے بچوے میں نہ مر جائے
کرتے تھے دعا سر کو بھلائے شہر عالم	۸	سیدانیوں میں رہنے کا غل ہونا تھا ہر دم
پلائی تھی اصغر کو بے بانو گئے پر غم		دوڑ وارسے تو مر اچھڑے ہو ابد دم
بن پانی سفر کرنا ہے اسی کے چمن سے		تھی سہی زبان اور حوٹوں پانی ہے دہا سے
یا جی پر بی ہے کہ جگتے نہیں اصغر	۹	اب دو وہ کی نماز بھی ملتے ہیں اصغر
ہے سہری صورت کو بھی تکتے نہیں اصغر		بوزگسی آنکھیں بھی جھپکتے نہیں اصغر
لے آئے کوئی اذن شہ جن و بشر سے		پانی کی گداہی کر سختی ہوں میں گھر سے



۱۰	تھے پیاس سے معصوم سرا سیمہ و منقلب پلاتے تھے یہ چھوٹے سے بانہوں کو اٹھا کر	۱۰	اب خشک تھے اور چاند سے منہ آنسوؤں سے تر پیاسوں پر کرم کبھی یا ساقی کو تر
	اب سب یہ عیاں آپ امام دو جہاں میں		پانی نہیں اور صبح سے ہم شند داں میں
۱۱	ساقی نے صفت کے قریں آتا تھا کوئی سوکھے ہوئے لب شاہ کو دکھلاتا تھا کوئی	۱۱	پانی میں نگوادو یہ چلاتا تھا کوئی بہر پیاسے میں یہ کہہ کے پٹ جاتا تھا کوئی
	پانی تو نہ تھا اشک بنا دیتے تھے حضرت		تھرا کے سر پاک جھکا دیتے تھے حضرت
۱۲	زینب کو عجب رنج تھے صفت نے دکھائے بسلاتی تھیں چھاتی سے سیکھنے کو رکھائے	۱۲	دھڑکا تھا کہ بچہ نہ کوئی ہاتھ سے جائے وہ کتنی تھی مرنی ہوں میں پانی کوئی لائے
	اب پیاس کی گری۔ تھے تاب نہیں رہی		یہ کیسی بے منزل کہ جہاں آتے نہیں ہے
۱۳	رہ پوسا کی نہیں رہ بچھ گودی سے گرا دو اک خوندرہی ہوئے تھمرے منہ میں پود دو	۱۳	صدوقی انصاف کا مری پیاسا بجھ دو خانی ہی کٹور امہے مونٹوں سے لگا دو
	پانی نہ ملے گا تو بھلے گی نہیں ہیں		اب کی بھٹس آیا تو سنبھلنے کی نہیں ہیں
۱۴	دن بھر اسی بے تابی میں بچاں نے گزارا صحرائے مصیبت میں ہولی ستام تھارا	۱۴	رویا کیا غلام کو نین کا پیسہ را گردوں سے کیا خسرو غاورد نے کنار را
	نوب کے فریضے کو ادا کرتے تھے شیر		روئے تھے اور آست کی دعا کرتے تھے شیر
۱۵	وہ شام غم انجام وہ صحرای سبیا ہی زینب کو یہ تھا سوچ کر کین ہوگا قس	۱۵	بچوں کا وہ رونا وہ غریبوں کی تباہی بربادی سادات سے بے دینوں نے چاہی
	لئے جنگ کا ساماں ہے نہ کچھ فوج ادھر ہے		نسلنے کا بھی و فتنہ کی سون کا بھی در ہے
۱۶	دل رندہ کے تھے تری دوست بلا سے شمعیں جی بھی جاتی تھیں بھل کی ہوا سے	۱۶	روئے تھے عزم نیلے میں بیٹھے ہوئے پیاسے جی ڈرتے تھے بچوں کے درندوں کی حد سے
	باقی کو کیسے لگا بیٹی تھی با لو		چھاتی تلے اٹھ کر کو چھپا بیٹی تھی با لو
۱۷	مہ ہوتی تھی جوں جوں شب و روز مصیبت وہ شب تھی غریبوں کے یہ صبح پیامت	۱۷	ہوتی تھی غزوں وشت پر آشوب کی دہشت ایدا کے سفر فاقہ کشی پیاس کی شدت
	بسلاتی تھی مائیں پر نہ چپ ہوئے تھے بچے		پلے ہوئے کھانے کے لیے روتے تھے بچے
۱۸	اتنا ہوا تھا ہر پہ واں شکر اظہر پانی کی نہ پروا تھی نہ کھانے کا انھیں غم	۱۸	اطراف سے فوجیں بھی جلی آتی تھیں پیسہ تھے فاقے سے اطفال نہنتاہ و وعالم
	لو جس تھیں او صحر سطیں شکر میں عرق کے		بھتے تھے ایدھبرے میں اودھراغ جگر کے



چوکی کے پیادے یہ صدا دیتے تھے برابر زخے میں رہے سخت دل اچھو مختار	۱۹	ہاں جا گئے رہیو کوئی سوئے نہ خبر دار غفلت کا نہیں وقت ذرا گھاٹ سے ہیشار
اس فوج کا پیا سا کوئی یاں آنے نہ پائے		یاں کا بھی ادھر نصیب کے کوئی جانے نہ پائے
اگر شیر دلاور کے پسر سے ہے لڑائی ان شیروں کے قابو میں نہ آجائے ترائی	۲۰	جس پر کبھی فتح کسی فوج نے پائی پانی انھیں پہونچا تو ہماری اجل آئی
آئادہ رہو جنگ خدا جانیے کب ہو		اگر ان پڑیا نہ رہے پیارے تو غضب ہو
پھرتے تھے اوھر گونجسام شہر ابرار کام سے پسر بر میں زرہ ہاتھ میں تلوار	۲۱	کچھ لوگ بے حفت جاسم علم دار فرماتے تھے ہاں غازیو ہر سمت سے ہیشار
حسرت میں یہ عجب بھی نہیں کعبہ سے کم ہے		سو بار صدق ہو کہ یہ خوفِ حرم ہے
مصرفِ عبادت تھا ید اللہ کا جاسایا نویاس سے پھر بالی سیکڑے کو عش آیا	۲۲	جو نیچے میں سید اینوں نے شور مچایا کچھرا کے علمدار کو حضرت نے بلایا
فرمایا کہ سنتے ہو یہ کیا شور ہے بھائی		بن پانی سیکڑے کو لب گور ہے بھائی
عباس نے کی عرض کہ اے مبتد اکرم پانی کا تو یہ قوط ہے گرمی کا یہ عالم	۲۳	پلی میں کیلے پر مرے ہر چھپان پیہم بچوں کا تو کیا ذکر جو انوں میں نہیں دم
دن پورا کٹا اب بھی جو پانی نہ پئیں گے		فرمائیے کس طرح سے معصوم جئیں گے
ہم قبلہ گوین کی مرضی سے ہیں ناچار سن پائے جو خادم ابھی حکم شہر ابرار	۲۴	کچھ نہر سے پانی کا تو لانا نہیں د شوار معلوم نہ ہوئے کہ کدھر تھے یہ ستم گار
انواروں کو چمکا کے جو لشکر یہ کریں گے		مر جائیں تو مر جائیں پہ خالی نہ پھر جائیں
گو فوج بہت کم ہے مگر سب شرفا ہیں یوں دیکھو تو مظلوم ہیں راضی برضا ہیں	۲۵	دیندار ہیں ابرار ہیں اور اہل و غایہ ہیں اور وقت جہاد آئے تو آفت ہیں بلا ہیں
دعویٰ ہے ہر اک کو کھزاروں سے لڑیں گے		یہ نہر ہے کیا آگ میں ہم کو د پڑیں گے
شرعے کا امت کا نہیں قتل کو ارا اس وقت مگر ہے مرے خالق کا اشار	۲۶	منظور ہمیں آپ ہے دریا سے کنار جاؤ کہ خدا حافظ و نا عہ ہے تھارا
جرات انھیں ورثہ ہے شہنشاہِ بخف سے		کیجیو نہ مگر سبقت جنگ اپنی طرف سے
یہ سن کے اٹھا تو زنگاہ اسد اللہ مشکیں لیے سب گرد تھے اور پنج میں وہ ماہ	۲۷	حضرت نے کیے ہیں سوار آپ کے ہمراہ فرمانے تھے نصرت کی دعا سید ذیجاہ
بھیجا تھا پہ بیتاب امام دو جہان تھے		آنسو شہ مظلوم کی آنکھوں سے رواں تھے

جاپو پنجا اودھ تین سو اوروں سے دھمکا	۲۸	سب دشت ہوا حشاکے پر تو سے منظور جو سوتے تھے وہ چونک پٹے سج بھکر
اگلی رات پر ثابت ہوا یہ شکر کیں پر		خوشہ ملک سے اتر آیا ہے زمیں پر
ناگہ بن حجاج عین آکے پکارا	۲۹	تم کون ہو یاں رات کو کیا کام تھا رات دریا کے کنارے سے کرو جلد کنارہ
نواروں سے کل کاٹیں گے شیر کے سر کو		پانی نہیں لٹنے کا محمد کے پسر کو
بولا یہ بلاں بھلی شاہ کا یاد ر	۳۰	اے شخص میں ہوں تیرا چچا زاد برادر اُس نے کہا میرا اب ہوا اے میرے دلاور
پیارا نہیں پانی تو ہمیں ادھر کی ہے		گر ہے تو عداوت ہے حسین ابن علی سے
اُس نے کہا کیا کتا ہے تو اودھم آرا	۳۱	اس پانی کا پینا مجھے کیونکر ہو گا رات افصال کو اب تشہی کا نہیں یار
اس ظلم سے بار آجوسا سا ہے بنی کا		یہ اور کوئی ہے کہ نو اسسا ہے بنی کا
یہ وہ عداوت کی بنی زاد سے کیا ہے	۳۲	ارہے گئے اُس نے گئے قتل کیا ہے جو اپنے گھر آئے یہ ستم اس پر روا ہے
جس کو نہیں لٹا اُسے لا دیتے ہیں پانی		پایا ہو تو کافر کو چلا دیتے ہیں پانی
کردل میں ذرا غور تو ہے قاری قرآن	۳۳	منوع ہے کیسا عمد آتش مسلمان سب خلق پر ہے جس کا پدر سابق الایمان
شیر علم تو ہے عالمی دین صاحب ایقان		ایمان کی دولت بھی اسی گھر سے ملی ہے
اہر شخص کو عزت بھی اسی گھر سے ملی ہے		
ظالم نے کہا یہ ہے جو تو کرتا ہے مذکور	۳۴	شیر کو میرا ب کریں یہ نہیں منظور وہ شیر پکارا کہ یہ میرا نہیں دستور
پانی کے لیے نہر پر سردیوں گے ہم بھی		میدان و غلا شوں سے بھر دیں گے ہم بھی
جس وقت کہ آپس میں زیادہ ہوئی تکرار	۳۵	اک شور ہوا دونوں طرف کھج گئی تلوار میں رٹا ہوں تم ڈال دو ہاں پانی میں ر ہوار
فرمانے لگے حضرت عباس علم دار		اک چلے میں دریا سے بھگا دیتا ہوں گوا
زور اسد اللہ دکھا دیتا ہوں ان کو		
یہ کہتے تھے جاس کہ اعدا کے چلے تیسرے	۳۶	حاذی نے کیا مثل علی غرہ کلب سیر گر کے ترائی میں تڑپنے لگے بے پیر
بھلی سی شب تار میں رخشاں ہوئی شیش		تیرا کیا ترائی میں یہ غل ہوتا تھا سب میں
جس غول میں جا پڑتے تھے تاریکی شب میں		



۳۷	خسرو ہوا تھا ابھی یاں سلا اول گھوڑو نہ اندھیرے میں گرے پڑتے تھے پیدل اڑتے ہوئے گردون پہ فرارے نظر آئے	۳۷	فوج ستم آرا میں آدھر ہو گئی ہل چل لاٹخ ہوئی جب تیغ تو روشن ہوا جنگل بکلی کہیں چکی کہیں تارے نظر آئے
۳۸	ہردم برش تیغ و دودم ہوتی تھی افزوں چھینٹوں سے ہمو کے سپرین ہو گئیں گلگوں ارتی پہ پٹان ہے کوئی جل جاتا ہے کوئی	۳۸	دربار کے قریب خون کا بہنے لگا جھوٹ چلاتے تھے اعدا یہ لڑائی ہے کہ شب غوں پارہ کی طرح اڑ کے نکل جاتا ہے کوئی
۳۹	رہوار چھلا وہ ہے کہ شہباز نظر ہے تکوار ہے یا مایہ دریا سے ظفر ہے اچھے ہیں نئے جنگ کے انداز جدا ہیں	۳۹	یزہ ہے کہ افسی ہے سناں ہے کہ شرر ہے خورشید کے پنجے میں سپر ہے کہ قمر ہے یہ صفت عباس ہیں یا شیر حسد ہیں
۴۰	جب شیر سا اڑتا ہے گھوڑے کو ڈپٹ کر جس غول پہ کر جاتا ہے اک وار بھٹ کر گریل کہیں سیل میں یہ کاٹ کہاں ہے	۴۰	ہو جاتی ہے سب فوج پر اکندہ سمٹ کر دس بیس کے سر خاک پہ گر پڑتے ہیں کٹ کر علوم نہیں ہم ہیں کہاں کھاٹ کہاں ہے
۴۱	ساحل سے کنارے ہوئے جب سارے ستمگار مشکیں بھریں اور جلد چلے پھیر کے رہوار ہو تو کتنا تھا شیر سے بھڑکتے تھے عباس	۴۱	دربار میں در آئے شہر مظلوم کے انصار تھا تیغ پہ کف سخت دل جڈر کر ار ان سب کو بچانے بھی تھے اور روتے تھے عباس
۴۲	فراتے تھے تم تک نہیں آسکتے ہیں بے پیر دو مشکیں تو تھیں دوش پہ اور ہاتھ میں شمشیر خود پیاسے تھے اور تشنہ دہان کی سپر تھے	۴۲	ہاتھ اس کا اڑا دوں کوئی چکی میں جو سے تیر نعرہ تھا کہ زد یک ہے اب خیمہ شہیر تہا خیمے گزین سواروں کی سپر تھے
۴۳	واں جنگ تھی بیتاب تھا یاں فاطمہ کا لال تھے جمع حرم دیورھی پہ سب کھوئے ہوئے بال اٹل ہوتا تھا میدان میں تو گھبراتے تھے شہیر	۴۳	ترافسوں سے ہوتا تھا رومال پہ رومال اور فاطمہ کی بیٹیاں تھیں مضطرب الحال ہرم نہ خیمے سے نکل آتے تھے شہیر
۴۴	ہاتھوں کو آٹھا کر یہ دعا کرتے تھے ہر دم بچے بیکس و بے پر کے نو ہے حال سے محرم وہ آئے تو پانی کے بھی پینے کا مزا ہے	۴۴	یا قادر و یا ناصر و یا خالق عالم عباس دلاور کی مدد کیجیو اس دم اس بھائی سے شیر کے پینے کا مزا ہے
۴۵	یارب ترے شیر کا یاد ہے تو یہ ہے مکرہ ہے تو یہ ہے مرا جعفر ہے تو یہ ہے طاقت ترے محبوب کو تھی تیرے دل سے	۴۵	عاشق ہے تو یہ ہے جو براور ہے تو یہ ہے گروچ ہے تو یہ ہے جو شکر ہے تو یہ ہے نوشہ ہے مرے جسم میں عباس علی سے

عباس کے بچوں کی یتیمی نہ دکھانا	۴۶	نام میں چچا کے دیکھنے کو ر لا نا
چھوٹی مری بھانجی کو رنڈا پے سے بچانا		دریا سے سلامت تو اسے پھیر کے لانا
اد کے ملے گا تو ٹھہر جانے کا شیر		بھیرے گا جو عباس تو مر جائیگا شیر
مٹی زد جو عباس سرا سیر و مضطر	۴۷	دھڑکا تھا کہ کیا دیکھوں دکھاتا ہے مقدر
تہادہ کہاں اور کہاں شام کا شکر		احد اسے لڑیں گے شب تار یک میں کیونکر
اثولیش ہے فرزند رسول دو سرا کو		یارب تو بچا لیجو سکینے کے چچا کو
ڈیوڑھی پہ کھڑا تپا سیر ساتی کو تر	۴۸	ناگاہ خبر دی یہ خبر ارسلے آ کر
دریا سے پھرے حضرت عباس دلاور		آپہوینے ہیں اردو دے معنی کے برابر
مشکیزے بھی راک ہیں تائید خدا سے		زخمی بھی نہیں ہے کوئی حضرت کی دعا کی
بس اتنے میں عباس آئے آواز سنائی	۴۹	چلائے شہ دیں کہ میں صدقے رب بھائی
درمیش ہے اب روح کو قالب سے جدائی		تم آئے نہیں جان تن زار میں آئی
اللہ نے بھیرا نہیں تیغوں کے تلے سے		جلد آ کے لیٹ جاؤ برادر کے گلے سے
عباس پکارے شہ کوین میں آیا	۵۰	اللہ مرے سر پہ رکھے آپ کا سایا
دریا کے کنارے سے لعینوں کو بھگایا		پانی بھی غلام آپ کے اقبال سے لایا
سب پیاسوں کو مردہ یہ شاد بچنے والا		غش ہوئے سکینے تو جگا دیتے مولا
مشکیں یہ اتنے میں دلاور نظر آئے	۵۱	خیمے کے فریں گھوڑوں سے نیچے اڑ آئے
قدو نہ جو آقا کے جھکانے وہ سر آئے		آنسو شہ مظلوم کی آنکھوں میں بھر آئے
انجام کی س عار ش باری کو خبر تھی		مشکوں پہ کبھی اور کبھی ہاتھو نہ نظر تھی
کانڈھے پہ جو عباس کے مشکیزہ کو دیکھا	۵۲	روئے گئے چلا کے شہ شربت و بطحا
ہم شکل پیچھے گئے کہا اسے شہ والا		روئے کی ب کیا وجہ یہ موقع ہے خوشی کا
اوس آئے عواں یاں کے شکست اہل و ناکو		لایا ہے خدا پھر کے عباس چچا کو
فرمایا ستر دیں نے ہیں اس کی خبر نہ	۵۳	یاں مسرکہ روز دم ہم پیش نظر ہے
بے وجہ نہیں روئے حیقن اشکوں سے تر ہے		کنا خوش ہوں کہ سودا رخ ہیں اور ایک جگر ہے
یاں بھائی سے بھائی کو جدا ہونا ہے مینا		ان ہاتھوں پہ کیا جاتے کیا ہونا ہو بٹا
وہ وقت مری آنکھوں تلے پھر سب اکسیر	۵۴	ب شک سکینے کی سدھاریں گے یہ سکر
پانی انھیں لانے نہیں دیوں گے سکر		ٹوٹے کی الم سے بکر سبط پیسیر
ہم خاک بسراں کی جدائی میں رہیں گے		شکلی کی گھر میں یہ ترانی میں رہیں گے



یہ کچلے عمار سے لینے مشہ خوش خوش فرماتے تھے میں صدقے ترے اے مرے مگر وہ	۵۵	چوے کبھی ہاتھ اور کبھی شانے کبھی بازو اس سینے سے آجاتی ہے بابا کی سبھے
روتا ہوں کہ یاد آتا ہے انجام تمہارا		سقائے حرم آج سے ہے نام تمہارا
مشکین یہ گھر میں پہرہ ظہر آیا کھٹوم گئے آغوش میں باقر کو آنکھ آیا	۵۶	زینب نے خوشی ہو کے سیکڑ کو جگایا بیٹوں کو عمار کی روجہ نے بلایا
امد کے رخ پاک کوٹنے لگے اصغر		جھوٹے میں خوشی ہو کے بکنے لگے اصغر
سب نے کہا چلے علی اصغر کو پلاؤ بالو نے کہا زینب مضطر کو پلاؤ	۵۷	شیر پکارے مری دختر کو پلاؤ زینب لے کر ہرے برادر کو پلاؤ
اسید حیات شہر ہے آس نہیں رہی		بھائی کی مصیبت میں مجھے پیاس نہیں رہی
فرمایا شہر دیں گے کہ اسے بیہوش آؤ پھر پانی نہیں ملنے کا نو پیاس بجھاؤ	۵۸	بچوں کو بھی لاؤ علی اصغر کو بھی لاؤ ان بعد حسین ابن علی پاؤ تو پاؤ
انقدر میں ہے خجرو کشیر کا پانی		یہ آخری ہے سمت شیر کا پانی
مردود ہوا پھر پیر ساقی کو خر شاداب ہوا گلشن اسلام مرا سر	۵۹	سب پیاسوں کو بھر بھر کے دینے پانی کے ساغر تب بھائی سے فرمانے لگے سبط ہیمبر
اسب پی چکے اونٹوں کی بھی پیاس بھادو		باتی ہے جو پانی اسے کھوڑوں کو پلاؤ
عباس نے کی عرض کہ اسے قبلہ عالم فرمایا کہ بھائی یہ مناسب نہیں اس دم	۶۰	بچوں کے لینے پانی کا رکھنا ہے مقدم مشہور ہیں دنیا میں سخی ابن سخی
اہم پانی ہیں وہ نہ ہیں شرم کی جاہی		جوان نہ پیاست رہیں بچوں کا خدا ہے
یہ سنتے ہی باہر گیا وہ عاشق باری وہ رات تو راحت سے غریبوں نے گداری	۶۱	مشکین جو بھری آئیں تھیں خالی ہوئیں ساری اشتم سے وہی پیاس تھی اور گر یہ ونداری
کھیرے تھے نہیں سبط رسول عربی کو	مطلع دھ	پھر پانی دھم تک نہ ملا آل نبی کو
جب رن میں نمایاں ہوئی صبح شب عاشور خورشید کی آمد سے ستارے ہوئے بے نور	۶۲	سب عالم ایجاد ہوا نور سے محور چہرہ دن سے ازارنگ رسوم صورت کا فور
اصحوم پھرتے تھے عدم کے سفری سے		پردانے تھے تھے مجمع سحری سے
جب پڑھ چکے شہر بعد فریضے کے عا میں چھاتی سے پھر اک بار سیکڑ کو نگاہیں	۶۳	فرمایا کہ رخصت کے لیے بیبیاں آئیں کچھ بانو سے کہہ دیوں تو سر دینے کو جائیں
بیہوشوں سے ملاقات کی فرصت نہ لیسکی		پھر حشر تلک بات کی دولت نہ لے گی

۶۴	بچے بیٹے وہ بیبیوں کا سامنے آنا وہ بڑا کا سر پائے مبارک پہ جھکانا	شیر کا ایک ایک کو چھاتی سے لگانا وہ شاد کا قہیں سر اکبر کی دلاتا
	رخ زرد تھا غریبان ہر اک بی بی کا بچہ	اتر کامر قہ شہر مظلوم کا گھر تھا
۶۵	روتے ہوئے مجھ سے برآمد ہوئے شیر پہلے سے نقابست تھی زبس پاؤں کی زنجیر	بٹی کہیں عش کھا کے ٹری اور کہیں ہمشیر تریا کیے اور آٹھ نہ کے ساہو و ل گیر
	چلاتے تھے سب نے ہیں بابائے پھر آیا	یار کو قسمت نے میا سے پھر آیا
۶۶	رکب پہ جگر بند محمد ہو ا ا سو ا ا وہ فوج حسینی وہ علم اور وہ علمدار	کس شوق ت گھوڑوں پہ بڑھے یاد و انھار خاتون قیامت کی صدرا آتی تھی ہر بار
	سکر کے خدا سرورینہ کاہ کے صدقے	اں تارون کے قربان اور اس ماہ کے کھٹے
۶۷	پہوچے جو وہ مردان و غادشت و غامیس سر گرم تھے سب الفت شاہ شہدائیں	تھا غلط صلی علی ارض و سما میں ثابت تھے دلیروں کے قدم راہ خدا میں
	کہتے تھے کہ آقا کی یہ تائید کا دن ہے	کوائے بنس بنس کے گلے عبد کا دن ہی
۶۸	یہ روز بزرگ ہے سعادت ہے یہ مرنا ہاں غازیوں اس کثرت اعدا سے نہ ڈرنا	سجدے میں تہ تیغ سر اس جنگ میں دھرنا ہرزخم پہ دم الفت شیر کا بھڑنا
	گھوڑوں کی غنائوں کو غنائوں سے ملا دو	تینوں سے گلے سینے سنانوں سے ملا دو
۶۹	افضل ہے عبادت سے مدد گاری شیر بکلی سے گرد و ان کوئی جگہ سے جو شمشیر	خود دوڑ دکانداروں کی جانب صفت تیر کس شخص کے یاد ہو زبے عزت و توقیر
	چھاتی سے ہیں آج لگا دیں گے حسد	رونے کے لئے لاشوں پہ آویٹے حسد
۷۰	معلوم نہ ہو گا یہ کئی روز کا فاقہ اولاد سے مطلب ہے نہ گھر سے ہے ملاتاقہ	جب تینوں کے پھل کھائیں تو حاصل ہوا فاقہ دنیا میں کہاں پائیں گے شیر سا آقا
	پاپا ہے کہ کس نے جو ہیں پایا لے گا	قبروں کو بھی شیر کا ہمسایا لے گا
۷۱	کیا فوج تھی کیا لوگ تھے اللہ سے ارادے ایک ایک جب آقا کے لیے جان لڑا دے	اس پر بھی بہتر تھے سوار اور پیادے کیونکہ بھلا فاطمہ ان سب کو وعا دے
	سردار مجاہد ہو تو انصار ہوں ایسے	آقا جو ہوا ایسا تو مددگار ہوں ایسے
۷۲	یوسف سے جس حسن شرف میں رائے کنساں تھا کوئی مغر تو کوئی حافظہ قرآن	شرمندہ تھیں دیکھ کے ہو شیر تانا بان غل چار طرٹ تھا یہ ملائک میں کہ انسان
	بہرینے حسن مراحمی سے گلے تھے	سینے نہ کہو چاند عباؤں کے نئے تھے



دیندار خوش اطوار دغاوار نازی	۷۳	پتھار چمکتے ہوئے اور برقی سے تازی
زور آور و لشکر شکن و صفدر نازی		کئی و قریش و حسینی و مجسازی
قبضے پر رکھیں ہاتھ تو شیریں کو بھگایں		جب آنکھ ملا دیں تو دیروں کو بھگادیں
ساحر وہ جہ صیغہ کی کھانی سے زبردست	۷۴	قامت ہے وہ شمشاد بلندی میں جاں پست
تھے ساتی کوثر کی محبت میں وہ سرست		یہ وہ تھے سرکیں نہ جو تلو پیر ہوں پوست
تلوار دن کو کارہیوں پہ دھرم پڑے		اس شوق سے آقا کا قدم چوم رہے تھے
استادہ بھگے نالوں سے ملائے ہوئے شانے	۷۵	صف باندر سے ہوئے قبلہ عالم کے یگانے
اک رشتہ میں جاگ انھیں بخشی تھی خدا نے		تسبیح امانت نے عجب پائے تھے دانے
کہتے ہیں جسے خاک شفا خاک صلی ان کی		ایما عزت و حرمت نہ انلاک کنی ان کی
عباس کو دیکھو علم شاہ کو دیکھو	۷۶	کتا تھا کوئی اکبر ذی جاہ کو دیکھو
ماروں کی طرف دیکھ چکے ماہ کو دیکھو		کیا نور ہے فرزند بد اللہ کو دیکھو
ایسے جوان ساری فدائی میں نہیں ہیں		یہ وہ ہیں کہ دشمن کی برائی میں نہیں ہیں
نہروں سے دیروں کے لگاؤ بچنے جنگل	۷۷	ڈلے پڑی چوب بوسا شام کا بادل
آگے صف آہ ہوئی پیچھے صفا اقل		تلواریں جو چمکیں تو پڑی فوج میں بل چل
شکر و بالا ہوا وہ لاکھ جواں کا		ایک زور تھا انصار شہ نشہ و ہاں کا
اک ایک سے کتنی اجل آئی کہ ارے بھاگ	۷۸	جس شیر کے رہو ارنک سیر کی لی باگ
یہ صاعقہ ہے خرمن ہستی کے نیلے آگ		سادات کی تلواروں کو تم سے ہے سدا لاگ
تلواروں کو ان کی کبھی رکتے نہیں دیکھا		جس جگہ کسی جا انھیں بھٹکتے نہیں دیکھا
جا جا کے اٹھا لانے انھیں سرور عادل	۷۹	مارے کے رڑ بھڑکے جو وہ سون کا حل
رہے میں ملک ہو نہ سکے جن کے مقابل		کس طرح بشر سے ہوں بیاں ان کے فضائل
تھا وقت اجل زانوئے شبیر سر جانے		رونے کو نہ مادر تھی نہ امیر سر جانے
خون جگر آنکھوں سے ہوا شاہ کی باری	۸۰	جب آئی عزیزوں کے جدا ہونے کی باری
گڑ شکر ادا کرتے تھے گڑ گڑ یہ دزاری		فرماتے تھے ہر بار کہ جو مرضی باری
بس حضرت ملک سب کی شہادت ہوئی رہیں		سادات کے حلوں کے قیامت ہوئی رہیں
ہشاد کہ ہوئی ہے ظلم حیدری ششیر	۸۱	شکر میں پڑا شور کہ تنہا ہوئے ششیر
حضرت کا یہ تھا حال کہ تھے ششیر و دیگر		آگے قدر انداز رٹھے چلنے کے تیسر
روئے تھے بھی لاشہ اکبر سے بہت کر		تھے کو حرم کے بھی تکتے تھے پلٹ کر

فراتے تھے کیا سوتے ہوا ٹھو علی اکبر	۸۲	تہنائی میں بابا کی خبر لو علی اکبر
ٹھٹھے میں یافو ج نے ہم کو علی اکبر		آنکھیں تو دور اکھول کے دیکھو علی اکبر
آبیس کی مدد کرنے کو آتے نہیں بیٹا		یزدن سے لعینوں کے بچاتے نہیں بیٹا
یہ کہتے تھے جولاہا اصفہان نظر آیا	۸۳	چہ کو شب پیار سے چھائی سے لگا یا
بوسے لیے آنکھوں کے ہونٹھ سے چھڑایا		چوٹے کو بڑے بھائی کے پہلو میں لٹایا
اک ہاتھ کا تکیہ کیا معصوم کے سر کا		اک ہاتھ رکھا سینہ پہ مجروح پسر کا
چھائے کہ اکبر علی اصفہان سے خبر دار	۸۴	بھگل میں ذرا چھوٹے برادر سے خبردار
اسے ہر درخشاں یہ الوداع سے خبردار		بے خوف کی منزل مرے دہرے خبردار
اس طرح سے بہلاؤ کہ روئے نہیں اصفہان		بے ماں بھی آرام سے سوئے نہیں اصفہان
ناگاہ صدا آئی کہ اسے شق بار بار	۸۵	صدقے ترے پکون کے یہ ماں درد کی ماری
حسن سے مجھے کم نہیں دلا دتھاری		حاضر ہوں میں لاشوں کی نگہبانی کو داری
اروتی ہوں غم اصفہان بے شیر میں بیٹا		لکھی تھی یہ خدمت مری تقدیر میں بیٹا
شادی بچھ اکبر کی نہ قسمت نے دکھائی	۸۶	حسرت رہی پوتے کی ڈھن گھر میں نہ آئی
اب آئی تو لاشوں کی نگہبانی کو آئی		ہوٹا بچھ است نے مٹھ کی ڈھائی
آج مٹھ کا گلستان ہوا ہے		پھولا پھولا گلشن مرا ویراں ہوا ہے
اک باغ فدک تھا سوا سے پہلے ہی ہوتا	۸۷	اور آج تو زہرا پہ فلک ظلم کا ٹوٹا
اس باغ کے لٹ جانے سے فردوس بھی جھوٹا		ہے نہ کوئی گل ہے نہ غنچہ ہے نہ ٹوٹا
الوداعوں کے پھل کھا کے بہت بچوں بچے ہیں		گئے اونے ریتی میں مرے سرو پڑے ہیں
پہچان کے مادر کی صدا روئے لگے شاہ	۸۸	فرزندوں کے غم میں دل پر درد سے کی آہ
جب تیرے لئے معصوم پہ ناگاہ		اعدائے مخاطب ہوا تب ابن ابی اللہ
اں آؤ اگر حوصلہ باقی ہے کسی کو		ناچار علم کرتا ہوں شمشیر علی کو
مین وارث شمشیر غلام کشا ہوں	۸۹	میں مہتمم خانہ رب دوسرا ہوں
رحمت ہوں کبھی میں تو کبھی قہر خدا ہوں		بخشوں جسے چاہوں میں نہ بخشوں جسے چاہوں
اللہ نے بچپن سے مجھے پیار کیا ہے		رحمت کا بھی دوزخ کا بھی مختار کیا ہے
جو دوست ہیں میرے انھیں دوزخ کا نہیں ڈر	۹۰	گھر ان کے گھر میں ہے مرے گھر کے برابر
ہے ظہر بریں لعنت اولاد و پیمبر		چشمہ ہے محبت کا مری چشمہ کوثر
اب عرش نے پایا ہے چو پایا ہے ہمارا		طوبیٰ جسے کہتے ہیں وہ سایہ ہے ہمارا



فردوس کے میوے مری الفت کے ٹہریں ان سب کے دل بچن پاک میں مگر ہیں	۹۱	گلشت کو جنت کے چمن پیش نظر ہیں شیون کے لیے شہر میں ہم سینہ سپر ہیں
اس سرکہ میں عیش نشاط اٹکے ہے قرون سے وہ ہنستے ہوئے ہوویں گے برآمد	۹۲	سے خوف جنم نہ صراط ان کے لیے ہے اور پائیں گے قصر گہر و عمل و ربح و جد
جو دشمن زہر ادا علی ہے وہ ہے مرد اکافر کا بکر بیٹے میں یاں خوف سے شق ہے	۹۳	گر غور کرو نام علی کو تو بخت ہے اک برق چکنے علی تا عالم بالا
فرما کے یہ شمیر دو پیکر کو نکالا کوئین میں اس تیغ نے ایک تنگ ڈالا	۹۴	گرد و آلودہ گرا تھا یہ فرشتوں نے سنبھالا جھک جھک کے سولے خاک سنبھل جاتے تھے افلاک
جب عرش خدا اٹھا تھا تھراتے تھے افلاک پھایا ہوا تھا چاروں طرف ڈھانچوں کا بادل	۹۵	تیمسرتھی مانند ہلال صف اول پیدل پہ تو اسوار تھے اسواروں پہ پیسہ دل
نئی جالوں کی دہشت سے عجب فوج میں ہلچل بند آنکھیں کے فوج کئی کوس تک تھی	۹۶	آئینہ شمیر میں بجلی کی چمک تھی طائر بھی درختوں سے اڑے جاتے تھے سارے
سمٹی ہوئی تھی گاؤں میں خوف کے مارے جیدر کی صدا آتی تھی ہاں اے مرے پیارے	۹۷	اس تیرے بازو پہ حد سے کر وہم کو دیکھ کر پہریں چروں پہ گر گر پڑے بے پیر
کھینچا ہے تو مست رو کیو شمیر دو دم کو پستی کو بلندی سے بجلی جب کہ وہ شمیر	۹۸	لاکھوں تھے پہ رو کی نہ لگی ضربت شمیر ہر ضرب میں اسواروں کے سر تن سے جدا تھے
ہر صف میں کماندار گریزاں ہوئے جوں تیر اسوار جوانی تھے وہ تو سن سے جدا تھے	۹۹	بیکار تھیں اعدا کی کمانیں دیم پیکار چلوں کو اڑاتی تھی جو ہر دار میں تلوار
بیکار تھیں اعدا کی کمانیں دیم پیکار چلوں کو اڑاتی تھی جو ہر دار میں تلوار	۱۰۰	آفت کا نشانہ تھے وہ مجباز خطا کار حیرانی سے منہ کھول کے رہ جاتا تھا سو فار
پاماں براک نظام سرکش نظر آیا گھوڑے کو اڑاتے جو سواروں کے پروں پر	۱۰۱	تیر نظر آئے نہ ترکش نظر آیا نفل اس کے نہ نو سے چکے تھے سروں پر
جب چاہتے تھے دار کو رو کیں سروں پر اڑ جاتی تھی گرتی تھی نکل جاتی تھی سن سے	۱۰۲	اک برق غضب گرتی تھی بیداد گروں پر سر تن سے پہرہ اٹھ سے اور روح بدن سے
تلوار پڑی شاہ کی جس دشمن دیا پر گروں سے لگی سینہ پہ اور سینہ سے لیں پر	۱۰۳	بکتر کو جو کاٹا تو وہ ٹھہری نہ جھیں پر اسوار تھے گھوڑوں پہ تو گھوڑے تھے زین پر
تھا شور کہ اعجاز ہے یہ ضرب نہیں ہے تھا شور کہ اعجاز ہے یہ ضرب نہیں ہے	۱۰۴	ہے قبر خدا کے دو جہاں حرب نہیں ہے ہے قبر خدا کے دو جہاں حرب نہیں ہے

بجلی سی جو گر کہ وہ صفت جنگ سے نکلی	۱۰۰	فریاد کی آواز دل سنگ سے نکلی
اسوار کے سر پر پڑی تنگ سے نکلی		بیش میں در آتی تو عجب رنگ سے نکلی
پھوڑا جسے مقتل میں لہو چاٹ کے چھوڑا		نیا جسے اس تیغ نے سر کاٹ کے چھوڑا
حسن شامی کے شانے پر پڑی شانہ جدا تھا	۱۰۱	پہنچے ملک آپہونگی تو دستا نہ جدا تھا
بکیر جدا نعرہ شیرانہ جدا تھا		اپنوں سے ہر اک صورت بیگانہ جدا تھا
اس جنگ میں بھائی کو نہ بھائی کی خبر تھی		ہاں تھی تو سرد تن کی جدائی کی خبر تھی
غل فوج میں بھائی در صف در کی دو بائی	۱۰۲	اللہ کی فریاد پیہر کی دو بائی
بار نہ ہیں حضرت تہر کی دو بائی		اکبر کی دو بائی علی اصغر کی دو بائی
عاجز ہیں علی کے سر بھروح کا صند		اب رحم کرو فاطمہ کی روح کا صند
ہاگاہ صدا آئی غی کی کہ مری جاں	۱۰۳	اس ہاتھ کے اس ضرب کے اس تیغ کے قرباں
دشمن کی بھی مشکل کو لھیں کرتے ہو آساں		اشت پہ کرو رحم کہ بھ پڑے یہ احساں
خاق سے دم راز و نیاز آیا ہے بیٹا		سجدے کو بھگو وقت مار آیا ہے بیٹا
یہ سنے ہی سب اسکو حضرت نے اتار ا	۱۰۴	اور کھوڑے سے اترا اسد اللہ کا پیارا
تھے دو رجو قاتل انھیں اس طرح بکارا		اب ہاتھ کسی پر نہیں اٹھے گا ہمارا
سردینے کو جو دو امام دو جہاں ہے		بیچو اسے غم ہے کہاں غم کہاں ہے
کھوڑاں سے یہ سنکر کئی لمحوں آتر آئے	۱۰۵	نیزہ کوئی تو لے کوئی شمشیر لگائے
کچھ تیروں کو چوں سے کمانوں کو ملائے		قتل ستہ بیکس یہ قدم سب نے اٹھائے
یا لوگ نہ سکتا تھا کوئی لشکر دہاں کو		یا لے یا ملتے میں امام دو جہاں کو
اک جان کے خواہاں تھے سنگار ہزاروں	۱۰۶	اک کعبہ پہ چڑھ آئے تھے کفار ہزاروں
اک جسم تھا اور نیزہ خون خوار ہزاروں		کھیرے ہوئے اک پھول کو تھے خار ہزاروں
سر کھوئے ہوئے فاطمہ چلاتی تھیں رن میں		خود شہید جاں تاب تھائیروں کی کون میں
لواروں سے رگی ہوئی پیشانی و گردن	۱۰۷	یتیموں سے ہوئے شل ذرہ جسم میں روزن
دیکھے جو غل باغ شفاعت دم مردن		زخم تیر و تیر کے پھیلا دیے دامن
افراط بسراحت سے یہ تھا رنگ بدن کا		ہر خضو تھا اک پھول تہادت کے چمن کا
تھا عصر کا ہنگام کہ حضرت کو عیش آیا	۱۰۸	سجدے میں سبھل سیرا نور کو بھکایا
خجھر کو لیں خلق کے نزدیک ہو لایا		زہرا کی صدا آئی کہ بے بے مرا جایا
قاتل کو کو کچھ فہم سے نہ فرمائی بھی زہرا		فرزند سے ہر بار لپٹ جاتی تھی زہرا



گردن پہ جو خنجر کو ستمگار نے رکھا	۱۰۹	حضرت نے اشارہ کیا اک لحظہ ٹھہر جا
بے رحمی سے جلا دے پوچھا سبب اس کا		فرمانے لگے روکے شہر بیکس و تنہا
برپا نہ کہیں خنجر ہو خنجر کے چلے پر		اتارنے لگا رکھ دیا ہے میرے گلے پر
کس منہ سے کہوں ذبح کیا شاہ کو کیونکر	۱۱۰	کافی ہے بس اتنا کہ چلا حلق پہ بھنجر
سر سے کئے غریب پاس ہٹا خنجر بد اختر		ریتی پہ ترپنے لگا شہ کا تن بے سر
لاٹھے پہ ادھر ٹوٹ پڑی فوج شعی کی		لٹنے لگی پو شاہک حسین ابن علی کی
آگاہ درختہ سے زینبؓ نکل آئی	۱۱۱	چلائی گریا حیدرؓ کو زار و دہائی
خیمے سے بہن بھائی ملک آنے نہ پائی		یاں ہو گئی سید کے تن و سر میں جدائی
اپنی جو بہن و دوڑ کے بھائی کے جہد سے		تھا خور کہ زہراؓ نکل آئی ہے جہد سے
خاموش ایس اب کہ بہت روئے کا بے جوش	۱۱۲	ہو گئی نہ بختون کو تری یاد فراہوش
اللہ نے بخشی ہے جنھیں چشمِ نوحہ پوش		کب دیکھتے ہیں نقص کو وہ عاقل و ذہوش
تعریف کریں خاص تو ہے کام کی تعریف		کب اہل سخن مانتے ہیں عام کی تعریف

تمام شد

## سلام

۱	دل میر ہے گدا سے جناب ایسؓ کا	۱	خالی کبھی رہا نہیں کاسہ فقیر کا
۲	سطلب میں ہے ہاتھ کی ہراک لکیر کا	۲	داس نہ چھنے پاسے جناب ایسؓ کا
۳	کیا پوچھتے ہو نام مرے دستگیر کا	۳	بازوئی کا ہاتھ حندائے قدیر کا
۴	حافظ اگر ہو عدل جناب امیرؓ کا	۴	شعلہ پہ لے جسم میں کرتا حریر کا
۵	تھا حق پسند فقر جناب امیرؓ کا	۵	اب تک ہے مسجدوں میں بچو نا حقیر کا
۶	عاشق ہوں روئے پاک جناب امیرؓ کا	۶	کچے کی سرزمین پہ ہے بستر فقیر کا
۷	کرسی بنی کی عرش جناب امیرؓ کا	۷	وہ شاہ کی جگہ یہ محل ہے وزیر کا
۸	کیا پوچھتے ہو مذہب و مشرب فقیر کا	۸	شیشہ عینل میں ہے مئے خم غدیر کا
۹	گلشنی میں سن کے زمزمہ پر داریاں مری	۹	دم بند ہو گیا ہے مرے مصیبت کا
۱۰	معلوم سب ہیں جو شن بازوئے مصطفیٰ	۱۰	بان ایک مرتبہ ہے صغیر و کبیر کا

شعر

۱۱	خبر کا در اکھاڑے وہ جن سنا نہ	۱۱	شکر انک سے کھائے جو ناب شیر کا
۱۲	یون شمش جہت میں قاتل شیر خوار ہے	۱۲	ہتے میں جیسے روز ہے نحو س پیر کا
۱۳	بیا سادوں ساقیائے کوڑے کے تم کی خیر	۱۳	بہر دے خدا کی راہ میں کا سہ فقیر کا
۱۴	احسان بولتا ہے کا گردن پر بوجہ ہے	۱۴	سر کس طرح جھکا نہ رہے چراغ پیر کا
۱۵	اشکوں سے بے بھگو دے مرے ذرا تپتہ	۱۵	عادی مویں میں طہارت آب کثیر کا
۱۶	وصیت خیال خود نہ ہو پنجا کبھی جہاں	۱۶	اس دوش پر تھا پاؤں مرے دشیر کا
۱۷	پری تو آچکی ہے مگر ملت اسے اجل	۱۷	کروں طواف قبر خباب اہل سیر کا
۱۸	حکم خدا سے قابم از اقی خلق ہیں	۱۸	سب ہاتھ دیکھتے ہیں مرے دشیر کا
۱۹	سہیلین مدد گفٹی کو بھیجتے ہیں و شین	۱۹	یتیموں میں ہے یہ حسد زخمیر کا
۲۰	نورین سمجھ لیں دل میں پردے کی بات ہے	۲۰	نکلا کہاں سے ہاتھ خباب آئیر کا
۲۱	کیا رحم تھا کہ شیر اتنی نے دیا	۲۱	جب آگیا خیال یتیم و سیر کا
۲۲	اس کے پسر کو پانی کا قطرہ مل نہ پائے	۲۲	قاتل کو جس نے بھیجا جام شیر کا
۲۳	جب سر گئے علی و مدینہ میں شور تھا	۲۳	آج آٹھ گنا شیفق یتیم و سیر کا
۲۴	سہرے کہ حکم تم پر رونے لگے حسین	۲۴	کاسہ دیا جو آپنے قاتل کو شیر کا
۲۵	پو پتھے کوئی پستہ تو یہ گد بھو انیس	۲۵	ہے دادی اسلام میں بستر فقیر کا

۷۷ شد

بابی

بابی کا نظم عجائب کے علی

حق کہ رسول حق کا نائب علی

اللہ اللہ صورت ذات خدا

مرزا جعفر ہے اور غائب ہے علی

شام شد



۱	یہ پیش خدا صاحب وقیر ہے زہرا ام الحسن دماور پشیر ہے زہرا	مرثیہ	خاتون جانا مالک تطہیر ہے زہرا سرتابہ قدم نور کی تصویر ہے زہرا
۲	شوہر کو جو پوچھو تو شہنشاہ عرب ہے عشاق شرافت میں دادہ مریم سے سوا ہے	۲	بچی ہے بنی کی یہ حسب ہے یہ نسب ہے زینت کے لیے عرش پہ نام اس کا کھرا ہے
۳	بابا کا یہ رتبہ ہے کہ محبوب خدا ہے بچے ہیں وہ دونوں کہ شیخ دو جہاں ہیں	۳	وہ شہ وہ ہے سب خلق کا جو عقدہ کشا ہے اس طرح کے رتبے کسی بی بی کھانا ہیں
۴	اوصاف میں سب خلق اگر ایک زباں ہو گرچا ہیں کہ عصمت کا کچھ احوال عیاں ہو	۴	دہرا کی بزرگی نہ بیاں ہو نہ بیاں ہو خوشا ہر ضمون پس پر وہ ہی نہاں ہو
۵	جس طرح سے حیراں ہیں بشر حد خدا میں تشویش میں بیج کو ہنگام رستم ہے	۵	عاجز ہیں اسی طرح سے زہرا کی ثنا میں تشریف جو کچھ ذہن میں آتی ہے وہ کم ہے
۶	اس نور اتنی کی ثنا بس کہ اہم ہے توصیف رخاے سے ہے مکن نہ زباں سے	۶	بجادۂ قرطاس پہ سجدے میں تسلیم ہے تحریر سے افروں ہے زیادہ ہے بیاں سے
۷	ماں باپ پہ واجب نہیں فرزند کی تکریم لکھا ہے کہ جب آتی تھیں زہرا پئے تسلیم	۷	اس امر میں سب خلق پہ زہرا کو ہے تقدیم خود آٹھ کے رسول عربی کرتے تھے تعظیم
۸	اعطاف محمد ہو یہ جس باب کرم پر یہاں حضرت خاتون قیامت کا ہے رتبہ	۸	دروازہ گرا دیں اسی بی بی کے سکرم پر وہ زائدہ ہے فخر محمد کو ہے جس کا
۹	کھاتی ہیں محمد کی قسم حضرت زہرا وہ روح سے ظاہر ہے نو پاکیزہ ہے جان سے	۹	ہے دامن پاک اس کا محمد کا مصلہ کوڑے وضو کرنے کو لے نام زباں سے
۱۰	ہے اس کی ردا ابر کرم آئے رحمت جو گوشہ ہے اس کا وہ ہے اک گوشہ جنت	۱۰	ہر تار ہے سر رشتہ ایمان و شریعت سب اس پہ نظر و رختہ ہیں ہر شفاعت
۱۱	وہ حشر میں مومن کو بچالے گی غضب سے اس چادر انور کی بزرگی میں کہوں کیسا	۱۱	جو چلے گی لے راہ صراط اس کے سبب سے اک روز ہوا قاسم روزی پہ جو نفا
۱۲	تب پاس یہودی کے اسے رہن کو بھیجا گھر ہو گیا پڑ نور تو حیراں ہوئے کافر	۱۲	جو دیکے ترو اس نے رکھی چادر زہرا اسی بس اسی وقت سلاں ہوئے کافر
۱۳	آفاق میں نہ ہڑا کا نہیں ہے کوئی ہمسر جو اک شرف نور حسنہ اعرش کا زیور	۱۳	نوحہ اسد اللہ کی اور بنت چیمبر قرآن میں ہے یاد کرے خالق اکبر
۱۴	آمانی کوئی نہ ہڑا کا نہ ہو گا نہ ہو اسے	۱۴	ہاں حضرت زینب کو جو کہتے توجہ ہے

آن کی بھی وہ عزت ہے جو زہرا کی ہے تو قبر لحنت جگر شیر خدا صاحب تطہیر	۱۰	سار کا دی سیرت دہی صورت دی تقدیر مخدومہ عالم شہ کو یمن کی ہمشیر
مناز کیا حق نے تو اسی کو نبی کی		صحت بھی جو زہرا کی تو شوکت حق علی کی
ناقوں میں شکایت کبھی لب تک آئی	۱۱	سوشکر کے نان جو ہیں ایک جو کھائی
حق آئیہ کا فخر ید اللہ کی جہائی		نفس کے عوض کرتی تھی خود آسیہ سائی
جو پاس ہوا صرف کیا را چند امیں		زہرا کی طرح ہوتے تھے چون در امیں
بلا ہے ید اللہ تو نا نا شہد و لاک	۱۲	جن کے لیے پیدا کیے اللہ نے افلاک
دور کا شرف جانتے ہیں صاحب اوراک		اس رشتہ میں ہیں حضرت زینب گہر پاک
ذی رتبہ خدیجہ ہو میں زہرا کی طرف سے		ہر طرح فضیلت ہے کہیں ماں کی طرف سے
اک صبح سپ بام پس از طاعت داور	۱۳	امت کی دعا مانگتی تھیں کھولے ہوئے سر
جب تک کہ نہ چہرے پہ لب لعل چادر		خورشید فلک شرم سے نکلا نہ فلک پر
اندانے جو تاراج کیا گھر کو نبی کے		سرنٹے پھر یہ بعد حسین ابن علی کے
ماں باپ نے جو رنج و الم خلق میں پاسے	۱۴	سب زینب غم دیدہ کے حلقے میں وہ آئے
قاتلے بھی کیے یوہ ضرور دس بھی کھائے		عزت بھی ملی اور مصائب بھی اٹھائے
لٹا تھا چلن فارغ خیر کے چلن سے		بولی نہیں باز سے گئے باز و جور سے
جب خلق سے وقت سفر فاطمہ آیا	۱۵	تب زینب و پیغمبر کو پاس اپنے بلایا
رد میں بہت اور بیٹے کو چھاتی لگایا		زینب کے دیا ہاتھ میں ہاتھ اور یہ سنا یا
اس زینب بکس مری دولت سے خبردار		محبوب الہی کی امانت سے خبردار
یہی اسے زہرا نے بڑے دکھ سے ہے پالا	۱۶	بے روح مرے جسم کی یہ گیسوؤں والا
ابھی اسے آنکھوں کا صنبا گھر کا آج پالا		بھرے سے کبھی گرم ہوا میں نہ نکالا
سوئی ہوں تو پہلے اسے سوئی میں سلا کر		جلی کبھی جو مٹی ہے لگو دی میں لٹا کر
یہ خیرے جس سال کے گھینٹوں چلنے	۱۷	میں چھوٹے سے تلون سے لگی آنکھوں کو لٹنے
جب نام خدا یہ لگے اٹھ اٹھ کے سنبھلنے		دی طاقت رنثار بھی خلاق ازل نے
ہر کام پر سایہ کی طرح پیچھے پھری ہوں		ٹھوکر بھی جو کھائی ہے تو میں ساتھ گری ہوں
شانے سے کبھی تو تھا تھا دلت لاگر ہاں	۱۸	کرتی تھی پریتانی خاطر بے حسال
اکٹن خیر ہیکل سے جو گردن ہوتی تھی لال		رخ زرد تھا تر ہو گیا تھا اشکوں سے دھال
گرتے کا گریباں جو ذرا تنگ ہوا تھا		دم ٹھٹ کے مرا یاد ہے کیا زینب اٹھا



۱۹	اسے لاڈلی اس لال کا دشمن ہے زمانہ تکلیف بھی سر بیچو ایذا بھی اٹھانا اہر داغ میں اس بھائی کے کام آئو زینب	شیر کو میرے نظر بد سے بچانا صدتے گئی مادر کی دھیمت نہ بھلانا جائے یہ جد ہر ساتھ چلی جائو زینب
۲۰	زہرا نے جو ارشاد کیا تھا دم رعلت دن رات یہاں تک رہی سر گرم اطاعت شہادت بھولی گئے ماں کی بھست	دو ان پندتھی یہ قربان بہن پر بھولی نہ کسی وقت وہ مادر کی دھیمت شاہ شہدا بھولی گئے ماں کی بھست
۲۱	تھیں بھائی کے آرام کی ہر وقت طلب نگار جانے کا کہیں قصد جو کرتے شہ ابرار اشہ کہتے تھے ٹکڑے مراد دل کرتی ہو بھینا	سوتے تھے جو شیر تو راہی تھی یہ بیدار یکھتی تھی خود کھاناڑ کے نعلین وہ غنچہ دار کیون بھائی کو ہر بار محل کرتی ہو بھینا
۲۲	کہتی تھی یہ زینب کہ مرا غز ہے بھائی عزت انھیں تدوین کی بدولت تو ہے پائی تم سر پہ بہن کے شہ مرداں کی جگہ ہو	کیا ہو گیا بھینا نے جو نسلیں آنکھائی یقوتی ہوں میں گو ہوں اسد اللہ کی جانی فرماتے تھے شیر کہ تم ماں کی جگہ ہو
۲۳	مشہور ہے شہدائے برادر وہ خوش اوقات فرزندوں پر طفلی سے یہ تاکید تھی دن رات صدتے گئی خادمین ملک سبط بنی گئے	بے مرضی شیر نہ کرتی تھی کوئی با ست ماں کی غلامی میں ہو جوڑے ہو سے بات تم یہ نہ سمجھو کہ تو اسے ہیں ملے گئے
۲۴	جھوٹ انکی کے برابر انھیں سمجھو صدتے گئی سب خلق سے بہتر انھیں سمجھو فرزندوں کو مان باپ سے کیا ملتا پیار	ہم مرتبہ تیر صف در انھیں سمجھو آقا انھیں الگ انھیں سرور انھیں سمجھو ایسوں ہی کے ملنے سے خدا ملتا ہے پیار
۲۵	سراپوں کے قدوں پر جھکانے میں شرف ہے رد مال کھڑے ہو کے بلائے میں شرف ہے انہیں کو جھکانا ہے عبادت کے برابر	نعلین کو آنکھوں سے لگانے میں شرف ہے خادم کی طرح ہاتھ دھلانے میں شرف ہے آقا کی اطاعت بھی ہے طاعت کے برابر
۲۶	آقا ہے حیثیت میں حسد اور بھاری کر سکتے ہیں یکساں دشمن سلطان مجازی اس جنگ میں تلوار چلتی نہیں امن کی	پڑتا ہے برا وقت تو سردیے ہیں غازی جو مرد ہیں خسروں سے وہ بجاتے ہیں بازاری لاکھوں سے کبھی آنکھ بھپکتی نہیں ان کی
۲۷	نامرد برے وقت میں مل جاتے ہیں پہلے رٹنے کو پر سے وہ نکلتا جاتے ہیں پہلے اسینوں کو سپر کرتے ہیں کور کے آگے	انہیں دیروں ہی سے چل جاتے ہیں پہلے آج آتی ہے آقا پہ تو چلتا جاتے ہیں پہلے پچھے تو وہ ہوتا ہے یہ سردار کے آگے

۲۸	پشگاریاں اڑتی تھیں سنا لوں کی پک سے تیر آتے تھے جوں چہ شہاب آئے نلک سے	۲۸	بھلی کی پک گرد تھی تیغوں کی پک سے کڑکا ہوا سیدوں میں کمالوں کی کڑک سے
	حک کیا دو لاکھ نے ہفتاد دو تن پر		اک دل ہوئے سب قیل مشہ تشنہ دہن پر
۲۹	واں ایک پہ گرتے تھے ہزار آگے یہ تھا خدر شمیر و سناں سے ہوئے مجروح سر و صدر	۲۹	یاں سے بھی نکلے گئے مردان دودی القدر دکھلا دیا انداز دغا سے اُحد و بدر
	گر گزرت گھوڑوں سے ہزاروں کو گرا گرا		اٹلے کیے شیروں کی طرح برہمیاں کھا کر
۳۰	تب حضرت مسلم کے چیموں نے رخصالی اک محلے میں دونوں نے پرے کر دیے خالی	۳۰	مار پکے سو لاکے جو انھار و دھواں جس دم وہ محلے رونے لگے سرور عالی
	پرپا تھا تلام حرم شاہ ام میں		تھا غلغلہ دارو بگر اہل ستم میں
۳۱	تبیح کو تھی باتھ میں بکھرا دیے تھے بال حق سے یہ دعا تھی کہ سیکے غافل کا دل	۳۱	بتیابی سے تھا حضرت زینب کا عجب حال دعشہ تھا تنہا راز میں خورشید کی تمثال
	چادر سراطلر کی لٹکتی تھی زمیں پر		اب خشک تھے رخ زرد پسینہ تھا جیس پر
۳۲	در پر کبھی جاتی تھی کلبے کو سب بھالے کستی تھی کہ یارب مرے بھائی کو بچا لے	۳۲	پھرتی تھی کبھی صحن میں کرتی ہوئی نالے نوازیں چمکتی تھیں نظر آتے تھے بھالے
	فرزندوں کو دیتی ہوں میں شیر کے بدلے		زینب پر ستم ہوشیروں گیر کے بدلے
۳۳	لوہوتی ہے مسلم کے یتیموں سے جدا فرمایا نصیحت مرے جیوں نے بھلائی	۳۳	اتنے میں خبر آگے جو فضا لے سنائی یہ سنتے ہی زردی سی رخ پاک پہ بھائی
	کس کھل میں معروف ہیں کیا کرتے ہیں عدو		میں بھی تھی اعدا سے دغا کرتے ہیں دونوں
۳۴	ابعدتہ نہویں گے تو کب ہوویں گے قرباں ہشاد میں ساقی ہیں کچھ ایسے نہیں نادان	۳۴	ماہوں پہ یہ آفت ہے اور آن کو نہیں کچھ دیاں بن باپ کے بچے کو سدھارے سوئے میداں
	ہاں دودھ انھیں باتوں پر بخشا تے تھے کچھ سے		شب تک تودہ مرنے کی قسم کھاتے تھے کچھ سے
۳۵	ہو جائیں گے ہم پہلے شہر سبیر شہر مندہ ہوئی بھائی سے ہے مری تقدیر	۳۵	وہ کیا تھا جو دونوں یہ یکسا کرتے تھے تقریر اب کیا ہے جو مرجانے میں وہ کرتے ہیں تاخیر
	کیوں گر نہ پڑے دوڑ کے ماہوں کے قدم پر		وہ جلنے دینے تھے اگر فوج ستم پر
۳۶	پر کوئی یہ کہہ آئے کہ اب گھر میں نہ آئیں مادر کی ملاقات سے بس ہاتھ اٹھائیں	۳۶	اچھا کیا جو کچھ کیا مرنے کو نہ جائیں کیا کام ہے مجھ سے مجھے صورت نہ دکھائیں
	ماں مرگنی آباد کریں باپ کے گھر کو		پھر جائیں وطن چھوڑ کے مجھ خستہ جسک کو



یہ کہتی تھی جو شور ہوا فوج میں اک بار پھر جا کے خبر لائی یہ فضا جگر افکار	۳۷	لکڑے ہوئے تلواروں سے سلم کے بھی دلدار رہتے ہیں بھیتوں کے لیے سید ابرار
سب خوردگیاں لوح کے زینے میں گھر گئیں		رخصت کے لیے ماموں کے قدرونہ گریے ہیں
فرماتے ہیں پیڑا کہ سچے میں تو جاؤ یہ داغ بھی سہہ میں گے تم آنسو نہ بہاؤ	۳۸	قدموں سے اٹھو سر مری چھائی سے لگاؤ منظر جدائی ہے تو مادر سے مل آؤ
وہ کہتے ہیں منہ اکھا کو دکھانے کے نہیں ہم		اماں ہیں خفا خیمہ میں جانے کے نہیں ہم
یہ سنتے ہی بھاشا ہوتی زینبؓ ذیجاہ امید برآئی مری امانتؓ یشہ	۳۹	فرمایا مبارک ہو سدھاریں سوئے جھکاہ وصا جواب مرنے کو جاتے ہیں مرے ماہ
انصت ہی نہ ملتی تھی تامل یہ فقط تھا		بکھی تھی جو کچھ میں وہ گناں بیل غلط تھا
دو لو نہیں سر ماموں کے قدموں سے اٹھاتے ملتی جو اجازت تو گلے پہلے کٹاتے	۴۰	ہیں آخری وقت اور بچے پیار دلاتے کیا صاحب غیرت ہیں کہ بچہ تک نہیں آتے
ڈرے کہ بھیتوں کے لیے روئیں گی اماں		ہم جائیں گے زندہ تو خفا ہوں گی اماں
بانو لے گیا پھر انھیں چھاتی سے لگاؤ کچھ سوچ کے زینبؓ نے کہا خیر بلاؤ	۴۱	ہے رحم کی جارحم اب ان پیاسوں پر کھاؤ کدے کوئی بے ماں سے ملے رن کو نہ ہماؤ
تم سے ابھی کچھ کام ہے سن لو گے تو جانا		کچھ نانی کا پیغام ہے سن لو گے تو جانا
خفتہ نے بلایا تو وہ سدا ان سے آئے چھاتی سے لگانے کے بے ہاتھ بڑھائے	۴۲	دیکھا انھیں مانا نے کہ سڑوں کو ہیں جھکائے وہ جوڑ کے ہاتھوں کو سخن لب پہ یہ لائے
ہم دیر سے رخصت کے طلبگار تھے اماں		نقص ہمارے نہیں ناچار تھے اماں
فرزندوں کے اس مجر پر رقت کا ہوا جوش پتیاں چھاتی سے انھیں کھول کر آغوش	۴۳	چھاتی آسنڈ آئی تھی گر رہ گئی خاموش فرمایا میں آرزو وہ نہیں کھوئے ہو کیوں ہوش
جی بھر کے نہ دیکھا تھا سودیچھا انھیں میں نے		پاسے ہو تو لودودو بھی بٹا انھیں میں نے
خونے کو چلے جان نہ کی ماموں سے پیاری تھی آگے تو اماں آج سے لونڈی ہوں تمھاری	۴۴	آؤ مجھے قربان تو ہو لینے دودو داری مادر سے وہ کہنے لگے باگر یہ وزاری
افراط محبت سے یہ گفتار نہ کیجئے		ناخبر غلاموں کو گنہگار نہ کیجئے
جھک جھک کے بجالائے جو وہ آخری آداب دروازے ملک ساتھ گئی مضطر و بتاب	۴۵	اس وقت تو زینبؓ کی بھی آنکھیں ہوئیں پر آب گھوڑو نہ چھوڑو دونوں بے فکس کے اسباب
چلائی یہ مادر کہ خدا حافظ و ناصر		بوسے دہ دلاور کہ خدا حافظ و ناصر

جنگاہ میں گھوڑوں کو اڑانے ہوئے آئے	۴۶	شان اپنی سواری کی دکھانے ہوئے آئے
نیزوں کو دیرانہ ہلاتے ہوئے آئے		ایمان سوئے کھر بناتے ہوئے آئے
ارزہ تھا تہجائوں کو دیروں کی نظر		تکے تھے صف فوج کو سیروں کی نظر
دو شیر چلے جلتے تھے اس فوج کو روئے	۴۷	یہاں تھا جو دم مارے کوئی یا کوئی ہوئے
سب پیچھے ہٹے جاتے تھے تلواروں کو تولے		سہم تھی نہ کسی کو جو سپر پشت سے کھولے
غالب ہوا رعب آنکا ہر اکسیر کعب پر		بس صف پر گرے یہ وہ گری دوسری صف پر
غل تھا کہ خوشا حقن زہے دہد بہ وجہا	۴۸	لڑکے ہیں کہ دو شیر ہیں ا لفظ سے لفظ
اک مہر ہے افدک شرافت کا قواک ماہ		دیکھے انھیں یقوت کو یوسف کی سوچا
ایسا نور ہے کرتے ہیں جو رخ اشتر کیس پر		دو صاف تھے کر پڑتے ہیں اک بار زمین پر
ان بہروں پر دیکھو یہ پستیوں کی صو	۴۹	دو بدر نظر آتے ہیں اور چار مہر تو
تشبیہ کی خاطر میں زبان آتے ہیں سو سو		یہ برق تجلی ہے کہ رخساروں کا پر تو
ایکونہ زمین فخر کرے غن پر		ذراے نہیں چمکے یہ ستارے ہیں زمین پر
ہوٹا سا تو قد چول سے مخ پھاند سے خسار	۵۰	پچیدہ ہیں سہل کی طرح گیسوے خدار
زنگیں انھیں آنکھوں کے نصیر میں ہے یار		وہ دونوں میں بھری خاطر دایا اولی الا بشار
مردم ہیں یہ پوسنہ سامان عذاب		انکھوں سے نظر آئے نہ ماں کو تو بچا ہے
ہیں سن و لطافت نے سراپا ہیں مریے	۵۱	گویا ہیں یہ لب خاتم مدرت کے سینے
پستلی کریں گل سے بدن چاند سے سینے		اس طرح کے سینے کبھی دیکھے ہیں کسی نے
آئینے کو ثبت ہے عیا میں نہ صفاس		متاب سے روشن ہیں گریبان متاب میں
یوں کوئی سینوں کو نہ رخساروں کو دیکھو	۵۲	جن ایک طرف وہ دونوں کے انھیاروں کو دیکھو
چھوٹی سپر میں چھوٹی سی تلواروں کو دیکھو		نظروں سے چھپے جاتے ہیں رہواروں کو دیکھو
گھوڑے ہیں سنا ہر پے خدا جالے یہ کیا ہیں		طاؤس ہیں بجلی ہیں چمکلا وہ ہیں ہوا میں
شکر میں یہ قل تھا کہ وہ جو نسا ز چکا رس	۵۳	لڑنا اوجھے سات آجائے ہمارے
نم وہ ہیں کہ حب ہوئے ہیں میدان میں امارے		رسم کو بھگا دیتے ہیں تلواروں کے مارے
بے قہ خدا ہے وہ جہی حرب ہمارے		رکزی نہیں دشمن سے کبھی ضرب ہمارے
توڑا ہے مجھوں نے درخبر وہ ہیں ہیں	۵۴	شہر جو ہیں قاتل غنروہ ہیں ہیں
جو سارے شجاعوں پر ہے دروہ ہیں ہیں		اوزنی جنھیں شہر دو پیکر وہ ہیں ہیں
اہر وقت ہے ثابت قریع ساتھ ہمارے		چھوٹے نہیں قبضوں سے کبھی ہاتھ ہمارے



۵۵	بنگب احد و بدر کو کس طرح کیا سر دم میں حرم کعبہ سے بت کر دیے باہر	۵۵	خندق کی لڑائی میں چڑھا کوئی نہ منہ پر صفیں میں شکر کی صفیں ہو گئیں بے سر
	ایم صور ہیں بیکال و سراپیل سے پوچھو		ان ہاتھوں میں کیا زور ہے جبریل سے پوچھو
۵۶	عاجز نہیں گو ہے نسب لشنہ و ہانی دنیا میں کوئی آج ہمارا نہیں ثانی	۵۶	لٹکاریں تو ہو جائے جگر شیر کا پانی ہیں فضل الہی سے ہیں دین کے بانی
	مجدد کی طاعت کا سراپا نام ہوتا		ایم ہوتے نہ دنیا میں تو اسلام نہ ہوتا
۵۷	دادا میں جو قوت تھی وہ طاقت بھی ہے ہم میں وہ دبیر وہ شان وہ شوکت بھی ہے ہم میں	۵۷	ہے زور بھی نانا کا شجاعت بھی ہے ہم میں اور ماموں کی مہلومی و غربت بھی ہے ہم میں
	پھوٹے ہیں حقیقت میں پہ حائل ہے برابر		رہتے ہیں تو قرآن و حائل ہے برابر
۵۸	خیر سا جو دردادہ کوئی ہو تو اکھاڑیں جوں نش فتنہ جسی اعدا کو بگاڑیں	۵۸	محب سا جو اس سامنے آوے تو پچھاڑیں در آئیں اگر کوہ میں ان نیزوں کو گاڑیں
	کچھ دھیان میں لاتے نہیں شکر کو کسی کے		ایم اور نہیں کوئی نوا سے ہیں علی کے
۵۹	پڑھ کر یہ رجز دونوں نے جولاں کیے تھوڑے غل تھا کہ خبردار کوئی منہ کو نہ موڑے	۵۹	چلے میں ادھر تیر کا مداروں نے جوڑے تم دونوں بہادر ہو تو ہم بھی نہیں تھوڑے
	یاں مار کے تلواریں گرا دیتے ہیں تم کو		یا نیزوں کی فوکوں پہ اٹھا لیتے ہیں تم کو
۶۰	یہ سن کے صفیں بڑھنے لگی دشت بلا سے دل ہل گئے تقارہ رزمی کی صدا سے	۶۰	لہرائے نشانوں کے پھریرے بھی ہوا سے شکر میں در آئے شہ مرداں کے نوا سے
	نعرہوں کا دیروں کے گیا شور فلک پر		تیغوں کی چمک پھیلی تھی بھلی کی چمک پر
۶۱	اسوار چلے جاتے تھے نیزوں کو سنبھالے ہتھکے بڑھاتے تھے قدم بر چھوؤں والے	۶۱	تھا شور کہ رکھ دیتے ہیں یہ سپہوں پر بھالے پر رکتے نہ تھے شاہ کی آغوش کے پالے
	دودن کے تھے پیاسے یہ غصیلے تھے دودن		جو لوگ تھا شیر سے جاڑتے تھے دودن
۶۲	یکلی سے کبھی یاں تو کبھی داں نظر آئے جب پیچھے اسواروں کے بالائے سر آئے	۶۲	غار سے کیا اس صف کو تو اس غول پہ آئے سرتک نہ مگر آئے کہ وہ تا کر آئے
	پاس آئے اُن کی ملک کرنے کو جو تھے		جلدی میں کر سے جو گنجیا ہاتھ تو دوتھے
۶۳	وہ چھوٹی سی تیغیں تھیں کہ تھا ہر اتھی بھاگے چلے جاتے تھے نمودار سیاہی	۶۳	اقت تھی پیادوں پر سواروں پہ تباہی پڑے تھے زورہ پوشوں کے تن صورت ماہی
	کٹ کر تن کفار سے سرور ہوئے تھے		چار آئینے شیشوں کی طرح چور ہوئے تھے

۶۴	بھاگڑا متی سواروں میں پسے جاتے تھے پیدوں جس غول پہ وہ شیر چلے پڑ گئی ہل چل بجلی کی تڑپ فوج میں دکھلاتے تھے کوہوں	لواریوں سے پھٹ پھٹ گیا تھا ڈھانڈا کا بادل دوئی تل ہر اک حلقے میں رہا اردوں کی تھیل بل ہر غول پر پرکار سے پھبھرتے تھے دو فوٹ
۶۵	طواروں سے پرزے تھیں سہ کاروں کی ڈھالیں ناگن کی طرح ڈستی ہیں ان نیزوں کی بھالیں بھاگیں تو کسی گوشے میں جانا نہیں ملتا	سب کہنے کہ خود سنبھلیں کہ بھیسار سنبھالیں فرصت نہیں ترکش سے جو تیروں کو نکالیں سوفاروں سے چلوں کو لا تا نہیں ملتا
۶۶	ہاتھوں سے شجاعوں کے گرسے پڑتے تھے ہتھیار لشکر میں جو تھے شہرہ آفاق گما ہدار ارغہ تھا سراپا کو تو لغزش تھی نظر کو	دہنے میں تو لیتے تھے سپربا میں تلوار خود بختے تھے تیروں کا نشانہ وہ خطا کار پیکاں تو ادھر رکھتے تھے سوفار ادھر کو
۶۷	جہاں پڑی برچیوں واہوں سے لڑائی تہا میں دکھاؤں انہیں ہاتھوں کی صفائی اکثریت سپہ شام کی کم کر کے پھر آیا	چھوٹے نے کہا آپ غم نہ جاسیے بھائی یہ کہتے ہی رہا رکی باگ اس نے اٹھائی اک حلقے میں نیزوں کو ظلم کر کے پھر آیا
۶۸	دم بٹا تھا جب ایک ہزاروں کو بھگا کر پھر آتا تھا جب وہ انہیں دریا سے ہٹا کر اسواروں سے ہمت کی عیاں چھوٹ گئی تھی	جب دوسرا کرتا تھا گما ہداروں پہ جا کر جاتا تھا پیادوں پہ یہ گھوڑے کو اٹھا کر کیڑے کہ شکر کی کرکٹ گئی تھی
۶۹	عباس صدادیتے تھے ہاں اے مرے شیرد رشتے ہو عجب شان کشا باش و لیرد اس جنگ کی جے میں بڑی دھوم پڑی ہے	قابو سے نکل جانے نہ دو پھر انہیں گھیرد سر کردو لڑائی تو ادھر گھوڑوں کو پھیرد ہاں دیو دھڑی پہ چھائی سے لگنے کو کھڑی رہی
۷۰	عباس عہدار تو کرتے تھے یہ نقشہ ریر خبر اتے تھے کچھ بجو بن آتی نہیں تیزیر کیا صاحب شمشیر جدا ہوتے ہیں مجھ سے	روتے تھے کیلجے کو سنبھالے ہوئے شہیر سیداں سے بلاؤں تو خفا ہوئیں گی ہمیشہ بالے ہوئے دو شیر جدا ہوتے ہیں مجھ سے
۷۱	ہمشکل پیرا نہیں تم پھیر کے لاؤ عباس علی حوٹا دھم کو بلاؤ سایہ میں علم کے مرے پاس آگ کے دم ہو	قاہم مرے پیاروں کی مدد کرنے کو جاؤ گدو کہ بڑا حال ہے ماموں کا اب آؤ پھر جائے تو رٹنے نہیں رو کوں تو قسم لو
۷۲	تھے مضطرب تباب ادھر حضرت شمشیر سرکھوئے تھی قبلہ کی طرف شاہ کی ہمیشہ بابا سے ابھی اصغر داکٹر نہ جدا ہوں	اور بیہیمان دروازوں پہ تھیں مضطرب دل گیر ہاتھ بٹا کرے ہاتھ پرکرتی تھی یہ تھسیر یارب مرے بچے مرے بھائی پہ خدا ہوں



۷۳	سچوٹے میں فاقے سے ہیں اور تشدد ہیں ہیں بچھڑے ہوئے ہیں باپ سے آوارہ وطن ہیں	۷۳	پابند عہدیت ہیں گرفتار دشمن ہیں بندے ہیں ترسے فدائے سلطان دشمن ہیں
	اس کی نہیں طالب کو دولت مری بچاے		عزت سے یہ مر جائیں تو عزت مری بچاے
۷۴	سب بیان کہتی تھیں یہ کیا کرتی ہوا رشاد دنیا میں سے اس کو کہ تمھاری رہے آباد	۷۴	دشمن کو بھی خالق نہ دکھائے غم اولاد برباد ہوں ہاتھوں سے انھیں کے تم ایجاد
	اروغ کا غل شاد امام دو جہاں ہوں		دو دونوں پسراؤں کے سایے میں جہاں ہوں
۷۵	وہ دن ہو کہ ان دونوں کے تم بیاہ رچاؤ گردان کے پھر دآنکھوں سے سرے کو لگاؤ	۷۵	سلا کے انھیں خلعت شاہانہ پٹھاؤ دو چاند سی گھر میں دھنیں بیاہ کے لگاؤ
	وہ گنتی تھی قسمت میں تو بربادی ہے لوگو		ماونپہ وہ صدے ہوں یہی شادی ہے لوگو
۷۶	میں شاد ہوں بیٹوں نے نکالے مرے ارمان چہرہ نہ بے ثلوں کے کئے بچوں کی کیا شان	۷۶	رنیکو چلق نے چڑھایا انھیں پردان ان چہروں کے صدقے میں اور ان شہروں کے قربان
	جاگے ہوئے ہیں شب کے گرے پڑے ہیں دنوں		سینا میں وہ سے بنے روتے ہیں دو لوں
۷۷	لواردوں سے بھروسہ ہوں یا برچھیاں کھائیں اس دم مرا دل دیتا ہے دونوں کو دھائیں	۷۷	مکن نہیں جینے جو وہ میدان سے آئیں لے آئے کوئی چھوٹے سے ہاتھوں کی بلائیں
	ڈیوڑھی سے صد اپنی شائیلی نہیں میں		چاہیں کہ بلاؤں سو بلائیں کی نہیں میں
۷۸	یہ ذکر تھا جو شور انھیں دشت و غا سے کیا چھاتیوں پر برچھیاں ماری ہیں دغا سے	۷۸	لوقل ہوئے شیر انھیں کے نو اسے وہ لوٹے ہیں خاک پہ دور دز کے پیاسے
	دیکھے انھیں کدے کوئی حضرت کی ہنسی		چھوٹی سی زبانیں نکل آئی ہیں دہن سے
۷۹	ان شہروں نے شکر کے نو داروں کو مارا پامال پیادے کے اسواروں کو مارا	۷۹	کیسا کہا پسر سعد کے غم خواروں کو مارا سادتوں کو پسپا کیا جسٹراؤں کو مارا
	آئے تھے حمایت کو حسین بن علی کی		ان چھوٹے سے ہاتھوں سے بڑی تیغ زنی کی
۸۰	ہاں اسلحے کو دونوں کے اسے لوٹنے والو پسکوں کی گرہ کاٹ کے اتھیر نکالو	۸۰	یہ بچے ان دونوں کے قبضہ سے چھوڑا لو ان چھوٹے سے شلوں کو سر ہانے سے اٹھا لو
	اب بچھینے ہوئے تیغ دد دم ایسے شہیر		سر بیکے ان لاشوں کو بچائیں گے شیر
۸۱	یہ سنئے ہی جہان کو شیر بچار سے زینب نے کہا خور ہے دریا کے کنارے	۸۱	دور دور سے بچاے دیئے سدا ہمارے لوگوں سے فرزندوں نے سرا مو نہ دارے
	الطاف و کرم دونوں پر فرماتے ہیں شیر		لاتوں کو اٹھانے کے لیے جاسے ہیں شیر

۸۲	اے بیوی کیوں بٹھی ہو جسے میں تو جاؤ دودھ لھا میں دودھ مندریں جلدی سے بچھاؤ باجوں کا یہ غل ہے کہ سناٹی نہیں دیتا	میدان سے برات آتی ہے آنسو نہ بہاؤ ڈیوڑھی پہ جو آتی ہو سواری تو بلاؤ بچھو تو کچھ آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا
۸۳	فطرتی اور پختی میدان سے آئی حیدر کے نواسوں نے تو جان اپی گنوائی باندھیں ہیں محض شاہ کو آئے نہیں دیتے	رد کر یہ خبر زینب بیکس کو سناٹی اب ہوتی ہے لاشوں کے اٹھانے پہ لڑائی محصوں کے مردے بھی اٹھانے نہیں دیتے
۸۴	شیر بھی کھینچے ہوئے تلوار کھڑے ہیں ہمشکل بنی لانے کو تیار کھڑے ہیں ایکے پر جس طرح سے ددھے ابھی لیس گئے	پھرے ہوئے عباسی علمدار کھڑے ہیں قائم بھی سلنگانے ہوئے ہتھیار کھڑے ہیں وہ کہتے ہیں سرویں کے یہ لاشوں کو نہ نیلے
۸۵	بستے ہی بستے میں تلاطم ہوا اک بار چلائی بس صدقے ہو یا سید ابرار زخمی ہوئے گر آپ تو مر جاؤں گی بھائی	درپر گئی تھراتی ہوئی زینب ناچار پھراؤ مجھے بیٹوں کی لاشیں نہیں درکار سرپتی بیٹوں سے نکل آؤں گی بھائی
۸۶	تم کو علی اکبر کی قسم مجھے میں آؤ صدقے کے بیٹے بھٹے تم شکل دکھاؤ اس دا سے حضرت چلے آتے نہیں گھر میں	وٹے جو اٹھانے نہیں دیتے نہ اٹھاؤ میدان سے بھیتوں کو مے پھر کے لاؤ جو دیتے ہیں صدقہ اسے لانے نہیں گھر میں
۸۷	علوم ہوا مارے گئے بوچھیاں کھا کر میرا ان کو نہ رکھ چوڑائی چھاتی ے لگا کر خوں میں انھیں سرشار نہ دیکھا تو نہ دیکھا	جیتے نہیں جو ماں سے لپٹ جائیں گے آکر آتے بھی مرے پاس تو سوتے وہ ہیں جا کر آخری دیدار نہ دیکھا تو نہ دیکھا
۸۸	میں بیٹوں کے دیدار کی طالب نہیں نہ ہمار تم چار جواں اور اُدھر لاکھ ستر ہزار نکھ سے کہیں باغیچے نہ جالت نہ ہو بھگو	صدقے کروں حضرت پہ جو واپسے ہوں دلدار ہمشکل پیڑ سے کو کھینچیں چہ تلوار خاتون قیامت سے ندامت نہ ہو بھگو
۸۹	چٹا کے یہ با تو علی اکبر کو پکاری جی بھسکے جو کرنے کی نہیں گریہ و زاری پا مال ہوں لاشے یہ گوارا نہیں کب ہی	بے لاشے لیے رن سے نہ تم آؤ واری مر جائیں گی صدے سے پھولی جان تھاری ماں بیٹوں کا دیدار نہ دیتے تو غیب ہی
۹۰	ٹھکان کے جو روئے سے کیجو وہ بال آنکھوں سے بے اشک گردل کو سنبھالا اک لاش کو وہ آپ بعد یاس لیے ہیں	نکھ پردے سے گھبرا کے سکینہ نے نکالا بولی کہ بے آگے ہیں لاشے شہ و والا اک لاش کو آغوش میں عباسی لیے ہیں



زینب کو یے بیایاں گھر میں گئیں باہم داخل ہوئے لاشوں کو یے سرور عالم	۹۱	سرکھو لے سب نے بچھا کر صف ماتم نہی پڑ گیا جدوڑ کے نواسے ہوئے بیدم
جبران تھی کچھ منہ سے نہ کر سکتی تھی زینب		سب دے تھے ایک ایک کا منہ گنتی تھی زینب
کستی تھی بھتی نہیں کیسی ہے یہ منہ یاد اکبر جیے اصغر جیے جتنا رہے سبھا و	۹۲	تم سب کو ہے کس بات کا غم میں تو ہوئی شاد گھر میں ہوئی تو نہ ہوئی اک مری اولاد
سب مل کے بکشت ہوش مرے کھوئے ہو لوگو		بھائی تو پھر بھرے کیوں رہتے ہو لوگو
سرکھو لے ہیں کیوں سب نے بچھا آتا ہے دواں اکبر سا پسر جتنا ہے میں تو نہیں بے آس	۹۳	ہے نہ کرو بھائی کو آنے دو مرے پاس قاسم تو سلامت ہے جو بیٹوں سے ہوئی پاس
انڈو دھا پتے ہو کیوں یہ کوئی رو نیکی جاہی		ماہو نہ وہ مدد دے ہوئے خوش ہو نیکی جاہی
کھنے کو کہا یہ گر آنسو نکل آئے لاٹے دیں لا کر شہر بکس نے ٹائے	۹۴	سب بیویوں نے پیٹ کے سرافک بھائے زینب کے فریجے ٹھہر گئے سر کو جھکائے
اتیکم کو اٹھنے ہوئے کرے کلی زینب		گر و پسر فاطمہ پھر نے کلی زینب
موتے گئے زینب سے پٹ کر شہر و بکر لاشوں کو کرو پیار جو ہے خاطر شیش	۹۵	فرمایا کہ میں بچھہ خدا لے مری ہمیشہ اکدم میں چلے جائیں گے یہ کشتہ شیش
ان لاشوں کو لوگو دیں اپنی کہہ ہاں		پھر بیٹوں کا دیدار کہاں اور کہاں تم
بس آگے نہ دے طول ایسی جس کا انکار اس مرثیہ کا دیکھئے صلہ احمد مختار	۹۶	بتیاب ہے دل سینے میں اور حتم ہے غونہار مردم رہے کوئی وہ ایسی ملیں سرکار
غم گھانا ترے قدر شناس ابن علی ہیں		بناض دو عالم ہیں گئی ابن سنی ہیں

## سلام

بھائی مدد تے ہوں اس درگاہ پر	۱	فوق ہے جس کے گد اکو شاہ پر
خا صکان کبریا ہیں پنجبستی	۲	ہے انہیں بندوں کا حق اللہ پر
تو ن جوجی بھٹکا پھر	۳	لی گئی جنت جب آیا راہ پر
بکشت ذہمت عطاء عدل و داد	۴	ختم ہے آل رسول اللہ پر
چہرہ اکبر لگی کیا تشبیہ دوں	۵	بھائیاں ہیں صاف روئے ماہ پر
لا شہ بے سر پڑا تھا قبیلہ دو	قطعہ	دعویٰ تھی خیر انشا کے ماہ پر

عازان کو بلا دو نینوا	۷	سایہ شہر سیکے تھے شاہ پر
جب بندھا سہرا تو قائم نے کہا	۸	سوت گشتی ہے ہمارے بیاہ پر
قطعہ		
جب چلے مٹھ بہراستقبالی سر	۹	غل تھا مدتے سیدوسی جاہ پر
سر نے بیٹے سے کہا اے نورعین	۱۰	سر کو رکھ دے چلے پائے شاہ پر
جاہ پائے تک نہیں آگیا کبھی	۱۱	دوڑ کر جاتا ہے پیا سا جاہ پر
دھوپ میں رو کی جو حضرت نے پہر	۱۲	آگیا بدلی کا کڑا ماہ پر
قطعہ		
شاہ کہتے تھے کہ فانی ہے جہاں	۱۳	لوگ کیوں مرتے ہیں جب جاہ پر
ماں ہے کیا گر کوئی مانگے تو ہم	۱۴	جان دیتے ہیں حسد کی راہ پر
پیاں فاتحے بکسی اندازے قید	۱۵	ظلم تھے آں رسول اللہ پر
قطعہ		
جب سریر الالم آگے علی	۱۶	طنہ زن تھا روئے روشن ماہ پر
کشتی تھیں پر یاں سلیمان کی قسم	۱۷	حضرت یوسف کھڑے ہیں جاہ پر
اہل دولت سے نہیں مطلب نیست	۱۸	یاں توکل ہے سدا اللہ پر
رباعی		
کھائے مضامین کو کہاں بند کروں		خوشبو نہیں چھپنے کی جہاں بند کروں
یہ باعثِ نغمہ سجی بلبلس ہوں		کھوے کبھی منہ جو زباں بند کروں
رباعی		
مشکِ ختنِ نظم کہاں بند کروں		ہیکے گی یہ آپ اس کو جہاں بند کروں
ہیں ناذک شائے سخن اس بزم کے لوگ		دل انکے کھلیں کب جو زباں بند کروں
رباعی		
مضمون انیس کا نہ چسبہ اتر ا		اترا بھی تو کچھ بگڑ کے نقشہ اتر ا
نقاش نے سو طرح کی خفیت کھینچی		تصویر دیکھ سکی تو پہرا اتر ا



خل ہے اعدا میں کو زینب کے پسرا آتے ہیں	مرثیہ	شور ہے بحر شجاعت کے گہر آتے ہیں
آفتاب نلکب فتح و ظفر آگے ہیں		ہلکے سے لڑنے کو دو تشنہ جگر آتے ہیں
آج غفلت نہیں مینا ہے سرافرازیکا		ہاں جوانوں ہی ہنگام ہے جانبازیکا
وقت غفلت نہیں اسے فازیو ہشیار رہو	۲	چنچ لو تیغ کو خوریزی پہ تیسار رہو
آمد آمد ہے دیروں کی خبردار رہو		صفت جمائے ہوئے آمادہ پیکار رہو
لچکے کا ہمارا تو کچھ برہمیوں والے جاویں		اور دریا پیواروں کے رسالے جاویں
اسے غلدار نشانوں کے پھر ہرے کھو لو	۳	ہاں کمالدار سواروں کے تم آگے ہو لو
برہمیاں ہاتھوں میں تم برہمیوں والو لو		سر کو جنگ تو حاکم سے جو چاہو سو لو
غفلت و غم تک اس شکر خوار کا ہے		اتحان آج دیران خودار کا ہے
دیکھیں غوں پیاسونکا کون آج بہا دیتا ہے	۴	کون ہنگام و غا جان لڑا دیتا ہے
برہمیاں کون کلبوں میں چھب دیتا ہے		کون انھیں مار کے گھوڑوں سے گرا دیتا ہے
آج سر ہوئی ہے کس سے یہ لڑائی دیکھیں		لڑنا کون ہے زینب کی کمانی دیکھیں
ستے ہیں سن تو ہیں چھوٹے پہ نہایت ہی جری	۵	کرچکے ہیں انھیں نسیم و عاصم سب ہی
کس طرح ان سے بھلا ہو یگانہ سر بر کوئی		پوتے جعفر کے ہیں یہ اور ہیں سبطین علی
ان میں جو ہر اسد اللہ کی شمشیر کا ہے		دونوں بیروں میں اثر فاطمہ کے شیر کا ہے
جرات شیر خدا آج وہ دکھلا دیں گے	۶	برق دم نیچے ہر غول میں چمکا دیں گے
چاند سے سینوں پہ شمشیر و سناں کھا دیں گے		مار کے بہتوں کو میدان میں مرجا دیں گے
اس پہ بھولو نہ کہ دروز کے پیادے ہیں وہ		خون کی جا ہے کہ حیدر کے لواسمہ ہیں
لو کہ کم سن ہیں مگر لاکھ پہ وریں وہ دیر	۷	کیوں نہ ہوں صاحب شمشیر ہیں بیروں کے شیر
آگے جب فوج کو رکھ لیں گے زور پر شمشیر		دم میں کر دیویں گے شکر کے زبردست گوزیر
اقت دست علی کا تھوڑے گریو نیلے		ورق دقیر عالم کو الٹ دو نیلے
ذکر یہ تھا کہ اٹھاک ترق گر دو غبار	۸	چاند سے عون و محمد نظر آئے ابسار
پڑ گیا غل کہ وہ آپہنچے علی کے دلدار		کبھی اس حسن کے انساں نہیں دیکھے رنہار
ایسا اڑائے ہوئے رہا ہوا رچے آتے ہیں		جعفر و حیدر گرا رہے آگے ہیں
وہ رہے شوکت و اقبال زبے حمت و جاہ	۹	کیا صفا چہرہ دونوں کے ہے سبحان اللہ
ایک ہے غیرت خورشید تو اک غیرت ماہ		دیکھا جاتا نہیں چہروں کی طرف بھر کے نگاہ
غیرت و شرف و رشک ملک خور ہیں یہ		طور تو اسب ملک سیر ہیں اعدا و رہیں یہ

دیکھو پیشانی کس من سے ہیں جلوہ نما روشنی میں ہیں کہیں ماہِ دو ہفتہ سے سوا	۱۰	منوٰں میں یا آئینہ نورِ حسد روح محفوظ میں اور ان میں نہیں فرق ذرا
اہل ایمان کو تو ایمان کے برابر ہیں یہ		صحف پاک ہر روح کے ہمسر ہیں یہ
کیسوددونوں کی پیشانی دابر و پخیال جن کے برتو سے منور ہے یہ میدان قتال	۱۱	صاف دوبر نظر آتے ہیں اور چار ہلال جھپٹے ایسے جو غور شدہ آجائے زوال
پردہ خاک میں جس وقت نہان ہوئے گئے		کیا حسین ابن علی تڑپیں گے اور دیکھیں گے
جلوہ گر قطرے عرق کے ہیں یہ پیشانیوں پر قطرے شبنم کے ہیں گلبرگ پہ یا قوتِ ثمر	۱۲	روح الماس پہ یا نصب کیے ہیں یہ گوہر ٹوٹکر گرتے ہیں ہاتھوں سے بسانِ اختر
انہیں نظروں کا پسینے کے یہ جلوہ دیکھا		آج بالائے فرقت تڑپا دیکھا
زیر پیشانی جو ہیں ابروِ حسد اریاں دل سے بہتے ہر گوشہ زہرِ اقرباں	۱۳	ان کانوں کی زہے قدر زہے شوکتِ شاں کیوں غیدہ نہ تیر تیر شیشِ کماں
اتنی سی عمر میں دنیا سے روانہ ہونے		بغضا آج یہ تیروں کا کشانہ ہونے
تہرا گسوتے مژہ ناخن تہرازِ اجل کہیں ہم نشترِ سرتیز انھیں یا برقی کے چل	۱۴	مرغِ دل جی سے ہوئے جاتے ہیں زخمی ہر بل کوئی تشبیہ نہیں ہے گراں سے اغفل
بسکہ نورِ نظرِ زینبِ دل گیر ہیں یہ		نیک مردم بد ہیں کے لئے تیر ہیں یہ
دونوں کے کانوں میں آتی ہے یہ زینب کی مہکتی تین دن سے نہیں پالی مرے بھائی کو ملا	۱۵	اسے لے لاڈ لقمے لے ہے مرا شہرِ پسا ایسے تم سے کہے رکھتی ہوں بھسا بھسا
اب شہر سے پیاس اپنی بھجانا پیسا		طرت نہر نہ جانا یہ نہ جسانا پیسا
حسرتِ عید و عارض ہیں تو گیسوِ خوب و قدر پوچھو شہر سے دونوں کے رخِ پاک کی قدر	۱۶	یانہاں ہوئے ہیں ابر کے مکڑے پس بدر رہنے عارض یہ صدا بنت علی کے سر صدر
آج سے کہیں شفاف یہ خسار ہے ہیں		منوٰں نور ہیں غور شدہ ہیں وہ چارے ہیں
جلوہ گر صورتِ خورشید ہیں روئے روشن اور صراحی سے گلوں جو یہ سیبِ ذوق	۱۷	چرخِ کسغین فردس ہیں دو دونوں کے دھن ان گلوں میں بھی عجب طرح کی ہے صوتِ دھن
کبھی توروں کے بھی ایسے نہ گلے ہو گئے		پر گوئی دم میں یہ تیوں کے تلے ہو گئے
صورتِ جعفر طیار ہیں شانے تیسار دونوں کس شان سے شانوپہ رکھے ہیں تلوار	۱۸	دور کوٹنا کے نہ پوچھے یہ بیضا ز ہزار دیکھے جاتے ہیں رخِ پھیر کے شانے ہر بار
یہ سیریداد کے شانوپہ کشا لے ہوں گے		خبر و رخ سے صد چاک یہ شانے ہونے



تین دن گذرے کہ کھانا نہیں پہنچا ہے ہم	۱۹	سیر ہیں صبر و قناعت سے مگر ان کے شکم
دیکھو زیر شکم ناف کا آن کے عالم		ہیں یہ گرداب یم نعت و اقبال و حشم
آئیٹے کو شکم صاف پودے کیجئے		نافہ مشک ختن ناف پر صدقے کیجئے
تلم کا جب قدرت ہیں یہ دونوں کے فت	۲۰	راست ہیں جوں الف اول اللہ احد
یا کہ ہیں سر و گلستان رسولی اجد		ان کو دیکھئے تو ہوشمشاد کو قمری سے حسد
مرے کیوں نہ ہوں آفاق میں برتر ان کے		رایت دین بنی ہیں اقد انور ان کے
دونوں کے حق کی اک سمت کتنی مدح و ثنا	۲۱	اک طرف تل تھا کہ چھیاریوں کو دیکھو تو ذرا
و اہل علی علی علی علی علی علی علی		کس قدر ان کے سلاح عربی ہے رسیا
جیسے دونوں کے ہیں قد بوٹا سے چھوٹے چھوٹے		اسلحے بھی ہیں اسی طرح کے چھوٹے چھوٹے
یچھے قبضوں میں وہ ہیں کہ نہیں جن کی پناہ	۲۲	بر دشمن کے لئے ہیں ہر تن قہر ا کہ
کاٹ ایسا ہے کہ ضرب آن کی جو بیٹھے ناگاہ		کوہ آہن ہو تو کٹ جائے مشال پر کاہ
انک پر انھیں تیغوں کا تو ڈر رکھتا ہے		روز و رات پر رد خور کی سیر رکھتا ہے
اتنے میں کھڑے بڑھا کر یہ پکار سے وہ دلیہ	۲۳	ظالمو کرتے ہو کس واسطے اب جگ میں دیر
ہوئے دعویٰ جسے وہ میان سے کھینچے شمشیر		گو ہزاروں ہوں پہ ڈالتے نہیں رو باہوں سے شیر
اس نے سر کے لیے نہ اماں تن کے لیے		یچھے قہر خدا ہیں صف دشمن کے لیے
خلی میں حرب ہے نانا کی ہمارے مشہور	۲۴	جس نے صفین میں کے قتل ہزاروں مقہور
ایک دم میں حرم کعبہ سے بت کر مہ دو		جنگ غندق کو کیا فتح محمد کے حضور
عمر کو قتل کیا کھڑے کیا منتر کو		جنگ خیبر میں اکھاڑا تھا دیر خیبر کو
دادا ہے جعفر عیار سا خرغام و غا	۲۵	تھا جو دنیا میں محمد اور رسول و دوسرا
ماموں شیر کا منظوم عزیز الغریبا		حالی رنج و محن مالک نیلم و رضا
ہم سے ہمسر کوئی عالی بسی میں کب ہے		فاطمہ بنت نبی نانی ہے ماں زیب ہے
کس کا رتبہ ہے یہ جو کچھ ہے شرافت ہم میں	۲۶	شان جعفر ہے کو محزو کی ہے شوکت ہم میں
بخدا فاجح خیبر کی ہے جرات ہم میں		شیر بنت شیر مرداں کی ہے طاقت ہم میں
کوئی ہم شیروں کی ملواریزہ سکتا ہے		دو بدو ہم سے جہاں میں کوئی نہ سکتا ہے
جوں علی و ولید یحییٰ زنی رکھتے ہیں	۲۷	ہاتھ میں قوت شیر شکنی رکھتے ہیں
دل بے کینہ میں خلق حسنی رکھتے ہیں		طبع میں حلم حسین مدنی رکھتے ہیں
صاف باطن ہیں دغا کی نہیں باتیں ہمیں		حق میں سارے بزرگوں کی صفاتیں ہمیں

نقشہ ہستی و شمس کو شاد دیتے ہیں	۲۸	شہر تیخ سے ناری کا جلا دیتے ہیں
کوہ کو پاؤں کی نوکر سے شاد دیتے ہیں		ایک فکار میں صنم کو بھگا دیتے ہیں
عصب ربہ مل ضرب ہے ہم شہروں کی		غریب شہر خدا ضرب ہے ہم شہروں کی
لاکھ خط بھیج کے ماموں کو بلایا تم نے	۲۹	نصل گر ماموں میں ان سے پھڑپھڑا تم نے
نقدی زادے سے بے وجہ پھر ایا تم نے		بے گندہ لہر زمر کو سستا یا تم نے
انہرے پیاسے کو قطرہ نہ دیا پانی کا		طور ہوتا ہے جہاں میں یہی ممانی کا
عوفی ہے نہ پیمبر کا ادب کرتے ہو	۳۰	بیست اس خیر دو عالم سے طلب کرتے ہو
کوشش قتل شہنشاہ عرب کرتے ہو		پانی دیتے نہیں یہ کو عصب کرتے ہو
اک ہی زادے پر پیر کی طینانی ہے		اور اس پر تمہیں دعوئے سلسانی ہے
روح سے عورت و عہد سنی کی جب گفتار	۳۱	قل پر پیاسوں کے آمادہ ہونے ظلم شعار
گھڑے تھکاکے ہانٹے گئے نیزوں کو سوار		قدرا نہ ازوں نے چلوں سے ملائے سو فار
انہیں کروں سے بچنے کہیں قتالوں کی		دو تک چھائی یہاں میں گھٹا دھالوں کی
رمد کی طرح سے گر جا دیں جنگ و جدل	۳۲	سورت برق چمکنے لگے تلواروں کے پھسل
نکچے برصغیر سے جواتان قوی الہیکل		شام کی فوج کا دو پیاسوں سے اثر اباد ل
بیشک جہتہ جگریمے میں گھبرا نے مگی		گریہ فغانہ زہرا کی صدا آئے لگی
دلوں پیاسوں پر آدھرنی یورش اہل جہاں	۳۳	اور ادھب رخا حرم شہر میں تلامطم بر پا
زیبیوں سے گما زینب نے بصد درو و بکا		سیرے بیٹے مرے ماں جائے پہ ہوتے ہیں خدا
سیاس میں چوٹوں سے ہاتھوں کی صفائی دیکھو		چلو لوگو مرے بچوں کی رزائی دیکھو
زیبیوں سے گما زینب لے جو رو کر یہ متعال	۳۴	صف ماتم سے وہ گھبرا کے انہیں سب فی الحال
زینب زار تو آئے ہوئی کھلے ہوئے بال		پچھیر روتی چلی ہر ایک بصد رنج و ملال
پھوٹی ڈیوڑھی پہ نو سیداں کا رقصہ دیکھا		دو لوں مصیبتوں پر کفار کا زفا دیکھا
حال یہ دیکھ کے زینب کا ہوا حال تباہ	۳۵	زنگ فنی ہو گیا دل پر ہوا عہدہ جان کاہ
بھرد مافی سے یہ کرنے لگی بانالہ و آہ		دیکھو عزت مرے فرزندوں کی یا بارہ آہ
عہدے آسمان پر دور دور کے پیاسے ہو جا میں		روح میں قیدہ جیدہ کے نواہے ہو جا میں
زینب محبوب کے پار سے کے مددگار ہیں یہ	۳۶	ہو کے پیاسے ہیں مصیبت میں گرفتار ہیں یہ
یزید سندے ہیں غلام شہر ابراہیم یہ		اہل کیں لاکھوں ہیں اور دو بگڑا فگار ہیں یہ
ان کا تھوٹا یہ شکر نہ دیا لا ہو جائے		خون میں دو نول کی جان بازی کا شہر ہو جائے



تو اگر چاہے تو دے پل پہ پیٹھ کو غفر بخش دے وہ دم میں لوٹدی کے شجاعت کا اثر	۳۷	ہو زرا ضل تو قطرہ ابھی ہو جائے گہر نام آفاق میں کر جائیں مرے نور نظر
خون بچاں ہو جدا مجھ سے محمد ہو جائے		بہر ناطق زہرا کی بلا رد ہو جائے
اتنے میں جا پڑی سرور پہ نظر زینب کی سامنے ہیں جو کھڑے اکبر عباس علی	۳۸	دیکھتی کیا ہے کر دتے میں دل و جان بتی دم بدم رو رو کے فرار ہے میں اتنے یہی
مالی دو آنکے سے لڑکوں کے عفو ناری کو		جاو دور روز کے پیاسوں کی مدد گاری کو
یہ سخن سبط محمد سے جو زینب نے سنا کیا یہ نہ بر ہے مجھ سے تو کہو بہر حسد	۳۹	رو کے چلائی کر اسے بھائی یہ کیسا تم لے کہا بھیتے ہو اکیس کیوں جانب میدان دعا
اگے غراکبر و عباس تو غم کھا کون جی		تھے سریشی تھے سے بھل آؤں گی
دو بیانی کچھ اُن کے لڑکین پہ شیکے اصلا ہاں گر پیاتہ کئی دن کے ہیں وہ ماہ لقا	۴۰	ہشت پران کی مدد کے لئے ہیں شیر خدا کھینچے بہر خدا بھائیوں کے حق میں دعا
دم بدم تیرا لعل پہ مرے پڑتے ہیں		آج فرزند مرے چلے پہل لڑے ہیں
یاں تو شیر سے کرتی تھی یہ زینب گفتار یا علی کہہ کے جویں میان سے تیغ اکبر	۴۱	اور ادم خون و محمد نے اکھٹا ہے رہوار خون کے مارے لگے کا اپنے سب ظلم شمار
اصف کی صف ہو کئی مسار سہم گاروں کی		بجلیاں فوج پہ گرے لگیں تلواروں کی
جس طوت پھرے ہوئے رن میں تھپتھے وہ شیر پیش آجاتا تھا گر کوئی زبردست دیر	۴۲	مارے تلواروں کے کر دیتے تھے وہ لاشوں کے دیر ہو دونوں تشدد شجاعت سے اسے کرے تھے زیر
اعزم با بجزم تھے کیا غافل کے پیاروں کے		پھوٹی کی تھون سے دم بند تھے غداروں کے
یمنے والوں پہ جا پڑتا تھا گر خون جری سب پہ ہر ایک کے تھا نام حسین ابن علی	۴۳	حکم درمیر سے کی عفو یہ محمد شمس بھی دونوں کے سامنے سے بھاگتے پھر نے تھے شقی
تیرت گھوڑے جھپٹ کر یہ جد ہر جاتے تھے		بے لڑے گئے مدد سہم کے مر جاتے تھے
حکم در خون پہ ہوتا تھا اگر کوئی سوار منا تھا کوئی محمد پہ اگر نیزے کا وار	۴۴	ماریتا تھا محمد اسے بڑھ کر اک بار خون تب اس کو لگاتا تھا جھپٹ کر تلوار
ایک سے ایک سوا جنگ میں کہ کرتا تھا		یہ مدد اس کی تو وہ اس کی مدد کرتا تھا
ایک لے چپے سے گر سر دشمن کا ٹا تیغ سے دونوں نے جس جس کا سرو نہ کا ٹا	۴۵	دوسرے نے اسے بڑھ کر سج تو سن کا ٹا سج خود دوزرہ و بکتر و جو شو کا ٹا
جا پڑے رقا سے سردار کو جس جاد بکھا		مارا دو لاکھ میں اس کو جسے کیا دیکھا

آگے ان شیروں سے ہوتے تھے جو سرگرم نبرد گھوڑوں کی ٹاپوں سے اڑتی تھی بیلوں میں گرد	۴۶	برتی شمشیر سے جل جل کے وہ ہو جاتے تھے سرد ہر طرف خاک پہ بیل تھے ہزاروں نامرد
اتل کر ڈالا سواروں کا رسالہ دم میں		کر دیا پیاسوں نے لشکر و بالادہ دم میں
نیزہ بازی کا جو پھسر آگیا دونوں کو خیال دو عین نکلے ادھر سے بھی پئے اُجھک دجداں	۴۷	نیزہ باز دوں پر گرے چھوٹی سی تیغوں کو سبھاں تھے جتنا میں تب زید بیدار گھر کے لال
ایک برغون دلا دے اٹھایا گھوڑا		ایک شامی یہ ٹھڈے بڑھا یا گھوڑا
جاتی تھی تاسیر گردوں جو سانوں کی جھلک سامنے گھوڑوں کے شرمندہ تھی بھلی کی جھک	۴۸	انکھ خورشید کی ہر مرتبہ جاتی تھی جھلک تھر تھراتی تھی زمیں رن کی رز تے تھے خاک
جب یہ لشکار کے نیزوں کو گناں دیتے تھے		آہنی ڈھالوں میں سینے وہ چھپا لیتے تھے
یہ جھکے آن پتہ اچھر بھی جھکے وہ ڈوں خوار رہتی تھیں نیزوں کی اینوں سے جوانیاں ہر بار	۴۹	وہ طرف دونوں سے بس چلنے لگے نیزوں کے آ خاک پر گرتی تھیں چٹاریاں بے حد و شمار
قتل پر ان کے تو غوغا اڑا دے کرتے تھے		پر یہ کس خوبی سے ہر دار کو رو کرتے تھے
دیر تک دونوں سے لڑتے رہے زینب کے پس آگے تب جینا میں کہنے لگے وہ نیک سیر	۵۰	ان کا دار ان پر چلا اور نہ ان کا آن پر دیکھو اسے ظالموں ہم دونوں کے نیزوں کا اثر
ایک بیک پھرتی سے اس طرح ہلاے نیزے		دونوں خوں خواروں کے سینوں میں آگ پھرتا
بسکہ تھے زور میں یکتا وہ علیؑ کے دلدار نیزوں سے پھر انھیں پھینکا سوئے چرخ دوار	۵۱	دولوں کو نیزوں کی لوگوں پہ اٹھایا اک بار جب لگے گرنے تو دونوں نے مگائی تلوار
برشیا یلخ پہ جہاں تھے ستر زن میں		چار ٹکڑے کیے دونوں کے باروں میں
اس خوابی سے ہوئے قتل جو دونوں غوغا الانوں کی ہوئی فوج ختم آرا میں بکار	۵۲	کیا سحر میں نے بکر کا نسرہ ایک بار جھلک تھکے خاک پر تھکے کو امام ابرار
ابیں شاباش لیں واہ کا قل بر پاتھا		عرش تک جو حکم اللہ کا قل بر پاتھا
پھر گناہوں پر شیروں نے اڑائے گھوڑے سب لے رخ پھیر کے میداں سے بڑھائے گھوڑے	۵۳	قد اندازوں میں جوں تیر در آئے گھوڑے پچھے بد کیشوں کے دولوں نے اٹھائے گھوڑے
اسم کر چپ گئے تھے گوشوں میں سرکش کتنے		گرتے رن میں خطا کاروں کے سرکش کتنے
حق جب طرح کی میداں میں اس دم ہل چل گھوڑوں کی ٹاپوں سے تھراتا تھا سا سا غل	۵۴	بھاگتے پھرتے تھے ہر سمت سوارا و پیدل گرم تھا دشت بلا خیز بہ شکل شیشل
بدوا اسی سے جو بھاگے تھے جواں لشکر کے		ایک پر ایک گرا پڑتا تھا اسے در کے



۵۵	دو نوں لڑکوں سے جو بر آئے سکے اہل خطا غل پس کر ہوئے بیتاب امام دو سرا سر عینوں کے ذاب تن سے اذکار دیار	تب محمد کی دو ہائی لگے دیئے اعدا بھانجوں کو درختے سے یہ دی بڑھکے صدا ظہر کو یوں کو محمد کے نہ مارو پیارو
۵۶	روک لو ہاتھوں کو اب تم کو پیٹر کی قسم تم کو زہر کی قسم ہے عتیں چنڈر کی قسم میں سوا جاتا ہوں لہ نہ تاخیر کرو	۵۶ نیچے بیان میں کر لو عتیں شہر کی قسم اب نہ قتل ان کو کر دم کو مرے سر کی قسم بخشولے کی گنگاروں کے تدبیر کرو
۵۷	اے مرے پیارے دماؤں کے کہنے پر عمل استغاثے کی صدا سے ہے مراد دل بے کل میرے ناتا سے مدد کرتے ہیں شکوایرا	۵۷ نہ لڑو اب نہ لڑو ظالموں سے میرے بدل کیس ایسا نہ ہو آدے مرے وعدے میں خلل اب ہے نزدیک کر پھٹ جائے کلیجہ میرا
۵۸	پہوچی میداں میں جو آواز شہنشاہ اُم ماہوں چلائے ہیں رورو کے بعد درود الم آخر قسم دل ناشاد پہ چلتا ہوگا	۵۸ بھائی سے بھائی یہ کہنے لگا بادیدہ غم اماں غش ہو گئیں ہیں خیمے میں شاید اس دم ماں کی اہفت ہے کلیجہ نہ سمجھتا ہوگا
۵۹	رو دیا چھوٹے لے سکر یہ بڑے کی گفتار گھر گئے لاکھ سواروں میں علی کے دلدار دل میں دو نوں کے بھری تھی جو دھائے شیر	۵۹ ایک بیک ٹوٹ پڑے کان پر ہزاروں کوختار برچھیاں چل گئیں ہونے لگے تلواروں کے وار تھاپہ ہر زخم پہ لہرہ کہ خدائے شیر
۶۰	ایک تو پیاسے تھے دور و ز کے وہ نیک حصال چھاتیاں ہو گئیں تیروں سے سراپا غریبال انہ پھر اگر کبھی ماہوں کو صدا دیتے تھے	۶۰ زخم کھائے جو بدن پر لو ہوئے اور بڑھال خون میں لال ہوئے زینب دگر کے لال سنت سے سر کبھی ہر زون پہ بھکا دیتے تھے
۶۱	زخم شمشروں کے تھے پھول سے زخما روں پر سج پہ ارٹکی تھیں کمانوں سی بھویں کٹ کھڑ اپاؤں ہر دم پر رکابوں سے نکل جاتے تھے	۶۱ خون میں ڈوبی تھیں سنبیل سی وہ زینب کمر سکڑوں جم پہ تھے زخم سنان و بخر یاحسین ابن علی کہہ کے سنبھل جاتے تھے
۶۲	غش میں گھوڑوں پہ کبھی جھومتے تھے ہونوں جوی ناگماں عون کے اک شامی نے ماری بر بھی اس طرف خاک پہ گھوڑے سے وہ معصوم	۶۲ غلطی میں آن کے ہونٹوں کو چبانے سے تھے کبھی ساتھ ہی سر پہ محمد کے بھی اک تیغ لگی پان کلیجے کو کڑ کر سبب مظلوم گرے
۶۳	نیچے کی دیوڑھی سے زینب یہ پکاری ناگاہ کیا غضب ہو گیا کیوں روئے امام ذبیحہ اگر پڑے برج شرافت کے سارے گن میں	۶۳ جبر تو ہے علی اکبر کو مجھ سے لہ رو کے ہم شکل پیر نے کہا کیا کہوں آہ اے پھوپھی قتل ہوئے آپ کے پیارے رن میں

۶۴	یہ خبر سنتے ہی تھرا سنے لگی زینب دار بھٹک کے جدے ہیں کہا میں تری قدرت کے ثمار	۶۴	اوڑ گیا زنجب گردوئی نہ وہ سینہ فگار سرخو بجو کیا پیش رسول مختار
	اعدتے زہرا کی کمائی پہ کمائی میری		شکر کرتی ہوں کہ اسید برائی میری
۶۵	یاں تو زینب نے کیا شکر جناب احمدی ساتھ اکبر بھی تھے اور قائم و عباسی	۶۵	اور چلے رن کی طہ روتے ہوئے سبھا بلی پچھیدیاں میں جو پیئر تو آواز یہودی
	پسر فاطمہ زہرا کو سنبھالو پیارو		کو ح کرتے ہو تو دبدار دکھا لو پیارو
۶۶	کیا پردیس میں ماموں سے کنار اتم نے خاک پر گر کے نہ ہو بھی پکار اتم نے	۶۶	بر چھیاں کھایا کیے دم بھی نہ مار اتم نے ہائے تکلیف مری کی نہ گو ار اتم نے
	اُس نے تیروں کو کیسے سے نکالا جو کا		کس نے گرتے ہوئے گودی میں سنبھالا ہو کا
۶۷	ٹھونڈتے پھرتے تھے سیداں میں امام دوسرا اماں آئی یہ غاویں قیامت کی صبرا	۶۷	بھانجوں کے کہیں لاشوں کا نہ ملتا تھا پنا ادھر آؤ ادھر آؤ ادھر آؤ بیٹا
	نکاح تیوں سے ہیں دور روز کے پائے میرے		میری گودی میں ترشیتے ہیں نواسے میرے
۶۸	دیتے ہیں سائی کو لڑا کھیں جام کوثر واہ کیا اہل وفا ہیں مری زینب کے پسر	۶۸	پھیر لیتے ہیں ننھا اس پانی سے یہ تشنہ جگر کہتے ہیں ماموں کو پیاسے ہیں میں اہم کیوں کر
	یاد ہے اُن کی ابھی تشنہ دہالی ہم کو		شاہیں زہر سے بدتر ہے یہ پانی ہم کو
۶۹	ماں کی آواز پہ دوڑے جو شہنشاہ زمیں کثرت زخم سے مگزار ہیں دونوں کے بدن	۶۹	دیکھا دم توڑتے ہیں خاک پہ وہ تشنہ دہن ہچکیاں بیتے ہیں کھلے ہوئے غنچے سے دہن
	انوں میں رہا بغاوت اللہ کے گل بوٹے ہیں		بچے چھوٹے سے ہاتھوں سے نہیں چھوٹے ہیں
۷۰	کر کے لاشوں کا یہ پلاسے امام دوسرا عش میں دونوں نے سنی شہ کے جوتے کی صدا	۷۰	کھل دو آنکھوں کو اے بھانجہ ماموں آیا کھل کر آنکھوں کو دیکھا رخ شہاد شہدا
	لوئے شہاس نگہ پیاس پہ قربان حسین		اس بھت پہ اور اس پیاس پہ قربان حسین
۷۱	جو کلمہ بھوں کو کہنے لگے وہ گل اندام آپ آقائے دو عالم ہیں یہ فدوی دین غلام	۷۱	مرطاعت سے نہ فرمائیے مولایہ کلام بہتے تلو آپ پہ قرباں ہوں یا شاہ انام
	کردیا آپ کے اظاف لے نامی ہم کو		خزب اکبر و اصفی کی فحای ہم کو
۷۲	شاہ سے عون و محمد نے یہ کی جب تقریر پھر یہ کہنے لگے دونوں سے امام و لکیر	۷۲	غوب چھائی سے لگا کر انھیں روئے پیئر کچھ وصیت کرو مادر کو کہ ہے وقت اخیر
	انام مٹاں کا یہ صدر ہوا اکی پیاروں پر		انستے بھوں سے بے جانہ سے ہماروں پر



بھر کے دولوں نے دم سرد یہ سردی کہا ہم نے امان سے کہا تھا یہ بعد درود بکا	۷۳	جس گھڑی غم سے ہم چلنے لگے تھے سدا دودھ تو بخشو کہ ہم ہوتے ہیں اب غم جدا
روکے بولیں یقین یہ دولت نہ ہوگی دنیائی تھیں		یہاں سے مرعہ لگے تب دودھیں بخشوں کی تھیں
کوئی ارشاد نہ مادر کا بھایا ہم نے بہر امداد کسی کو نہ بلایا ہم نے	۷۴	زخم بنس بنس کے ہر اک سینہ پہ کھایا ہم نے آپ شاہد ہیں کہ پانی نہیں پایا ہم نے
انہوں میں اور خاک میں ہم دونوں کے تھے تری		اب تک پاس ہے گرمی سے جگر جلتے رہے
شکر صد شکر کہ اپنا تو ہوا خوب انجام آپ جب جائے گا خیمے میں یا شاہ انام	۷۵	مگر امان کی عیبی پہ ہے رونے کا مقام ان کو ہم دونوں کی جانب سے یہ دیکھ گویا
مر گئے ہم نہ رہے اس ہماری اماں		دودھ بخشو تو سیٹھیاں ہماری اماں
دے کے اور کو یہ پینٹام بعد درود بکا سو کے وہ بولے کہ کیا کرے ہم تم پہ فدا	۷۶	ہم حسرت سے سوئے تھے اکبر و اکبر و بکرا ان سے تب جوڑ کے انہوں کو یہ دولوں نے کہا
امر تے دم ہم پہ یہ اے بھائیو احسان کرو		ماہوں صاحب پہ اٹھا کر ہمیں مریاں کرو
لے لے یہ دولوں نے منہ شاہ کے قدموں پہ لے یک بیک آنکھیں بھی پھر انہیں شکے بھی ڈھلے	۷۷	جھک کر شیر نے چوئے وہ مریاں سے لے شاہ پلائے کر اے بھائیو دنیا سے چلے
لیا وفاداری میں کامل تھو وہ صفدر دولوں		مر گئے شاہ کے قدموں پہ تراب کروہ تو اہم
بھائیوں کے لیے سر پٹ کے اکبر روئے گر کے ان لاشوں پہ عجایب دلا وزیر روئے	۷۸	قاسم غنچہ دہن خاک اڑا کر روئے آسمان بل گئے اس درد سے سرد روئے
منہ پہ منہ عورت کے بھکر کھسی چلاتے تھے		بھی لاشے تھیں محمد کے پٹ جاتے تھے
کبھی کہتے تھے کہ اس اس سے مر جاؤں گا جب تک جیتا ہوں، لے لاؤ تو غم کھاؤں گا	۷۹	شکل آب زیب بیکس کو نہ دکھلاؤں گا ہائے اب ہم سا ہواد میں کہاں پاؤں گا
اوم بدبر تار و فر یاد کروں گا پیارو		زیرِ حجر بھی یقین یاد کروں گا پیارو
واسطے مانوں کے جانوں کو کنوا یا ہے ہے	۸۰	تین دن پاس ہیں پالی بھی نہ پایا ہے ہے
گھر کو ویراں کیا جھٹل کو بسا یا ہے ہے		بہی تنہائی کا کچھ دھیان نہ آیا ہے ہے
غلہ ہیں جا کے بچے بھول نہ جانا پیارو		ایسے نانا کو مرا حال ملانا پیارو
میتو تم کل کے مددگار ہو جاؤ نانا تیمد سے زیب بیکس کو بجاؤ نانا	۸۱	اپنے فرزند کو آفت سے بچھڑاؤ نانا خدا کے رہنے سے اب اٹھ بھاؤ نانا
انانی زہر کی گمانی پہ زوال آتا ہے		آپ کا یہ لا بھلا باغ ٹھا جاتا ہے

۸۲	بین یہ کرتے تھے لاشوں پہ امام دو جہاں ہائے اسیرے خور آدم میں تھارے قربان انفہ تھراتی ہوئی رن میں علی آتی ہے	۸۲	گناہاں آئی یہ آواز بصد آہ و فغاں شرکے حضرت سنے جو دیکھا تو یہ دیکھا سماں ادب ہاتھوں پہ زہرا کی روالا آتی ہے
۸۳	پوچی فضا جو قریب خلعت شیر حسد آپ کی خواہر نکلیں سنے کہا ہے شادا خلعت میں انکو شارت سے نہ بھیجیو بھائی	۸۳	دے کے زہرا کی ردا بولی بصد درد و بکا سیرے بیوں نے ہے دنیا میں مجھے شاد کیا اس ردا کا مرے بچوں کو کفن دو بھائی
۵۴	سن کے یہ خون دل آنکھوں سے بسایا شہ نے آن پر جب چادر زہرا کو اوڑھایا شہ نے سر خدام نے جو مائوں پر کئے ہیں پیارو	۵۴	دونوں لاشوں کو پھراک جا پہ نایا شہ نے شافے مردوں کے پا کر یہ سنایا شہ نے یو یہ خلعت نکلیں ماور نے دیئے ہیں پیارو
۸۵	روک خامہ کو اینس اکی نہیں تاب رنم ہاتھ اٹھا کر یہ داما گمب بصد درد و الم دل مرا اور کسی شغل میں مصروف نہو	۸۵	ہے بچوں میں بپا خور فغان و ماتم ہوئے یہ مرثیہ مقبول شند شاہ اُمم جیسے جی مرثیہ کسنا مرثیہ موت نہو
رباعی		رباعی	
	برتر ہے ملک کا بشر سے پایا سدرہ سے پکارتے ہیں جیول میں		پر سب نے شرف علی کے گھر سے پایا میں نے بھی جو پایا اسی در سے پایا
رباعی		رباعی	
	ایماں پایا علی کے در سے پایا علوی کو زبشت آدم کھ		رتبہ پایا تو اس بشر سے پایا جو کھ پایا علی کے گھر سے پایا
رباعی		رباعی	
	کیا حلتے شرف علی کے گھر سے پایا نئی آرزو بہشت و آب کو فر		بیا رتبہ شاہ بحر و بر سے پایا وہ باپ سے پایا یہ پسر سے پایا
رباعی		رباعی	
	ینساں کو قبل دیدہ تر سے پایا یہ طفت اٹھایا نہ کسی شادی میں		داسن کو بھرا ہوا گھر سے پایا جو خطا غم شاہ بحر و بر میں پایا
رباعی		رباعی	
	یناں علی کو ہر بشر سے پایا داں رہتا ہے باپ خیر و آکھ پر		ہاتھوں کو کشادہ بحر و بر سے پایا حق سے مانگا علی کے گھر سے پایا



دشت جنگاہ میں زینب کے جو پارے لگے	مرثیہ	فل پڑا برج شرافت کے ستارے آئے
شیر کی طرح سے دریا کے کنارے آئے		جنگ کو لاکھوں سے وہ پیاس کے مارے آئے
ان کا نانا ہے علی صاحب شمشیر ہیں یہ		ہاں خبردار کہڑے نہیں دوشیر ہیں یہ
سن تو کم ہیں پہ شجاعت کے دھنی ہیں دونوں	۲	جو کے پیاسے ہیں بہ ہمت کے غنی ہیں دونوں
سرہستانِ امام مدنی ہیں دونوں		دیکھو آمادہ شمشیر زنی ہیں دونوں
ذہابیں شانوں پہ ہیں اور ہاتھوں میں شمشیر ہیں		جعفر و حیدر کراہ کی تصویریں ہیں
ابھی کیا عمر میں ہیں ان دونوں کی اور کیا سن و سال	۳	بیل کے دن ہیں مگر جان پہ کیسلے ہیں یہ لال
اسے خوشا حشمت و اقبال زہے جساہ و جلال		پیاس کا کچھ نہیں حد سب نے مرنے کا خیال
جوں علی خاک میں بہت نہیں فرماتے ہیں		سیچے توں کے ہر مرتبہ رہ جاتے ہیں
کس میں ہے ایسی بزرگی جو نسب ان کا ہے	۴	دبدبہ رزم سے تے تا بہ غرب ان کا ہے
فخر عالم ہیں یہ ثانی کوئی کب ان کا ہے		صف شکن صاحب شمشیر لقب ان کا ہے
اطل اس سن میں نہیں صاحب ہمت ہوتے		گرجاں ہوتے یہ رٹ کے تو قیامت ہوتے
حال پر زینب بکس کے ہے رونے کا مقام	۵	ریخ سے بیٹوں کے ہو باقی ہاں بے آرام
یوں لٹا دیوے یہ دوست ہے اسی بی بی کا کام		کوئی چھاتی سے جدا کرتا ہے ایت گھنہ نام
اعلم سے سینے میں کلیجہ تہ و بالا ہو گا		کس طرت آپ کو زینب نے سمجھایا ہو گا
پر تعجب ہے ہمیں اور یہ حیرت کی ہے جا	۶	اُس کے رونے کی بھی اس وقت نہیں سنتے صدا
مرگئی ہوگی تڑپ کر تو عجب کیا اس کا		ایک بولا کہ وہ بھائی کی ہے عاشق بخدا
اُس کا بس ہوتا تو اپنی بھی فدا جاں کرتی		لاکھ بیٹوں کو وہ پیئر پہ قرباں کرتی
ذکر و نئے کا ہے کیا وہ ہے علی کی بیٹی	۷	ماں سخی باپ سخی بھائی سخی آپ سخی
اُس کو بھائی سے زیادہ نہیں پیارا کوئی		ہے یہ منظور کیج جائے دل و جان بٹی
اعلم نہیں اس کا کہ گھر کی مرے بربادی ہے		ہے تو فرزندوں کا ماتم پہ اسے شادی ہو
اور دنیا میں کسی ماں نے یہ دل پایا ہے	۸	آپ دولہ سا بنا کر انہیں بھجوا یا ہے
خلعتِ فاخرہ خوش ہو ہو کے پہنایا ہے		ڈیوڑھی تک آ کے کئی بار یہ سمجھایا ہے
اگر خدا فضل کرے جنگ کو سر کر آنا		اور خبردار جو آؤ گے تو مر کر آنا
دیکھو بھجھاتی ہوں جو کچھ اسے سنتے جساؤ	۹	کیس میدان سے نہ پھر چکے میں جیتے آؤ
جو ہر تیغ علی دشمنوں کو دکھلاؤ		زخم اس بھوک میں نہیں ہنس کے بدن پر کھاؤ
آپ پر سے جو کچھ گندے گادیکھوں گی میں		کر قدم پیچھے ہٹا دو دو نہ بخشوں گی میں

۱۰	ہاں نے جو کچھ کہہ کیا ہے وہ کر رہے دونوں میر میں مار کے ہاتھوں کو میر میں گئے دونوں ادار اور کسی تذبذب سے چلنے کے نہیں	۱۰	دست بنگا، کو لائوں سے میر میں گئے دونوں قدم آئے۔ گئے کو میر میں گئے دونوں وہ مجھے یہ بتا رہے ہیں کہ گئے نہیں
۱۱	پھوٹے چھوٹے تو ہیں خدا اور ارادے ہیں رُخ نہتے تاتے ہوئے کس شان سے رن میں کھڑے دو شب دروز کے پیاسوں کی شجاعت دیکھتے	۱۱	جامد سے بڑی پہ گوندھے ہوئے کیسو ہیں یڑ سے عانت کہتے ہیں کہ آوے جسے رونا ہو لڑا سے سرمرداں کے نواسوں کی شجاعت دیکھتے
۱۲	رنے سے اہل سعادت تو یہ آپس میں کھام جعداں کام کرو بیٹوں کا زینب کے غام بچے ہیں کھات سے باتوں میں لگاوان کو	۱۲	ترسہ کے یہ فوج کو پوسنے کا حکام بچتے پھر جائیں نہ نیت کی طرف یہ کلف م گھوڑوں سے نوکوں پہ بیڑوں کی اکھاواں کا
۱۳	مادر ابنگ کی سو جی ہے بکے یہ تذبذب ہاتھ آئیں تو پنہا کر انھیں طوق و زخم خلعت و زر نہیں سردار سے مانگ آئے گا	۱۳	کر لو شیروں کی طرح ان کو کندوں میں ایسر یاں سے بچا ہوں گے یوسف کی طرح پیشایر اور ترب کر لیسے غلام مرعائے گا
۱۴	نہتے کے یہ فوج نے بے سہ سے بے نیت کیا کہیں رو باہوں نے شیروں کو بھی بڑھدگی ارنی قائم ہیں بڑے ہیں مہ جاتے ہیں	۱۴	کس طرف دھیان ہے دونوں کو تو بنگا ہے کیا کسی لشکر میں ملی قید ہوئے ہیں وہ ہتہا بہتر شہر انہیں کہیں ہاتھ آتے ہیں
۱۵	کہہ کے یہ رن میں صف آرا ہو ہیں فوجیں باہم نہتے سید سے ہوئے نہیں جو میں مرعت علم سب زمین پاؤں سے بھاردوں کی بولنے لگی	۱۵	خٹے شکر کے شاں پچکے سہرے پر چم فوج دشمن کی کمانوں سے ملے تیسرے ستم حرکی باجون کی گردوں بہ صدا آئے گی
۱۶	پوچی ماسوس کے نیچے میں رہ جس وقت صدا کہا زینب نے کہ بیٹھ کرے کرتے میں و غا اچھی معلوم کیا ہے ہیں نہ اسے ہیں وہ	۱۶	اہل گئے سینوں میں دل اور نہ رہے ہوش بنگا اسے لوگو کر دے سکوں کے حلق سے دعا حو کے دو دنا کے ہیں اور وز کے پیاسی ہیں وہ
۱۷	بھی کا ہے کوڑے ہیں وہ مرے وہ میر کساں دو طفل صغیر اور کساں فوج کثیر یہ دعا مانگو کہ سر آں کے اتار جائیں	۱۷	نہیں دیکھتی سب چلتے کہیں رقی شیر بھی دھڑکا ہے کہ ہو جائیں نہ اعدا میں ایسر بہت بھائی کی ٹائے کے وہ مار جا رہا
۱۸	کہہ کے بہ خاطر کی بیٹی نے عریاں کیا سر ہرزہ اد علی بہر حسین و شیر مرخو دھون ہو سر بہتر محمد ہو	۱۸	خاک آید رکھ کے جسے حق سے کہا رورور ہو مرے بچوں کا احکام بخیر اسے داوہ صدقہ دینی ہوں کہ بھائی کی بار دہوئے



۱۹	یاں تو رہ بکھولے جوئے کرتی تھی زبنت یہ دعا سیکڑوں تہنیں کھنچیں نیروں کا یمنہ پڑنے لگا لاکھ آفت اگر افلاک سے ٹوٹے بھائی	دونوں لڑکوں پہ وہاں شام کا بادل اٹھا بچے بچے کے بھائی نے یہ بھائی سے کہا روح بھائی کی طرح ساتھ نہ چھوٹے بھائی
۲۰	یا کین بھواروں کی لیں اور پڑھی نادستی اس کو بجاں کیا جس شای کی تیخ ان پہ پل تیخ پٹکا کے بند ہر شیر سے بھر پڑتے تھے	کھس گئے فوج میں وہ دونوں شجاع ازلی وار جیسر کیا سر سے نہ اجل اُس کے مٹی بچے بچے کر دھماکتے گزرتے تھے
۲۱	میریتے تھے اگر بیک کو مل کر اعدا اس پہ کرتے تھے سوار آن کے جس دم زفا جھلت اعدا کو نہ چھوٹا نہ بڑا دیتا تھا	دو سرا دوڑ کے کر دیتا تھا ان کو پسا کتا تھا وہ کہ نہ ٹھہرایو میں آ پہونچا بھائی بھائی کے بے جان لڑا دیتا تھا
۲۲	تھالی دیتا تھا کوئی جنگ میں گر خون کا وار رد پہ آجاتا تھا دونوں کے اگر کوئی سوار تن میں طاقت نہ تھی ہمت سے فقط لڑتے تھے	مارتا تھا اسے تب بڑھو کے محمد تلوار ایک دو کرتا تھا دو سرا کر دیتا تھا چار سیات ایسے تھے کہ گھوڑوں سے گرے پڑتے تھے
۲۳	چھوٹے بھائی کے بڑے بھائی سے اس وقت کہا ماہوں کے واسطے لے چلتے جو پانی ملتا تم ہو پیا سے شر عالم بھی بہت پیا سے ہیں	بھائی دیکھو تو کہ لہراتا ہے کیسا دریا نہر میں چل کے بس اب ڈال دو گھوڑے بیٹا اماں بھی پیاسی ہیں اور ہم بھی بہت پیاسے ہیں
۲۴	اک سی بھڑکی ہے جلتا ہے کیلجا بھائی شانے بھی جھک گئے دھکے لگا پہونچا بھائی پانی پیے کا تو لکن نہیں دھیان آجاوے	اب تو لڑنے کی بھی طاقت نہیں اسلا بھائی اہل کس دور ہیں نزدیک ہے دریا بھائی ہاتھ نہ دھو لیں ذرا چل کے تو جان آجاوے
۲۵	موتی کہنے لگا بھائی کا یہ سن سن کے بیاں بولا جاتا نہیں یہ خشک ہے سیری بھی زباں آخر پیاسے ہی مرے میں سوا ہوویں گی	اے محمد میں تری پیاس کے اوپر قرباں جانا دریا پہ مناسب نہیں لیکن اس آں اماں صاحب جو سنیں گی تو خفا ہوویں گی
۲۶	ہاتھ نہ دھو یا اگر نہر پہ جا کر تو کیسا جائیں دریا پہ تو ہم چشموں میں ہوگا چرچسا میں زہرا تو ہوا خشک وہ شاداب ہوئے	ہاتھ اب جان سے دھونا ہے مناسب بھیتا رہ سکے پیاسے نہ سبطین علی اعلیٰ ماہوں پیاسا رہا اور بھائی سیراب ہوئے
۲۷	مٹی اسگری کرو تشدد ہائی کا خیسا ل بکھولے ہاتھ پانی کا کرتا ہے اشارے سے سوال حرف پانی کا زباں سے نہ نکالو بھائی	پیس کی گرمی سے گوارے میں کیسا ہے نڈھال دیکھا جاتا نہیں یہ بالی سکیٹہ کا ہے حال اپنا منہ نہر کی جانب سے پھرا لو بھائی

۲۸	کھا گھرا کے محمدؐ نے کہ اسے نیک صفات ورنہ جب تک نہ پئیں شاہ رفیع الدرجات آبرو دیں گے نہ گو بھوکے پیاسے ہیں ہم	۲۸	ماہوں کے پانی پلانے کو کسی تھی یہ بات خاک سمجھیں ہمیں ہاتھ آئے اگر آب حیات حضرت ساقی کوڑکے نواسے ہیں ہم
۲۹	بھائی سے کر رہا تھا یہ ابھی باقی بھائی دونوں بچوں پہ گھٹا فوج ستم کی چھائی ایچ عامے کے کٹ کٹ گئے شمشیر	۲۹	چار جانب سے جو پھر فوج سمت کر آئی گھر گئے سید معصوم کے وہ شہید آئی پھوٹی سی چھاتیاں بروج ہوئیں تیزوں سے
۳۰	زخمی سینوں پہ لگے جب کہ ستم کے نیزے ہوئی اعدا میں خوشی فتح کے نقارے بجے اگر سن نہ بھی تو سننا نہ سمن دونوں کے	۳۰	گردنیں جھک گئیں غش کھا کے وہ معصوم گرے شور تھا کاٹ دو معصوموں کے سر شجر سے شہ کو دکھلا دو ترپے ہوئے تھا دونوں کے
۳۱	اک لعین دوڑ گیا جمنہ سرور کے قریں بھانجے قتل ہوئے ان کو خبر ہے کہ نہیں اوہ تو مارے گئے بیٹوں کو کہاں پائے گی	۳۱	ہاتھ اٹھا کر یہ پکارا کہ کہاں ہیں شہ دیں کو زینب سے کہ سرگھول کے پیٹے وہ خزیں رن میں اب بھائی کے بدلے کسے بھولے گی
۳۲	وہ ترپے ہیں پڑے خاک پہ دونوں گل و زخم پھٹ پھٹ گئے ہیں خاک پہ بہتا ہے ہو ستم لوکی یہ شکر تے بنا ڈالی ہے	۳۲	لھینتا ہے عمر و سعد پکڑ کر گیسو شراب کا شہ ہے دونوں کے خنجر سے مٹو سر تو کٹوا چکے اب لاشوں کی پامالی ہو
۳۳	سن کے یہ غل شہِ مظلوم نے رورو کے کہا اڑ گیا سنتے ہی یہ رنگ رخ زینب کا اٹھائے ہاتھوں سے جگر جانب جنگاہ چلے	۳۳	بھانجے قتل ہوئے ہائے غضب و اویلا نکلے خیمے سے شہ تشدد ان سے نکلے پا قاسم و اکبر و عباس بھی امراہ چلے
۳۴	بھائیوں کے لئے جیاب تھا دل روتے تھے شاہ رود کے فراتے تھے دے داد مری یا ریاہ ہائے بن بیٹوں کی اب زینب ناشاد ہوئی	۳۴	تیغ تھی ہاتھوں میں اور آنکھوں میں مانم تھا سیاہ بھائیوں کو مرے بچاں کیا بے جرم و گناہ دختر فاطمہ پردیس میں برباد ہوئی
۳۵	پہو پکے لاشوں بچو دونوں کے جناب شہیر چاند سے سینوں میں معصوموں کے پوست ہیں حیر پاس میں کچی جو ہیں جسم سے جا لیں باہر	۳۵	دیکھا بیدم ہیں پڑے خاک پہ دو ماہِ مینر کیسے نيزوں کے جواحت کہیں زخم شمشیر برگ گل سی گل آئی ہیں زبا میں باہر
۳۶	شاہ نے خاک سے رورو کے اٹھائے لاشے ڈال کر گھوڑو نہ خیمے میں جو لاشے لاشے غم نہیں اس کا کہ یہ لا ڈلے بچان ہوئے	۳۶	منہ پہ منہ رکھ دیا چھاتی سے لگائے لاشے بولی زینب مرے فرزندوں کے آئے لاشے عید ہے آج کہ بھائی پہ یہ قربان ہوئے



دیکھ کر لاشوں کو یہ بیبیوں سے کی گفتار دہی دو لوں نے کیس کر گئے تھے جو اقرار	۳۷	بھائی کے فدیہ ہو ہیں ان پہ مجھے آتا ہے پیار مرے فرزندوں کے لاشوں پہ کرو مجھ کو نشان
حق نے کیا مرتبہ ان دونوں کو اعدا کیا		دو دھڑو بخشوں کو بیٹوں نے مجھے شاو کیا
سن کے یہ غل ہوا روئے کا حرم میں بر پا کہتے تھے لپٹے ہوئے لاشوں سے شاو شہدا	۳۸	چھاتیاں پیتی تھیں سبیاں باندھے حلق اے مرے بھائی بخشو ہر اکا پسہ رحم پہ فدا
اشنہ کا می کا بڑا رنج اٹھایا تم نے		ہائے پانی بھی دم مرگ نہ پایا تم نے
ہوئی زینب مجھے دوسا اس ہے اے بھائی جاں ہوے حضرت کی بلا سے کے یہ دونوں بیجاں	۳۹	ہاتھ مردوں کے لگاؤ نہ میں تم ہر قریباں سو غلام ایسے فدا آپ پہ یا شاہ زمان
جو وفادار ہیں آقا پہ فدا ہوتے ہیں		آپ صدقے گئی گیوں آن کے لیے شہدا
رو کے حضرت نے یہ فرمایا کہ بھینا بہ حسدا دونوں معصوموں پہ واللہ رحم کی ہے جا	۴۰	مکڑے دو میرے کیجے کے ہوئے آج جد پیار بھی کرو انھیں دو دھڑو بھی بخشو بھینا
اشک آنکھوں سے دم زرع پڑے بتے کئے		مان کو مرتے ہوئے دیکھنا یہی کہتے تھے
یہ بو شہ نے کہا مکڑے ہو ازینب کا جسگر دونوں فرزندوں کے قدموں پہ کبھی رکھتی تھی سر	۴۱	گر بڑی خاک پہ لاشوں کی بلا میں لے کر کبھی کہتی تھی مرے پیار و میں صدقے تم پر
ایسی جرات سے لڑے واہ بڑا کام کیا		سرخرو آپ ہوئے اور مرا نام کیا
جلد موت آگئی دو دھڑو بھی نہ بننے پاسے گھر سے بھوکے گئے تھے زخم بدن پر کھائے	۴۲	چاند سے چروں پر سرے نہ تھے دھڑو کھائے مجھ سے ملنے کے لئے غلوں میں سنا کر آئے
ہائے زمرہ تھیں اے پیارو نہ دیکھا مان نے		دو دھڑو لے گئے تھے سو بخشا مان نے
کہ کے یہ خاک پر شش ہو گئی زینب اکبر کراہیں اب تو حسدا سے یہ دعا بادل دار	۴۳	لے گئے بھائیوں کی لاشیں امام ابرار بخشدے جرم گلاشتہ کو مرے یا غفار
اس گنہگار پہ رحم علی کا صدقہ		داسطہ حضرت دہرا کا بنی کا صدقہ

## سلام

بیای اک شب کی رندا پے کا چلن کیا جانے  
کیوں مجھے چھوڑ گئے ابنِ حسن کیا جانے

۱ بین اے بھرتی قاسم کی دو وطن کیا جانے  
۲ دم جو گھٹنا تو یہی کتنی تھی کبھی رورو

۳	پہنارتے میں دلتا نو فراتے تھے شاہ	۳	اسم ساعربت زدہ ابراہم دمن کیا جانے
۴	لاٹن پیڑ سے آتی تھی صدا قتل میں	۴	کب میر نہیں ہو دے گا کنن کیا جانے
۵	مرعبسردیگی جس نے غل و زنجیر کی شکل	۵	وہ بھلا سلسلہ طوق و رتن کیا جانے
۶	باغ چلنے کو کوئی کستا تو کہتے سب سدا	۶	مرغ بے بال بھلا سیر چن کیا جانے
۷	کتنی تھی پیاس کی شدت۔۔۔ سکیٹے روئے	۷	ہو گا کب پانی سے تر خشک دھن کیا جانے
۸	داغ اصغر کا کوئی بانو کے دل سے پوچھے	۸	چہ گدا کس کا جگر تیرنگن کیا جانے
۹	کہا زینب نے کہ پیڑ سا بھائی نہ رہا	۹	کیوں سلامت رہی دنیا میں بہن کیا جانے
۱۰	رات کو بیاہ ہوا صبح کو کنوا یا گلا	۱۰	لطف شادی کا بھلا رہن کیا جانے
۱۱	تیر کے ورد کو کیا باپ سے کتا اصغر	۱۱	بے زباں ہو دے جو بچہ وہ سخن کیا جانے
۱۲	قتل کے وقت یہی کہتے تھے دل سے مسلم	۱۲	کیا کریں شاہ سے یہ عہد شکن کیا جانے
۱۳	رد دعوت نہیں کرنے کا پسر زہرا کا	۱۳	اس عداوت کو وہ سلطان زمین کیا جانے
۱۴	زخمی پیڑ نے اکبر کو جو دیکھا تو کہا	۱۴	فکر دے کب تینوں سے ہو گا مر اتن کیا جانے
۱۵	قبر رنداں کی سکیٹے متعل ہوئی	۱۵	ناز پر وہ غم و رنج دھن کیا جانے
۱۶	شہ نے بلوس جو ماٹھا تو یہ زینب نے کہا	۱۶	زیب تن ہوتا ہے کیوں رخت کس کیا جانے
۱۷	بولے شہ پانی تو لٹا نہیں مرنے کے بھی بعد	۱۷	کوئی نہ گا کہ دے دے گا کنن کیا جانے
۱۸	دم غمہ ہوتا تو کہتی ہی سکیٹے رورو	۱۸	کب کھلے گی مری گردن سے رسن کیا جانے
۱۹	اوپر کہیں کہتے تھے اس نہیں کے من مرتب جنت	۱۹	کیا جگر رکھتے ہیں ہفتاد و تن کیا جانے
۲۰	نظم حب محبت تو نہ رات نہ جاؤ حسرتیں	۲۰	ہم سے سرشت ہے کیوں چرخ کس کیا جانے
۲۱	لاٹن پیڑ پر زہرا نے کہا رورو کر	۲۱	قیامت تو خاک پر کس کا ہے یہ تن کیا جانے
۲۲	کس ضربت قدر تھو اپنے سن کی ہو انیس	۲۲	مرتبہ مشک کا آہوئے سخن کیا جانے



دوت کوئی دنیا میں پسہ سے نہیں بہتر مر گیا	۱	راست کوئی آرام جگر سے نہیں بہتر
لذت کوئی پاکسزہ تر سے نہیں بہتر		نگہت کوئی بوسے گل ز سے نہیں بہتر
اصدوں میں طوطی دل جروح ہی بہ		ریانا بنی رات ہی روح ہی بہ
ماں باپ کا دل غنچہ خداں ہے اسی سے ۲	۲	وہ گل ہے کہ گھر و شکر گہستاں ہے اسی سے
سب راحت آرام کا سامان ہے اسی سے		آبادی کا شانہ انسان ہے اسی سے
اس طرح گلے دل کو جگر بند نہیں ہے		گھر قبر سے بدتر ہے جو فرد ند نہیں ہے
یہ وہ ہے عصابی سر جواں رہتا ہے جس سے ۳	۳	یہ وہ ہے گیس نام و نشان رہتا ہے جس سے
وہ شمع ہے پُر نور مکاں رہتا ہے جس سے		وہ دُور ہے قوی رشتہ جاں رہتا ہے جس سے
اکھوتے نہیں یہ مال زرد مال کے بدلے		موتی بھی شاد ہے جس اس لال کے بدلے
صوت ہی توکت ہی اجسلاں ہی ہے ۴	۴	ثروت ہی ثمت ہی جتال ہی ہے
سرایا ہی نعت ہی مال یہاں ہے		کوہر ہی طاقت ہی لال ہی ہے
دل بند ہو پہلو میں تو علم پاس نہیں ہے		کچھ پاس نہیں گر یہ رقم پاس نہیں ہے
ماں باپ کی آسائش و راحت ہے پسر سے ۵	۵	خنی میں بھی جیسے کی ملاوت ہے پسر سے
خون جہم میں آنکھوں میں بصارت ہے پسر سے		ایام صیفی میں ہی طاقت ہے پسر سے
آرام جگر قوت دل راحت جاں ہے		ورکھ میں یہ طاقت ہے کہ فرزند جواں ہے
وہ شے ہے خودی و رہ پہ کھڑی راہی ہے جس سے ۶	۶	وہ چین ہے راحت کی گھڑی راہی ہے جس سے
وہ لمس ہے امید بڑی راہی ہے جس سے		وہ دُور ہے یہ دُرجان لڑی راہی ہے جس سے
آرام جگر تاب و توان ساتھ ہے جس کے		بھرنابہ جگر رشتہ جان ساتھ ہے جس کے
ماں کے بھرے گھر کے اجسٹر جانے کو پوچھو ۷	۷	گھر دانوں سے اس تغرقہ بڑ جانے کو پوچھو
ماں باپ سے قسمت کے بگڑ جانے کو پوچھو		یسوع کے سے یونہی کے بچہ جانے کو پوچھو
اللہ دکھائے نہ الم تو رہ نظر کا		بہا ہے آنکھوں سے ہو قلب و جگر کا
اب نصرت اکبر ہے شہر نشہ دہاں سے ۸	۸	فرزند بچہ تار ہے امام دودہاں سے
پیری میں چھڑاتا ہے فلک تازہ جواں سے		کس فصل میں دریش ہے نرقت دوا جاں سے
آئی ہے اجل کو دکا نہ لا نہیں جاتا		تسار سے گلیے کہ جنہا لا نہیں جاتا
غراتے ہیں فرزند سے آنکھوں کو جسر اگر ۹	۹	دیکھ آؤ ذرا مادہ ناستاد کو جا کر
کھتا ہے وہ ناشاد جواں الگ بنا کر		اسے حائیں گے تھے میں سناں سینے پر کھا کر
نہ نیرہ و میسر سے سوزا نہیں جاتا		سب چھوڑ کر آج ب کو چھوڑا نہیں جاتا

۱۰	مولا یہ غلام اب ستی ہے رضا کا شرہ ہے غلام اور دلاور کی وغا کا	مشتاق ہے یہ خشک گلا آب بقا کا کچھ کام تو خادم سے بھی ہو راہ خدا کا
	اس خاک کا ذرہ ہو جو خورشید و ہی ہے	جو آج مرے زمرہ جاوید وہی ہے
۱۱	جینے پہ مرے عشق خدا جس کو نہیں ہے خاک اس زرد و گوہر پہ بقا جس کو نہیں ہے	پتھر ہے محبت کا مزا جس کو نہیں ہے لٹی ہے عظمت کا مزا جس کو نہیں ہے
	اوتی ہو تو اعلیٰ ہو گدا ہو تو غنی ہو	حقہ یہ اسی کا ہے جو قسمت کا دہنی ہو
۱۲	دوبے گا جو جگر کے سینے میں نہیں ہے دل مردہ ہے گرد و بھی سینے میں نہیں ہے	نام اس کا شفاعت کے نینے میں نہیں ہے مرنے میں جولت ہے وہ جینے میں نہیں ہے
	سردیے کی لذت کوئی سرداروں سے پوچھے	زخموں کا مزا شہ کے ملک خواروں سے پوچھے
۱۳	پھسوت ہے گر غم ہی کا کہ برس کی دامادوں کو آتی ہے یہ آواز جوی کی	بہل سے اب مثنوی نہیں تکلف نفس کی ایذا ہے ساغر کو فقط چند نفس کی
	اس دن کے سوا نوشتہ عقیقہ نہ لے گا	ذموں سے گا تو پھر کا فلہ ایسا نہ لے گا
۱۴	دوری نہیں کچھ عمر سحر ہوتی ہے کوتاہ سالک ہے وہی راہ رضا سے جو ہو آگاہ	امت ہو تو کوٹ جاتی ہے غریبے کڑی راہ آسیل کی صورت بنے کوڑکی ہے گر چاہ
	باتا ہے وہیں پھر کے جو آتا ہے جہاں سے	دن بھر میں کان نہ رہو پتھارے کھانے
۱۵	کو تا ہی قسمت نے چھڑایا ہیں سب سے سردیوں کے دیر بیج ارادہ تھا یا شب سے	محبوب خدا سے خجل شاہِ عرب سے تر پا کیے اور کچھ نہ کھا پاسِ ادب سے
	دشمن پہ نہ ایسے الم و غم ہو جہاں میں	قاسم تو ہو فردوس میں اور ہم ہوں جہاں میں
۱۶	چوٹے جو ہوں وہ جو ہر شمشیر دکھائیں عباس علیٰ غوں میں سب نر نہائیں	ہم خاک بسر و تن ہوئے لاشوں پہ جائیں بعد آن کے بھی سردیے کا ہم اذن نہ پائیں
	فرزند خدا باپ پہ ہوتے نہیں شاید	ہم حیدر گرار کے پوتے نہیں شاید
۱۷	بچپن میں ہیں آپ نے شمشیر عطا کی ہم شیریں شیروں کے قسم شیر خدا کی	مٹ جائیں گے جو ہر جہاں نے نہ وفا کی حرمت ہیں شجاعت کی تو عزت ہیں وفا کی
	تلفوں میں گماں میں رہیں اھیسا روئے کھیلے	بچپن میں ہو کھیلے بھی تو تلواروں سے کھیلے
۱۸	نہ صبر میں حضرت سا کوئی ہے نہ رضا میں یہ حوصلہ کس کا ہے کہ روئے نہ عز میں	گھر آپ نے صدقے کیا سب راہِ خدا میں کچھ مری امداد بھی اس رخ و بلا میں
	اگر بعد خدا کے ہیں تو ماں باپ ہیں مولا	دیجے بھلے رخصت کہ سخی آپ ہیں مولا



۱۹	اے سالک سناج علی راہ دکھا دے دروازہ رحمت مجھے لٹھ دکھا دے	شوق ہوں جس درگاہ درگاہ دکھا دے دربار شہنشاہ نلک جاہ دکھا دے
	ہاں پہنچیں ہاں عرش بھی پایہ نہیں رکھتا	ہم سائے میں اس کے ہوں جو سایہ نہیں رکھتا
۲۰	یہ کہہ کے جو قدموں پہ گراؤ صاحب انور میں مانع تحصیل سعادت نہیں دبیر	سر چھاتی سے پٹاکے یہ کہنے لگے سرور جو قم سے بن آئے وہ کرو اسے علی اکبر
	یہ سنتے ہی دنیا سے گزر جائے گی زینب	رونا بھر اس کا ہے کہ چائے کی زینب
۲۱	مراس نے گنوائی ہے بہت میں تمھاری اٹھارہ برس کاٹے ہیں الفت میں تمھاری	سب ہیں یہ وہ عاشق ہے حقیقت میں تمھاری کیونکر اسے صبر آئے گا فرقت میں تمھاری
	اللہ ہی چاہے تو نہ حامل کوئی ختم ہو	یہ مرحلہ ایسا ہے کہ دو باتوں میں طے ہو
۲۲	بسم اللہ اگر عزم ہے تو خیمے میں جاؤ رد کوں گاتہ میں شوق سے پھر برچھیاں کھاؤ	ماں سے بھی بچو بھی سے بھی رضا جنگ کی لاؤ آبِ دم شیر سے پیاس اپنی بجھاؤ
	دیاب کیوں دنیا سے گزرنے میں نہ ہوے	ہاں جلد کہ عرصہ مرے مرنے میں نہ ہوے
۲۳	شہرت ہے جواب دیکھیے سر راہ خدا میں آبادی ہے لٹ جائے جو گھر راہ خدا میں	سو نفع سے بہتر ہے فر راہ خدا میں ہو عید جو قرباں ہو پسر راہ خدا میں
	اک یہ بھی عطا ہے کہ بے کام ہمارا	دولت تو اسی کی ہے سب کا رنام ہمارا
۲۴	یہ سن کے گیا خیمے میں وہ صاحبِ تو قیر پٹاکے گلے کہنے لگی شاہ کی ہمیشہ	افت سے پھری گردِ پسر بانوئے دلگیر سونا گئی تہِ دھوپ میں یہ چاند سی تصویر
	دو دن سے اس آفت میں نہیں سوئے ہو بیٹا	آنکھوں پر دم کیسا ہے کیا روئے ہو بیٹا
۲۵	حضرت کی تو ہے خیر کو اے مرے دلبر اب خیر کہاں کٹ گیا سب شاہ کا لشکر	اشک آنکھوں سے پٹاکے یہ بولا وہ دلاور نے آپ کے بیٹے نہ بھیتجا نہ برادر
	عمولے بھگایا تھا جھینس وہ بھی پھرے ہیں	مظلوم پد رلا کہ سواروں میں گھرے ہیں
۲۶	اک ہم ہیں کہ بابا کی مدد کرنیں سکتے نوجوان کے ہٹا دینے میں کہہ کر نہیں سکتے	اظہار جو انفرادی جد کر نہیں سکتے بے حکم کوئی وار بھی رد کر نہیں سکتے
	دربار میں سر دینے کی باری نہیں آتی	سب مرتے ہیں اور موت ہماری نہیں آتی
۲۷	رحمت میں ماں دیں نہ پھوپھی دیں نہ پردیسیں دم بھر میں یہ میدانِ وفا لاشوں سے بھر دیں	بجور ہیں کیونکر قدم شاہ پہ سر دیں سرکش جو بڑھے آتے ہیں بسا اظہیں کر دیں
	اندوہ و معیبت کی عینیں ہٹ نہیں سکتیں	وہ پیران ہیں پاؤں میں جو کٹ نہیں سکتیں

جائیں گے کہ ہر سب نہ رہے سید عالمی	۲۸	نے دوست نہ ہمدرد نہ مولی نہ سوا لی
کیسی یہ مصیبت نکال پیر سے ڈالی		یہ آج کا جینا نہیں دو حال سے خالی
یا کوہ میں یادشت کے بساں میں مر گئے		یا پٹریاں پٹنے ہوئے زنداں میں مر گئے
انفت میں بڑاتا ہے بنا کام ہمارا	۲۹	اب صفحہ ہستی سے شام نام ہمارا
شہرہ تھا بہت روم سے تا شام ہمارا		آغاز تو وہ اور یہ انجام ہمارا
یہ منزل اندوہ بلا کاٹ کے مرتے		اگر منع نہ ہوتا تو گلگا کاٹ کے مرتے
سردی کے شجاکان طرب خلد میں پونچے	۳۰	دنیا سے بعد عیش و طرب خلد میں پونچے
پھر راحت و آرام ہے جب خلد میں پونچے		اے داہ ہیں رہ گئے سب خلد میں پونچے
اکٹ میں کوئی روکنے والا ہی نہ ہوتا		لے کاٹش پھونچ لے ہیں پالا ہی نہ ہوتا
کس کو ہے نظر قشند دانی پہ ہاری	۳۱	اے گاندہ کوئی نذر بھی پانی پہ ہاری
رونے کی ہے جامرتہ دانی پہ ہاری		جیتے رہے خاک لسی جو دانی پہ ہاری
چربا نہ فدا ہو لے گا دنیا میں رہے گا		مانع ہوئے ماں باپ یہ کوئی نہ کہے گا
ہتھیار کہ ہر پہنکیں کہاں پھینے کو جائیں	۳۲	کس بن میں رہیں کون سے جنگل کو بسائیں
تنہا ہیں سفارش کے لیے کس کو بلائیں		امداد کریں شیر خدا کا طمع آ میں
اعجاز ہو تو کام مرا بند نہ ہو گا		یوں تو کوئی رخصت پہ رضامند ہو گا
زیست لے کہا کس پہ یہ قصہ ہے ہر داری	۳۳	کچھ نہ سے کہا میں نے کہ مادر نے تھاری
کیا وجہ یہ کس بات پہ ہے گر یہ دزاری		بج لیجیے ہتھیار طلب کیے سوار ری
انصاف کرو نہ دے گئی اہل دنیا ہو		روکیں تو پدر پالنے والی سے خفا ہو
کیوں کا ٹوٹا غنیمت سے کیوں جونٹ چھاؤ	۳۴	میں شہ سے دلا دوں گی رضا شوق سے جاؤ
مردوں کی سرپیٹ کے آنسو نہ بہاؤ		بورخ کی بلا میں تو میں لے لوں ادھر آؤ
عقبر ہیں سے ہوئی تو جانے دو بیٹا		ابھی ہوئی زلفوں کو تو سلجھانے دو بیٹا
بانوئے کہ ہوا بھس یوں کون مناسے	۳۵	عقبر ہیں اٹھائے وہی جو نازا کھائے
بکھی میں یہ حضرت سے خفا ہو کے ہیں آئے		اس پردے میں پیغام جدائی بھی ہیں لائے
پچان کی ہیں کچھ آپ کے ہیں بھائی کی بائیں		میں خوب بکھتی ہوں یہ دانائی کی بائیں
باغ کا یہ گنت تھا کہ رگت کا ہوا غل	۳۶	راہوں میں شہیدوں کی مصیبت کا ہوا غل
آفت کی پڑی کوک قیامت کا ہوا غل		اس شور میں اکبر کی بھی رخصت کا ہوا غل
گنبرائے سجاد کریں چونک کے خوش سے		سجھے کہ سفر ہو گیا اس سفر کا عطش سے



۳۷	فصہ سے کہا کیا ہوا کیسی سہیڑاری شیر اکیلے ہیں غضب ہو گیا واری ماں خاک اڑاتی ہیں پھوپھی غش میں پری ہیں	سرپٹ کے وہ خادمہ خاص پکاری اب جاتی ہے رن کو علی اکبر کی سواری سب بیباں حلقہ کے گرد آن کے کھڑی ہیں
۳۸	فرمایا عصا لاکہ برادر سے مل آئیں دریائے شہادت کے شنادر سے مل آئیں بھائی کا نہیں کوچ یہ رخصت ہوئی کی	غازی سے مجاہد سے دلاور سے مل آئیں شیر کے پار سے علی اکبر سے مل آئیں ہم آپ چلیں گے گزیرت سے نبی کی
۳۹	فصہ نے عصا دے کے جو بازو کو سنبھالا خم ہو گیا تھا درد کر سے قتل بالا اشک آنکھوں سے بہتے تھے گریباں قہار	بستر سے اٹھا کانپ کے وہ کیسوؤں والا تھرا کے پڑا پاؤں کہیں اور کہیں ڈالا ہر بار بٹھرتے تھے سر رکھ کے عصا پر
۴۰	آواز خیز تھی کہ مری جان برادر ہم آتے ہیں بٹھرتے ہواک آن برادر ام رویش تمہیں تمہیں روتے ہوئے جاؤ	بیکار برادر ترے قربان برادر ذی قدر برادر مرے نوی شان برادر بھائی سے بھیکر تو ہوتے ہوئے جاؤ
۴۱	عالم کی طرف دیکھ کے دوڑے علی اکبر سجاد نے فرمایا کیلچے سے لگا کر شانے کے قریب زلف معجز رہے بھائی	آنکھوں کو ملا ہاتھوں سے قدموں پر ملا سر گردن میں مری ڈال دو باہوں کو برادر چہرہ پہ چہرہ کے برابر رہے بھائی
۴۲	اے روشنی خانہ نہرا ترے صدے اے شہ لب اے بکس و تنہا ترے صدے گھر آج آ جڑتا ہے لٹے جاتے ہیں بھائی	اے باپ کے عاشق مرے شیدا ترے صدے اے رہ رو فردوس علی ترے صدے ہم قافلہ دالوں سے چٹے جاتے ہیں بھائی
۴۳	غربت میں مبارک تمہیں گھر اہی شیر مرنے کی اجازت نہیں دیتے شہ و قہر لٹ جاتے گا گھر بعد شہنشاہ زمین کے	کیا دینے والوں کو د کھلاتی ہے تقدیر تب کیا بچھے آئی کہ پڑی پاؤں میں زنجیر بیہات گلابوں کا حلقے میں رس کے
۴۴	اے اکبر مرو تجھے پاؤں گا کہاں میں اے زینت پہلو تجھے پاؤں گا کہاں میں بے غسل و کفن آپ تو سیدان میں رہیں گے	اے صغیر خوش خوش تجھے پاؤں گا کہاں میں اے قوت بازو تجھے پاؤں گا کہاں میں ہم بڑیاں پہنے ہوئے زندان میں رہیں گے
۴۵	بھیا یہ نقابست مری اور بوجھ یہ گھر کا عمد کا سہارا نہ تھا رانہ پد رکا گھر جلنے میں رہنے کا نہیں ہوش کسی کو	کیا زور ہے جو حکم تیرے جس و بستر کا غربت تو یہ اور سنا سنا اس شکر شہ کا بچوں کو سنبھالوں گا کہ ناموس نبی کو

۴۶	اے راحتِ جاں یادِ ر و غمِ خوار ہمارے پہلے نہ چلی حلق پہ تلوار ہمارے	دلدارِ مددگار پر ستار ہمارے افسوس ہوئے تم نہ عزادار ہمارے
	ملنے ہیں کہاں ساتھ کے کھیلے ہوئے بھائی	فریاد کہ ہم آج اکیسٹے ہوئے بھائی
۴۷	اللہ ری ان بھائیوں کی گریہ و زاری ماں کہتی تھی قرباں میں الفت کے تھکاری	جس طرح برستا ہے کبھی ابر بہاری بس صبرِ کدنب میں عشق آجائے گا داری
	سہرا اسد اللہ کی جانی کو دکھائے	بھائی کا خدا داغ نہ بھائی کو دکھائے
۴۸	عشق آنے لگا جب تو کہا بھائی سے رو کر آہستہ کہا جاتے ہیں بھائی سونے کو تر	کچھ ہم سے وصیت لو کرو اے علی اکبر پانی جو ملے یاد ہمیں بگھو برادر
	مرکز بھی پسر قبلہ و کعبہ کے قریں ہو	ترست مری پابین مزارِ شہدین ہو
۴۹	اس سرک سے جب ہو وطن آپ کا جانا گناہ کہ بہن پھر گیا ہا با سے رمانا	صغرا کو کئی بار کیجئے سے رگھو نا دودھ تو کیا تھا پہ نہ تم تک ہوا آنا
	شہیر پہ فوجوں کی کھٹا چھا کئی صغرا	آنے ہی کو ہم تھے کہ اہل انکئی صغرا
۵۰	یہ کہہ کے بھوپھی پاس گئے اکبر دل گیر سنو دیکھ کے مادر کا یہ کی پاس سے تقریر	ہاتھوں کو بھی جوڑا کہ بھل کیجئے تقصیر دودھ آپ بھی بخشیں تو ملے عزت و توقیر
	اس قزوے تن میں مرے جان آئیگی اماں	دور وز کی یہ پیاس ابھی کچھ جائے گی اماں
۵۱	زینبؓ نے کہا میں ہوں رضا مند و شاد خواں ماں بولی میں ان سو سکھے ہوئے ہونٹوں کے قراں	تقصیر تری کچھ نہیں اے اکبر ذی شیاں دودھ بھی بخشا تمہیں ماں نے بدل و جاں
	آگے ترے دنیا سے سفر کرنے گئی ماں	یہ ذکر سنا ہائے غضب مرنے گئی ماں
۵۲	یہ سن کے تڑپنے جو لگی زینبؓ نا لسا د جس وقت چلا نیچے سے وہ غیرتِ شمشاد	ہے علی اکبر کی بونی رائیروں میں فریاد غل جھاک ہو نا غلہ کی اسبہ ہوئی بر باد
	یوں گردِ حرم روتے تھے اس سرورِ ہواں کے	جس طرح کے ماتم ہو جانا ہے پہ جواں کے
۵۳	فضہ نے جو پردہ درود و دلالت کا اٹھایا ذروں پر جو پڑنے لگا اس صرک کا سایا	خورشید بیس برج شرف سے نکل آیا چلائی زمیں سب سے فزوں سے مرا پایا
	میں رہے میں ہوں چرخِ چہلم سے زیادہ	خورشید مرے پاس ہیں انجم سے زیادہ
۵۴	بستی مری اس نور سے ہے طورِ تجلی دامن ہے مرا حورو ملائک کا مصلیٰ	بھاری ہے ترازوئے نعلک سے مرا چلا بجھیرہ مرے جس کو علی سے ہے تو لا
	تا حشر ہے یہ فیضِ شہنشاہِ ہند کا	شیخ مری ہونے کی اور ذکر خدا کا



پہونچے جو قریں شہ کے تو کی عرض کر حضرت فرمایا کہ دیتی ہے چہرے کی بشارت مرحی ہو تو یہ پیر بھی دے ساتھ تمہارا	۵۵	اقبال سے مولا کے ملی بشارت کی رخصت سعود مبارک سفر گلشن جنت نہج جائیں گے ہم تھامے ہوئے ہاتھ تمہارا
اکبر نے کہا آپ سلامت رہیں آفتا کوثر کی نہ خواہش ہے نہ جنت کی تمنا تو قیر طے خلق میں ماں باپ کے آگے	۵۶	دنیا کا شرف و دولت دیں عزت عقب ہوں میں فقط آب و ہم ہمیشہ کا پیاسا مشتاق ہوں اس کا کہ مروں آپ کے آگے
نام آپ کے بابا کا ہے کوئین میں سنا جو آپ نے طفلی میں کہا اس کو نبی قربان مجھے کیجئے یہ تمنا دے دی ہے	۵۷	تسین کا حق نے کہا ہے کہیں طابا چاہا وہی مولا نے جو اللہ نے چاہا یراثہ خلیل آپ کو حصہ میں ملی ہے
فرمایا الّا اے پسر عاقل و دانا جو آیا ہے اک دن اے دریش ہے جانا ادقہ بھی دن کا ہے تو عرصہ کبھی شب کا	۵۸	ہے ذات خدا قادر و قیوم و توانا آگے کوئی پیچھے کوئی ہوتا ہے روانا جب طے ہوئی منزل تو مکان ایک سبکا
تھی صبح کہ احباب مسافر ہوئے سارے اب جاتے ہو تم بعد رو الّا اے مرے پیار تم اور نہ بھائی نہ بھتیجا نہ پسر ہے	۵۹	دن دو پہر آبا تھا کہ عباس سدھارے عرصہ نہیں کچھ آتے ہیں ہم بعد تمہارے روتے ہیں ہم اس پر کہ صغین کا سفر ہے
اک ہم ہیں کہ اس پیاس میں کام آئے ہیں سبکے فاتے سے کئی روز کے جاگے ہوئے شب کے اعدائے جہاں دوست کو مارا دیں پہونچے	۶۰	لاٹے میں لے آئے عبا جان عرب کے ہوتا تھا یہ ثابت کہ غش آبا کے گلاب کے بیداں ہیں ہیں جس نے پکارا دیں پہونچے
اتھا بھی کوئی اب نہیں اے اکبر مرو تو اردوں سے مجروح ہو سرتیروں سے پہلو یا مال ہیں شکر نا اہل کرے گا	۶۱	جب تیروں سے غریباں کریں جسم جفا جو گھوڑے سے اتارے تو کوئی تھام کے بازو پر خیر یہ مشکل بھی خدا سہل کرے گا
ہر طرح گذر جائے گی اے اکبر زوی جاہ کچھ جان چلی جاتی ہے تن سے ترسے، عراہ بس پاس پسر ہو وہ جواں بخت ہے بیٹا	۶۲	پر الفت اولاد سے عاجز نہ ہو بشر آہ غش آتا ہے گرتے ہیں سبھا ہو نہیں نہ پر بھر تو کچھ موت سے بھی سخت ہے بیٹا
کس طرح سبھا لوں کہ دل زار نہ ترے اس طرح کوئی مرغ گرفتار نہ ترے مازہ غم محبوب خدا ہو گیا مجھ کو	۶۳	کچھ دل کی کہوں قلب جو اکبار نہ ترے یوں مرتے ہوئے صاحب آزار نہ ترے اب تک تو میں اچھا تھا یہ کیا ہو گیا مجھ کو

گذری نہیں اس طرح کی ایذا کبھی دل پر برہمی کبھی سینے پہ ہے نیزہ کبھی دل پر	۶۴	اسے لال یہ سدہ نہیں پہونچا کبھی ابر گہوڑا ہے کیلے پہ کیجا کبھی دل پر
اب اشکوں کی ندی بھی بہائی نہیں جاتی		وہ آگ لگی ہے کہ بجھائی نہیں جاتی
بوچھائی سے ہٹو کہ قرار آئے جس کو حضرت نے کہا چھائی سے پٹا کے پسر کو	۶۵	فرزد نے خم ہو کے رکھا پاؤں پہ سر کو برباد کیے جاتے ہو اکبر مرے گھر کو
منظر یہ تھا ساتھ مروں ساتھ خدا ہوں		پرفیر سد حارو کہ میں راضی برضا ہوں
رخصت ہوئے جب تہ سے علی اکبر ذی شاں		کوشے پہ چہرہ آپ کھلا رحل پہ قرآن
وہ خوش کی چل بل وہ ضیائے رخ تاباں	۶۶	اک برقی چمکتی ہوئی ہو پچی سر میداں
زردی رہے غور شید پہ چھائی نظر آئی		پر تو سے زمیں رن کی طلائی نظر آئی
سب شست بسا پھولوں سے بوتلی کی جو پھیلی	۶۷	فردوس میں نہاں خدا جن کے فیضی
نور ایسا جہاں چاور حجاب بھی سیلی		گیسو وہ کہ عجنوں ہو جنہیں دیکھ کے سیلی
اکشتی ہے ہونٹوں سے حلاوت لبوں کو		گردیکھے تو چائا کرے شیریں بلی بوں کو
آنکھوں سے جس آہوئے چینی دھھائی	۶۸	دونوں نے یہ چتون یہ سیاہی نہیں پائی
مردم کے بے خبر ہے یاں ناخبر سالی		شیروں کو تپ آتی ہے دم چشم لائی
یاں کچھ گل بادام حقیقت نہیں رکھتا		رہس وہ کہے گا جو بصارت نہیں رکھتا
دیوانی ہوں پریاں نظر آئے جو یہ رفتار	۶۹	گو شوق شہادت ہے پہ عجلت نہیں زہن سار
تخم غم کے اٹھاتے ہیں قدم مردم دیدار		ہو بچا نہ سلماں سے کبھی مور کو آزار
مارمے سدا اس ضعیفوں کا نوی کو		دیکھا ہے کبھی شیر کی آہستہ روی گوا
بیشی رہے یہ سطر کو میں یاد را	۷۰	سجدے کا نشان ہے کہ چمکتا ہے ستار
دسمن کے بے تیغ ہے ابرو کا استاد		پلکیں بھی ہیں غور زری ادا پہ صف آرا
خال ایستہ کہ آخر کبھی شرماتے ہیں جن سے		انجھیں وہ بہن شیر دیکھ جاتے ہیں جن سے
وہ سان وہ سوکت وہ مور وہ ملاست	۷۱	پھپھتے ہیں کہیں جو ہر تمیشہ احلاست
لمینتیں نرم جمع میں انصاف سداست		اقبال علی شان شہنشاہ رسالت
ادیکھا خودہ رخ خوش کے سراج کو دیکھا		زخموں کو جو دیکھا شب معراج کو دیکھا
جورخ میں مصاحبت وہ کہاں نور سحر میں	۷۲	چشم سدا اللہ کا سب رعیت نظر میں
باندہ رہے حلقہ سدا اود کی بر میں		کاندیتے بہ سیر لب پہ رجز تیغ کمر میں
اتوکت اسد اللہ کی تصویر ہی کی		داود کی کو زحی نصرانی بخی کی



بھلی ہیں میں سب سبزہ خط بھی ہے نمودار وہ فصل شباب اور وہ رنگ گل رخسار ایاں جوڑے ہوئے ہاتھ فصاحت بھی کھڑی	۷۳	گو یا کہ خضر آب بقتا کے ہیں طلب گار ذندان وہ سب الماس سے لب نعل گہر بار تقریر سلسل ہے کہ بوقی کی لڑی سے
کس جن سے لب پر ہے ستایش اب وجد کی نعرہ ہے کہ حیدر نے رسولوں کی مدد کی اگر دشت بھی دی اور کبھی او سچا گیا سر سے	۷۴	اعداد کو دکھاتے ہیں دغا بد و آئندہ کی توڑا ہے در قلعہ کو شدت میں مدد کی ہلکا تھا وہ در دست مبارک میں سر سے
تھا فوج کو خندق سے اترنے میں تامل جب تک نہ گئی فوج بنی قلعہ میں بالکل وہ پائے مبارک تھے ہوا پر نہ زیں پر	۷۵	خندق کا اسی در کو بہادر نے کب پہل تھا مے رہے اک ہاتھ سے در صاحب دلدل مولا کے قدم تھے پر جبریل امین پر
تقسیم غنیمت سے ہوئی جب کہ فراغت خولا دہوا موسم زہے زور و ولایت سب کڑے برابر تھے عجب ل و کرم تھا	۷۶	پھر توڑ کے اس در کو لگے بانٹے حضرت کس میں کتنی سوا بازوئے احمد کے بہ طاقت تو لا قونہ جو بھریہ زیادہ نہ وہ کم تھا
آغاز رجز تھا کہ ہوئی تیروں کی بو چھار تلوار کا کھینچنا تھا کہ تھا فوج میں رہوار اس شان سے تخت دل شیر صد آیا	۷۷	شہزادہ عالم کے بھی لی مہمان سے تلوار رہوار کی چل پھر میں صفیں پس گئیں دو چار گو یا صف آہو یہ یکایک اسد آیا
دل چل کتنی کہ تلوار چلی فوج پہ سن سے ظاہر بھی ہوا ہو گئے سب نظم کے بن سے غل تھا یہ جری شل ید اللہ لڑے گا	۷۸	دھالیں تو رہیں ہاتھوں میں سر اڑ گئے فنا سے آگے تھا ہرن شیر سے اور شمشیر ہرن سے تر ہوگی زمیں خوں سے وہ دن آج پڑا گا
تلوار تھی جہدار کی یا تھر حند اٹھی بجلی جو ادھر تھی تو ادھر سیل فنا تھی ایسے ہوئی وہ صف جو نظر چڑھ گئی اس کی	۷۹	سر تھا تو انگ تھا جو کمر تھی تو جہد اٹھی تلوار بھی یوں سر چب آئی تو قفسا تھی چانا جو لہو اور برتس بڑھ گئی اس کی
جس صف پہ چلی خون میں غلطاں گیا اس کو جو آگے بڑھا غول سے بے جاں کیا اس کو بے سر تھا ازل سے بھی خطا اصل میں جس کی	۸۰	جمع تھا جد صردم میں پریشاں کیا اس کو بخشی جسے جان بندہ احسان کیا اس کو مارا آسے دیندہ ارنہ تھا نسل میں جس کی
کیا ہاتھ تھا کیا تیغ تھی کیا ہمت عالی جب جھوم کے ڈھالوں کی گھٹا آتی تھی کالی لٹا تھا نشان رن میں صفوں کا نہ پروں کا	۸۱	دم بھر میں نمودار صفیں ہوئی تھیں خالی بجلی سی چمک جاتی تھی شمشیر بلا لی تھا شور کہ مینہ آج برستا ہے سروں کا

۸۲	افاق میں جن کی قد اندازی کا تھا شور بچاں کوئی سرکش کوئی بد کیش لب گور سوفار کو چلے سے ملانا کئے سو جھے	۸۲	ہاتھ آن کے پیادوں کی طرح ہو گئے کزور کردیتی تھی تابندگی برقی دودم کور ترخ پھسرت گئے ہوں جب تو نشانہ کئے سو جھے
۸۳	کیا حرب تھی قربان جگر گوشہ شیر آیا جو کہاں سے کیں سے کوئی بے پر جو دار تھا صفدر کا عندانی سے جدا تھا	۸۳	نکلا جو کہاں سے تو قلم ہو کے گرا پتر گوشہ تھا نہ چلہ تھا نہ حلقہ تھا نہ زہ گیر قہقہے سے کہاں ہاتھ کلائی سے جدا تھا
۸۴	یا شیر سدا کہہ کے جب اعدا میں در آئے یوں غیظ و غضب میں ادھر سے آئے اور آئے جاؤں کو بچاتے تھے پیادے بھی نہ ہٹ کر	۸۴	انہار تن و سر کے ددرستہ نظر آئے جیسے صف آہو کی طرف شیر ز آئے گریختے تھے گھوڑے بھی سواروں پاگل کر
۸۵	کٹ کٹ کے ہر ایک ضربیں سر کرتے تھے سر پر پھر جاتی تھی گردن پہ بھی گاہ جسگر پر انکل جو کر سے نو چلی حسانہ ازیں پر	۸۵	برچی پہ نہ پھل تھا نہ کوئی پھول سپر پر مرکز کی طرح تھی کبھی دشمن کی کمر پر زین سے تھی جو مرکب میں تو مرکبے رہیں پر
۸۶	نہ خود نہ چہرہ نہ جھلم چھوڑتی تھی وہ نہ سن نہ سہن نہ شکر چھوڑتی تھی وہ آجاتی تھی آواز زہت ضرب کی زہ سے	۸۶	نہ ہاتھ نہ بیرق نہ علم چھوڑتی تھی وہ نہ نوں نہ رگیں تن میں نہ دم چھوڑتی تھی وہ غل تھا کہ یہ کڑیاں نہیں اٹھنے کی زہ سے
۸۷	وہ شایموں میں شب تھی ادھر نور کا ترکا ترکا پاتا تھا ہر قلب کو سر کٹنے کا دھڑکا تن جلتے ہیں پیرکس سے جو برقی اس میں نہیں	۸۷	قرنا کی وہ آواز وہ کز کیتوں کا کڑکا اک غل تھا کہ دو لاکھ پہ بھاری ہے یہ لڑکا سرجم سے اڑ جائیں گے فرق اس میں نہیں
۸۸	الشوری زباں آوری تیغ بلا نوش گھاٹ ایسا کہ ڈر سے لب دریا بھی تھے خاموش آگئے تھے گئے یسز زبانی سے اسی کی	۸۸	زرمیں ہمہ تن چشم تھیں ڈھالیں ہمہ تن گوش باڑہ ایسی کہ تھیں پھلیاں پانی میں زہ پوش دریا بھی تھے چکر میں روالی سے اسی کی
۸۹	نہیں وہ کہ شہرگ کسی گردن میں نہ چھوڑیں وہ ہر وہ کہ حلقہ کسی بوش میں نہ چھوڑیں سودہ ہے کہ دم سے شیطخوں بیتی ہے جس کے	۸۹	دشمن کا گلا قلعے آہن میں نہ چھوڑیں بٹے وہ قیامت کے ہوتن میں نہ چھوڑیں قبضہ ہے قبضہ میں ظفر رستی ہے جس کے
۹۰	بدلی کی طرح شام کی جب فوج گھر آئی دھوی ٹھا مگر بھول گئے ہرزہ در آئی ہر بار ہے موجود تو ہر بار نہیں ہے	۹۰	پھر تیغ نے بجلی صف اعدا پہ گرا لی چلاتے تھے بھاگو کہ وہ خوشوار پھر آئی یہ مرکب مفاجات ہے تلوار نہیں ہے



۹۱	مشرقیہ کے ایک جزو سے ہے شرعاً ہم نام تعم جاتی ہے بکلی مگر اس کو نہیں آرام مریخ رزتا ہے تو جو ہر سے اسی کے	۹۱	رجب اس نے یہ پایا ہے کہ تھراتے ہیں اندام گیتی کو الٹا ہے یہ قیامت ہے وہ صمصام نیوں کو چڑھی رہتی ہے تپ ڈر سے اسی کے
۹۲	چار آئینہ یوں کٹتے تھے اک ایک جواں کے سے تھے کمانداروں کے دل خوف سے جاں کے چلا تھے سب مثل اجل آتی ہے یہ تو	۹۲	جس طرح کہ شباب میں نکرتے ہوں کتاں کے چل نہ مکنیا تھا کہ یہ تھی سر پہ کماں کے سیلی سے بھی جلدی کیوں مل جاتی ہے یہ تو
۹۳	رہنے جو بڑا بول کوئی بول کے آیا شہباز اجل صید پہ پر کھول کے آیا حق جس کی طرف وہ زبردست رہا ہے	۹۳	یہ شیر بھی شیر دو دم تول کے آیا ارتا ہوا سر بیچ میں اس غول کے آیا پہلے کہ بڑے بول کا سر پست رہا ہے
۹۴	ہم چشم تھا برو سے سینوں کے ہم اس کا ماگن تھی آرتا ہی نہ تھا چڑھ کے ہم اس کا جو ہر کی چمکے بھی نہ بیروں کے گلوں میں	۹۴	الذری چمک برق بھی بھرتی ہی ہم اس کا ہر ہاتھ میں ہاتھ اس کا تو بارو قتل اس کا یوں دوڑتی تھی تن میں ہو جیسے زنگوں میں
۹۵	اک برق سی گرتی تھی ہر اک دشمن جاں پر ترکش پہ کبھی سنا سے کبھی گاہ کماں پر دل سے کیوں جینے کی ہوس قطع نہو جائے	۹۵	گہر پہ کبھی دھال پہ اور گاہ سناں پر کس طرح بھلا ذکر برش لاؤں زباں پر دم بند ہے ڈر سے کہ نفس قطع نہ ہو جائے
۹۶	لوہے سے اسی تیغ کے آئینہ بنے کر پائے نہیں اب تک کسی حربے نے یہ جو ہر قلماع طریق آئے تو وہ خون سے ہٹ جائے	۹۶	عس اس میں جو دشمن کا نظر آئے تو بے سر ڈکرا اس کی برش کا جو مسافر کے بولب پر کیسی ہی کڑی راہ ہواک آن میں کٹ جائے
۹۷	مشتوق کو عاشق سے جدا کرتی تھی شمشیر بھکتی تھی جد ہر حشر بیا کرتی تھی شمشیر مریخ بھی دل باختہ تھا سامنے اس کے	۹۷	ہر آن حق اکبر کا ادا کرتی تھی شمشیر جب آٹھتا تھا سر حسد خدا کرتی تھی شمشیر ردوں پر اداختہ تھا سامنے اس کے
۹۸	ہل چل میں یہ صنف گرتی تھی جب صف پہا دھری بھولا ہوا تھا باب بخت کو پسر کی مرتے تو ہو تیغ کی گردن پہ نہ ہوتا	۹۸	نہ ہوش تھا شکر کا نہ خبر تیغ و پسر کی بھاگے تو یہ سمجھے کہ ہم پاؤں نے سر کی کرتے نہ بدو پاؤں تو سر تن پہ نہ ہوتا
۹۹	سو سو کا سراک ضرب میں کٹتے نہیں دیکھا رڑھ کر کبھی حصار کو پھٹتے نہیں دیکھا جب ہاتھ اٹھا برہمچوں پھرتا تھا ہوا	۹۹	یوں غنایں نیوں کو جیتے نہیں دیکھا کھوڑے کو کسی باگ پہ پھٹتے نہیں دیکھا پہلی کے اشارے کو کبھی تاسا ہے کھوڑا

۱۰۰	آفت میں رمانہ غلامی میں خدا کی اکھلائی تیغ اپنی برش سر پر جب آئی دو دو تھانوں سے جو کوسن پر چڑھا تھا	چلائی تھیں پریاں کہ سلیمان کی ڈھائی ہر صنف کو دکھا دیتا ہے اچھا اپنی صفائی اسوار تو اسوار فرس دن پر چڑھا تھا
۱۰۱	برسل تھا غمیرت وہ تیغ صفائی کھٹ منہ سے گراتا یہ غنیمت کی تھی نشانی انوں رکھتا تھا آتہ قدم وہ شصت صبار	جب تاپ پڑی خاک سے پیدا ہوا پالی تیزی پہ ہوا میں تھی وہ دریا میں روانی ہوئی گل تر جاتی بنے جس طوط ہوا پر
۱۰۲	سر عسکریں تک وہ وہ میں چھوڑے سے ربادہ دور پہ بکھتا تھا ہر اک موت کو جادو اسلمہ ہوا پکا عذرا عینا میں آگ	ہنگ اس کی تھی کیا جو دل راگ کا ارادہ تیار کھل تنگ کر سینہ کشا وہ بھلی کی بکس آگ کا دم یادوں ہوا کے
۱۰۳	حکایت پہ تھیں میں اندم رکھتا تھا فن کے رشتہ میر نو گردن پر نور کے من کے ایمان ہوا جانا تھا دل بک دوری کا	سراپنا بک دیتے تھے طاؤس چمن کے جہم جہم کے اثر ادہ تو اڑے ہوس ہر ن کے کھڑک کی ایک بک کو جھکنا تھا برقی کا
۱۰۴	ار کا کہ وہ گرد شاہیم کو پوینے دار پوینے یہ صبح نہ اتمام کو پوینے دفعہ ہر پہ اسب بک بے میں کرتے	اب سرعت بندہ سبک کام کو پوینے جس دن میں لیسم سحری شام کو پوینے دور شید بھی منزل کوئی یوں تلے نہیں کرتا
۱۰۵	اگر سائون آگ پہ سرعت میں رکھتی گر برن لوں رقی یہ جودت نہیں رکھتی اب نہ تھو نہ تھیں کی نہ کچھ بک ہوا کی	گر کیسے اوارہ پہ حرارت نہیں رکھتی گر نور کہوں حور یہ صورت نہیں رکھتی بس خاندان پرست کہ قدرت ہے خدا کی
۱۰۶	ایوں کیا جی اس طرح سواری نہیں چلتی اس زور سے ظہار وہ سواری نہیں چلتی ادد لام بھی ساتھ اس کے وہ چل نہیں سکتا	ان پھر یوں سے باد بہاری نہیں چلتی چلتے ہیں قدم یوں کہ کٹاری نہیں چلتی اس طرح یہ چلتا ہے کہ بس چل نہیں سکتا
۱۰۷	میں وقت و خاک کا نہ را ایک کو یارا دور کھنے علی کے نہ اک عفل کو مارا جی ہار دیا فوت سے عزت گئی سب کی	مجھے سے نکل کر پھر نہ پکارا اب چادریں ڈھو کر مٹا نام تھا ردا بے آب ہوئی آج سے تلوار عرب کی
۱۰۸	یہ سے ہی میٹا اک بل عتدار کو آیا میں عینا سے نولے ہوئے تلوار کو آیا کانر سے پہر بک پہ جس سے ادنی کے	سیدان میں اوڑھتا ہوا رہوار کو آیا دل بندید اللہ سے پیکار کو آیا ظالم کو عداوت تھی کھرانے سے بچی کے



۱۰۹	رستم کی طرح اپنے تئیں توش پہ غرا بدکار جہاں حسنِ یاقوت سے سحر پر ہول ہو رہا وہ سیر و جو گزر جائے	خورشید پہ غائب گہنی ہوتا نہیں ذرا گردن تھکی ازل سے تہ شمشیر شہسوار سموت وہ کہ عفریت جسے دیکھ کے ڈر جائے
۱۱۰	وہ خود تھکن سے بھی جس کا نہ آتے بار اُردو تو خود اور بار یہ نیزہ خوں خوار خجر وہ کہ مرغِ کارنگ اڑتا تھا جس سے	چار آئینہ اک قلعہ فولاد کی دیوار وہ گزر گراں سر جو کرے کوہ کو سہار وہاں ایسی کہ تلوار کا منہ مڑتا تھا جس سے
۱۱۱	کافر نے رجز پڑھ کے تنگا در کو نکالا اُردو تھے زبانوں کو نکالے تہ و بالا پرلی تھی سناں پر جو سناں دشتِ غامیں	اکبر بھی بڑھے چلنے لگا بھالے پہ بھالا گردن کو لڑائے ہوئے تھا کالے سے کالا چنگاڑ باں ازنی نظر آتی تھیں ہوا میں
۱۱۲	ہرطن میں یاں مڑ گئے داں اڑ گئے ر ہوار پوئیں جو کئی کھانکے جھونکے رگا غدار ایک بند بندے تختِ دل عقدہ کشا پر	نقطہ یہ سمیٹنے میں وہ پھر جانے میں پز کا رہ نیزے کو اڑائے گیا نیزے سے وہ جہدار دیکھا تو سناں خاک پہ تھی دانہ ہوا پر
۱۱۳	غصے میں کمان لے کے بڑھا سر کشا بے پیر پنہ تھا کہ سر پنہ ضرغام مدد گیر یا دیکھنی تھی فوجِ فرس کی تگ دو کو	سر پر تھا عقاب علی اکبر صفت شیر غل تھا کہ زہے زور جگر گو شہر شمشیر پانچم خورشید میں دیکھا مہ نو کو
۱۱۴	پھر گزر گراں شیر کو غدار نے مارا چکا جو تیر زیں ملک الموت پکارا شہروں کے جگر کا تپ گئے خون سے بر میں	بیس ضرب کور و کر کے بڑھا شاہ کا پیارا لو قطع ہے اب نخلِ حیاتِ شمع آرا دو ٹکڑے ہوا گزر گراں ایک تیر میں
۱۱۵	خفت ہوئی تھکے کئی ظالم نے جو کھائے رد باہ ظفر شیر پہ کس طرح سے پاسے یاں سر کا ٹرت پاؤں کو حاصل نہیں ہوتا	پیسے گہنی دانت اور گہنی ہونٹ چبائے پھر گردنِ خاک اڑ کے اگر عرش پہ چھائے بہنل گہنی اعلیٰ کے مقابل نہیں ہوتا
۱۱۶	اکبر نے کہا خیر تھا گر ہے تو دم لے دم لے کے بس اب بیان سے شمشیر دو دم لے ناخن جو نہ ہو عقدہ مشکل نہیں کھاتا	بے تیرے بڑھے دار کریں ہم تو قسم لے کہا کرتے ہیں ہم دیکھو ذرا شیروں کے اچلے جب تک کہ نہ تلوار کھینچے دل ہمیں کھاتا
۱۱۷	مربوب ہے ہم کی نہ دینار کی جھنکار دھچپ نہیں نرفت طلا کار کی جھنکار دارختہ اسی کی ہے زرہ ڈھال اسی کی	بھاتی ہے نہ زنجیر کی نہ تار کی جھنکار کانوں کو بھلی گئی ہے تلوار کی جھنکار ستے ہیں گلے جس سے وہ ہے چال اسی کی

۱۱۸	ہے طول عمل نیزہ حنفی کا ہلانا گزر صفہ باز کراں دوش پہ لانا ایک کوئی منصف ہے عرب میں نہ عمر میں	کرتی ہے کماں نیز سفاہت کا لٹانا لو ہے کو گر تیغ کے مانے سے زانا جسپین گئی تلوار تو ہے بھلہ دم میں
۱۱۹	خوشتر ہے خم اس کا خم ابروئے غم سے بایا ہے رو راست کو تلوار کے خم سے دشن جوڑے تاب کہاں رہتی ہے اس کو	بتاس نے نکالے ہیں اشارے میں گرم سے سیکھے کوئی آتش نفسی تیغ دو دم سے سیتی کی دعاورد زبان رہتی ہے اس کو
۱۲۰	تلوار سے کا نیا کیے کفار عرب سب سرتا بقدر سحر و بھی تھا بسل مرکب انفرت بھی بد صریح جلی سی کے ولی کی	دنیا سے جنم کو گئے عشر و مرحب ظلمت نہ رہی کفر کی وہ قتل ہوا جب اندھے کی آپ شاہ ضرب علی کی
۱۲۱	سر بنر کی گلس اسلام اسی سے شاہوں کو دیے سوت کے پیغام اسی نے اک نیا کیے خاقان جہاں عرب سے اس کی	نبی سے جدا کر دیے اصنام اسی نے بخشہ میں کیا روم سے تا شام اسی نے حاری ہوا سے کا چلن ضرب سے اس کی
۱۲۲	آفاق میں اردو بہ شاہی کا اسی سے اقبال چمکتا ہے شاہی کا اسی سے بادان کو نہ بھولی کوئی دم تیغ علی کی	آغاز ہے ملکوں کی تباہی کا اسی سے بیمٹا ہے مل شیر انہی کا اسی سے سرور بھی کھاتے ہیں قسم تیغ علی کی
۱۲۳	چار آئینہ مردوں کے لیے دفع ضرر ہے گر ہاتھ کی زنت ہے گے زیب کر ہے خوش تدبیر خوش سلوب ہے خوشتر و خیر ہے	جوہر ہیں زرہ قبضہ شمشیر سپر ہے رکھ لیجے پہلو میں تو آرام جگر ہے ببیر ہو تو حاجت کسی حربے کی نہیں ہے
۱۲۴	جب تیزی شمشیر زباں اس کو دکھائی تلوار علم کر کے جوڑھاں اس نے اٹھائی خورشید ہوا زرد آڑی کرد پر بن کی	نکندہ آوا ہوا تھا پہ حرارت بھی کچھ آئی علوم ہوا تیرہ گھٹا کوہ پہ چھائی تلوار سے کی بچا پو سے زیں اہل کمارن کی
۱۲۵	شہید کو اکبر نے بھی کا دے پہ لگایا منہ بکولے ہوئے شہر پہ حملے کو لگایا لائی تھی اجل کھینچ کے شمشیر کے منہ پر	وان سے بھی تڑپ کر فرس تیز لگایا ردب کے لگائے سے گیا اور لگایا آسکتا ہے مدباہ کہیں شہر کے منہ پر
۱۲۶	اکبر نے عدا دی کر تھڑ ساسنے آ کر مردانہ دکھا وار حریفانہ دغا کر نادا اس سے تیز حق دبا طل نہیں کھتا	کیوں منہ کو چھپاتا ہے سپر چہرے پہ لا کر کچھ اپنے رسالے کے جوانوں سے جیا کر نواہے تن و لوش پہ کچھ دل میں رکھتا



۱۲۶	یہ خوف کیس جان نہ گھبرا کے نکل جائے ایسا نہ ہو تلوار کوئی کھا کے نکل جائے	۱۲۶	بودا ہے جو لڑنے کی جگہ پاس کے نکل جائے بچے سے نہ شوروں کے شکار آ کے نکل جائے
	ایک جا صفت سایہ آہو نہیں بھمتا		یہاں بٹھرتا ہے پر تو نہیں بھمتا
۱۲۸	تجھ سا تو جوان شکر بد خو میں نہیں ہے گھوڑا ہے یہ چالاک پہ قافو میں نہیں ہے	۱۲۸	ہاں زور شجاعت ترے بادو میں نہیں ہے فوجیں ہیں ادھر یاں کوئی پہلو میں نہیں ہے
	اہم ایک ہیں جا نیاز کہ فوجوں سے لڑیں		کیا جھگڑکیں گے جو صفیں بانو سے کھڑے ہیں
۱۲۹	نیزے کے ہلانے میں بھی تو زور کو مارا اک ضرب تبر تھی کہ ہوا گرز و د یارا	۱۲۹	کیوں میں نے کہاں پھین لی اور تیر ٹھارا لڑنے پہ تیرا ہے ترے اوستم آرا
	آ تیغ جوانان خوش اقبال کے اوپر		چہرے کو چھپاتا ہے جلم ڈالکے کند پر
۱۳۰	یہن کے بڑے غیظ و غضب میں وہیں آیا بارے شجرات و بہمت میں پھسل آیا	۱۳۰	اکبر نے کہا آ کہ مقام اجل آیا بس روکے ہوئے کہ فرس منہ کے بل آیا
	یہ پھولنے پھلنے کی مگر فصل نہیں ہے		گر بڑا ہے جلدی تری کچھ اصل نہیں ہے
۱۳۱	تلواریں کھنچیں بر پھیاں بیکس علم اسے نظارہ کو گردوں پہ ملائک بسم اسے	۱۳۱	گھوڑوں کے تگ و پو میں برابر قدم اٹھے گر گرے ادھر خاک پہ شاہِ اُم اٹھے
	اکبر جو مقابل ہوئے اس ضال و ضل سے		شیرِ قریب آگے بیتیابی دل سے
۱۳۲	چلائے کہ اسے میرے ہمسادر ترے قرباں کچھ یہ تو جتوں سے بھی قوی تر ہے مری جاں	۱۳۲	یہ پیاس کی روز کی یہ دھوپ یہ میداں اس دیو پہ اللہ ظفر دے نہیں اس آں
	ایک پیاس بہت ہے کہ پکارا نہیں جدو		ابے ل نہیں قابو میں ہم آتے ہیں ندو
۱۳۳	روئے گئے اکبر یہ صدا سن کے پدر کی کی عرض و عا بس ہے شبہ جن و بشر کی	۱۳۳	جوڑے ہوئے ہاتھوں کو رخ شہ پہ نظر کی اس وقت نہیں پیاس قسم آپ کے سر کی
	انگاری ہیں الم تشدد پانی کا نہیں ہے		اس شعل میں کچھ دھان بھی پانی کا نہیں ہے
۱۳۴	نشویش نہ فرمائیے میں نے اسے مارا مرتب کی طرح طول میں کرتا ہوں دو یارا	۱۳۴	آیا ہے تو جاتا ہے کہاں یہ ستم آرا اللہ کی تائید ہے مولاکا سہارا
	دل آپ بڑھائیں گے تو بڑھ بڑھ کے لڑوں گا		اس دیو سے میں سورہ جن پڑھ کے لڑوں گا
۱۳۵	ہر چند سن اس کا ہے زیادہ مرے سن سے بیزاری ہے جن و ملک اس کو ان سے	۱۳۵	پانی بھی لبوں تک نہیں پہونچا کئی دن سے ہم وہ ہیں کہ جا بزنہ ہوئے دیو بھی جن سے
	اگر عجبہ کے اثر در بھی چرائے ہیں دم اتک		مشہور ہے افسانہ پیرا لا لم اتک

خادم کی لڑائی نہیں کچھ قابل تعریف ۱۳۶	آقا کے کرم سے ہے بہت پیاس میں تخفیف
غم یہ ہے کہ سولی کو نہایت ہوئی تکلیف	ہے دھوپ کڑی سایہ میں لے جائے تشریف
گردن سے پو تیغ اب اس عریض جو کی	پھینکیں رہ پڑیں قبلہ عالم پہ لہو کی
حضرت نے کہا پھر خدا حافظ و ناموس ۱۳۷	جرات میں نہ غم کم ہونہ میں صبر میں قاصر
یہ بیکس دبے پرستہ رو کرتے کو حاضر	دب جائے گا ادنیٰ سے بھی ادنیٰ ہے کافر
ایتور گیس پھٹتے ہیں شجاع اذلی کے	امنی سے تم اعلیٰ ہو کر پوگے ہو علی کے
ہاں وہی طرف آنے نہ دیکھو آئے زہنار ۱۳۸	گھوڑے کو بڑھائے ہوئے روکے ہوئے تلوار
مخورن و توش پہ اپنے ہے یہ عندار	خود منہ کے بھل آئے گا جو خالی گئے دودار
دشمن جو رشتہ جم کے تو کمر لے سوا ہے	ہاں تمام لو بالک سچا زہن کی تو مڑا ہے
یہ سن کے بڑھ جنت کو نہ شیر رینہ ۱۳۵	پہنچا تھو بے زور علم سببہ بہ سینہ
تو گت وہی سب تو رہی جلتے کا ترینہ	شہر یہ تھے آب کہ خاتم پہ نگینہ
ایون سینہ کلاہ کے اس تہہ شنہ پر	جس عرجہ چھپتا ہے کبھی شیر ہرن پر
زبانہ دہانوں کا وہ دہ تلوار دلی تھپکار ۱۴۰	آفت کی لڑائی تھی قیامت کا ہر اک دار
موجب تہا ا دھراور ادا ز حیدر کرار	گوارہ تلوار تھی رہوار یہ رہوار
ایکھی کا دزدوں تھی تڑپ آتش نفسوں کی	اسواروں تک آجاتی نہیں پاپس فرسوں کی
مہر پہ مہر تھی اور کوزے پہ کوزا ۱۴۱	مہر تہہ کھڑا تھانھا گھوڑے پہ گھوڑا
کل پھر گئی بس باک پہ جس نے جسے موڑا	زخمی ہوئے پر کیت کو دودنوں نے نہ پھوڑا
اس زور سے تیروں کی بھی سریاں نہیں چلتیں	یوں تھوم کے چلتے تھے کہ ریاں نہیں چلتیں
سن سے بڑھ تلوار گئی سن سے چسہ آئی ۱۴۲	دہ دے سے لتی ہوئی گردن سے پھر آئی
رہ پہنچ کے پھر سے گئی جو شن سے پھر آئی	چسہ سے خالی گئی تو سن سے پھر آئی
ہاں بعد علی کم ہوئی جنگ وجدالیسی	غل تھا کبھی دیکھی نہیں رود بدل ایسی
غصے میں جو سٹاک نے کی رخن کو مہینر ۱۴۳	ٹھنڈا دے کے گھوڑے کے قریب آگیا شہید
بس تمام لی اکبر نے خان فرس میں تہیز	جھوکا تھا وہ گھوڑا کہ چلی تیغ شرر ریز
ہوش اڑ گئے اس باقی بیداد و تہم کے	سرکٹ کے گرافرن پہ چالیں قدم کے
تازی کی غناں چھوڑ کے اک ہاتھ جو مارا ۱۴۴	چاروں ٹیم رہوار گئے صاف قضا را
گھوڑا جو گرا دشت ستم ہل گیا سارا	بس چور ہوا پس کے وہ کافر ستم آرا
دکھلا دیا صفد نے جو ارشاد پھر تھا	نے پاؤں تھے گھوڑے کے نہ اسوار کا سر تھا



معروف تھے رزے میں ادھر اکبر دل گیر تھراتے تھے ہاتھ اور زبان پر مٹی یہ تقریر	۱۴۵	بیابان تھے تھامے ہوئے دل حضرت شیر یہ سب تری تائید ہے اے مالک تقدیر
ایکس ترے بندے پہ عجب وقت پڑا ہے		یارب یہ سیرت سیرت فائدہ لڑا ہے
بخت سے ہے پانی کا تلاء علم مرے گھر میں دے مہر کر بنے تاب نہوں بھر پیر میں	۱۴۶	نہ بھر میں پیاسوں کا ٹھکانا ہے نہ بر میں لوٹا ہے مجھے امت احمد نے سفر میں
فرزند جوان باپ سے نہ موڑ رہا ہے		چھوٹا جو ہے گوارے میں دم توڑ رہا ہے
طالب نہیں اس کا کہ سلامت ہے پھر آئے خادم کے بزرگوں کا جو منصب ہے وہ پاسے	۱۴۷	بجروح تری راہ میں ہو بر چھیان کھا سنے جرات جو دکھائی ہے تو غربت بھی دکھا سنے
دنیا سے پرار مان سفر کرنے پر رو میں		سب پر دو جوان اس کے جوان مرنے پر رو میں
یہ کہہ کے علی اکبر سر رو کو پکار سے کھڑو کہ پور جو م سے ہاتھوں کو تھارے	۱۴۸	اصحت مرے شرم مرے پیاس کے مار سے خالی ہے طعنا کی جا اے مرے پیار سے
بھڑکی کسی بل سے اسی ذمہ لڑے تھے		خیر میں علی بھی نہیں مرے لڑے تھے
بالیدہ ہوا شہ کی صدا سن کے وہ جزا رہ کی عرض شہادت کی و ما کا ہوں طلبگار	۱۴۹	بھرا کیا ہوا رہے جھک جھک کے کئی بار اب پیاس نے مارا مجھے یا سید ا بڑا رہ
اگری سے عشق کہتا ہے جھکا جاتا ہے سر بھی جوت کا ہوا اصحت گھٹا زور جوانی		ہتھیار بھی سب گرم ہیں جتنا ہے جگر بھی
ہے دھوپ کڑی اے اسدا اللہ کے جانی سب غلوں تو بیگا دوں ابھی اس شکر شر کو	۱۵۰	اب دتی ہے پیغام اجل تشہ دہانی بہان آئے زورہ پر جو چھڑک دے کوئی پانی
حضرت نے کہا مانی کا ملنا تو ہے دشوار جلتی ہے زورہ گر تو آتار دھرے و لدار	۱۵۱	اب دور کرو خود سے کیا تم کو سرد کار کافی ہے لڑائی میں جو انرد کو تلوار
ارہنے دور ہو دھوپ میں آرام پیر سے کٹے کو گناہ پہ ہوا دل تہ و بالا		جو سینہ پیر ہو آئے کیا کام پیر سے
یہ آئے سو نگہ کے وہ گیسوؤں والا اعجاز اناست... بشہ خوش خود نے دکھایا	۱۵۲	اک سیب ترو تازہ گر یباں سے نکالا فرزند میں جاں آگنی اے سید وارا لا
اس سیب میں جو کی شنا کا کیسے یا رہا اٹھ جائے گر اس کی طرف انگشت اشارا	۱۵۳	پانی کا اثر سیب کی خوشبو نے دلہا با دیہاس کی ہے یوسف کے ز سجد اہل کا نظار
بستر کوئی سیب اس سے نہیں خلدیں ہیں		الشری طاقت کو وہ ہو جائے دو پارا و آج تک اس کی بہ مزار شہ دیں پارا

۱۵۴	تسلیم کی اور اس پر صباد م کو اڑا کر یاں بیٹھ گئے تھام کے دل سبٹا پیر	۱۵۴	پھر ڈوب گیا فوج میں وہ شیر و لادور و ان شام کے بادل میں گہرا وہ ہر نور
	اندون کی جو بو چھار ہوئی پھن گیا سینہ		روزن ہوئے اتنے کہ زرہ بن گیا سینہ
۱۵۵	بگڑے ہوئے تیغوں سے پہ ہمت کو نہ ہارے چھرا میں کبھی تھے کبھی دریا کے کنارے	۱۵۵	خروج نے اسی نظر اس فوج کے مارے پھر دیکھ گئے باب کو پھر رن کو سدھارے
	ارد کے نہ پدر قتل ہو کھنٹ جگر آیا		باب آیا ہو ہار تو چری ہو پسر آیا
۱۵۶	زرتے تھے کہ پیشانی انور پہ لگا تیر لکھا ہے کہیں میں تھا کوئی ظالم بے پیر	۱۵۶	سب فوں سے بھری احمد مختار کی تصویر برجی جو لگی سینہ میں حالت ہوئی تغیر
	اند رنی جماعت کو نہ ابرو پہ بل آیا		پہل اس نے جو کھینچا تو کچھ نکل آیا
۱۵۷	کشتہ جو بے حوں کے وژروں میں بگر کے زدبک سے پھر دار چیلے تیغ و تبر کے	۱۵۷	غش ہو گئے سر گردن ر ہوار پہ دھر کے سب سیان کٹ کٹ گئیں ٹکڑے ہوئے سر کے
	الواریں تھیں با آئے یا سر پہ قد اٹھا		جس ہاتھ سے رڑتے تھے وہ پیر خوش جدا تھا
۱۵۸	جس وقت ہوا دینے لگا زخم جسگر کا گرتے ہوئے گھڑے سے خیال آیا بد رکا	۱۵۸	سینے میں رکا آ کے دم اس رخسب قر کا چٹائے کہ اب کو چ ہے دنیا سے پسر کا
	ایکس کی سافر کی مدد کیجئے بابا		اپنے علی اکبر کی خبر لیجئے بابا
۱۵۹	بیک کی صد اسن کے ہوا صدمہ جاں کاہ معلوم ہوا جان چلی آہ کے اعراہ	۱۵۹	اک ہو ک کیجئے میں انہی جٹھ گئے شاہ دل تھام کے ہاتھوں سے کما یا اسدا شاہ
	ماں باپ کے بچنے کا مزا لے گئے بیٹا		عہدہ جو تھا راتھا ہمیں دے گئے بیٹا
۱۶۰	چلائے بتاؤ عی اکبر کہ ہسر آ میں میتاب ہے دل قلب میں شکر کے در آ میں	۱۶۰	دھونڈیں تھیں اس بحر میں یا سوئے بر آ میں تم آ نہیں سکتے تو ہمیں لاش پر آ میں
	ارنگ اڑ گیا تھا گیموؤں پر گرد مٹی مٹی		نورا کے جو سبھلے تو بصارت میں مٹی مٹی
۱۶۱	بیٹا ہمیں پھر یا ابستاکہ کے پکارو ناشاد گرفتار بلا کہہ کے پکارو	۱۶۱	مظلوم غریب انفسر با کہہ کے پکارو اب تشدد و خروج جف کہہ کے پکارو
	ابو وقت معین ہے وہ ہرگز نہ سے گا		جزم ہی گردن پہ اسی طرح چلے گا
۱۶۲	مہر علی اکبر علی اکبر مہر علی اکبر علی اکبر	۱۶۲	دل جو علی اکبر علی اکبر علی اکبر خوش ہو علی اکبر علی اکبر علی اکبر
	اس عمر کا پودا کوئی بے برگ نہ ہوئے		جھمک کوئی دنیا میں جو ان مرگ نہ ہوئے



۱۶۳	یہ شاں یہ اقبال یہ شوکت یہ جو ا نی یوں خاک ہوئی اسے یہ صورت یہ جو ا نی گویا کہ حسین آج بکھڑا ہے نئی سے	۱۶۳	اٹھارہواں یہ سال یہ غربت یہ جو ا نی دیکھی تھی نہ اب تک یہ شجاعت یہ جو ا نی کس در جو شاہ تھے رسول عربی سے
۱۶۴	جھلنے میں نظر پہلے پڑی زحم جگر پر سینے پہ کبھی ہاتھ کو مارا کبھی سر پر بابائے جواں بیٹے کو مرتے ہوئے دیکھا	۱۶۴	لے آئی جو بیا بی دل لاشی پسر پر اک تیرنگا قلب شبہ جن و بشر پر ادھر کے دم اس شیر کو بھرتے ہوئے دیکھا
۱۶۵	پتھرائی موتی آنکھ کے تیغوں سے ابرو چہرے پہ لوگاؤں پہ ڈھلکے ہوئے آنسو نزدیک اجل آگئی بابا نہیں آئے	۱۶۵	ہونٹوں پر زباں رخ پہ عرق خاک پہ گیسو گردن تو کج اور حلق پہ اک تیرسہ پہلو پہ زرب آواز کہ آقا نہیں آئے
۱۶۶	اے جان نہ گھبرا شبہ جن و بشر آئیں اے موت ٹھہر جا پیر آئیں پیر آئیں حسرت ہے کہ دم باب کی آغوش میں نکلے	۱۶۶	اے درد جگر کھتم کہ شبہ بحر و بر آئیں اے روح توقف شبہ والا ادھر آئیں ارمان دل زار پسر ہوش میں نکلے
۱۶۷	انھومے پارے مرے دلبر پر آ یا ناشا د پدربے کس وبے پر پر آ یا صدقے پر آؤ مری آغوش میں آؤ	۱۶۷	چلائے شہ دیں علی اکبر پر آ یا تم ڈھونڈتے تھے اے یہ الور پر آ یا کچھ دل کی گرو بات ذرا ہوش میں آؤ
۱۶۸	گرد و دھواں تھوں سے بازو کو سنبھالوں مرے اُسے دیکھوں جسے آغوش میں پالوں سینے سے کلیہ نظر آتا ہے تمہارا	۱۶۸	نہ گھوٹے ہو کیوں تیر کو گردن سے نکالوں گڑا ہے پہاڑ اس کو میں کس طرح سے ٹالوں بہ بہ کے ہو میں جگر آتا ہے تمہارا
۱۶۹	آنکھوں کو تو کھو تو علی اکبر علی اکبر لو باب کو رو رو علی اکبر علی اکبر ہم روتے ہیں اور تم جس روتے نہیں بیٹا	۱۶۹	کچھ منہ سے تو بولو علی اکبر علی اکبر رخصت بھی تو بولو علی اکبر علی اکبر دو ملتا بھی اس آرام سے سوتے نہیں بیٹا
۱۷۰	اک آن کی تکلیف گوارا کرو بیٹا بولا میں جاتا تو اشا را کرو بیٹا ہیں ہیں یہ کس سے کہ نہیں بھول گئے ہو	۱۷۰	ہم آئے ہیں لو پاس ہمارا کرو بیٹا کچھ کچھ تو مرے درد کا چارا کرو بیٹا عوریں ہمیں گھیرے ہیں کہ صمان سے ہو
۱۷۱	بس ہاتھوں کو پھیلا دیا اس رشک فرسے نہ کھول کے دکھائی زباں تشنہ جگر نے مجبور ہوں اکبر بھگے پانی نہیں ملتا	۱۷۱	غش میں جو سنی باپ کی آواز پسر نے پشایا پھمائی سے شبہ جن و بشر نے فرمایا کہ قطرہ مرے جانی نہیں ملتا

کی عرض علی آئے ہیں یا شاہ خوش انجام ایک جام بھجے دے کے بعد شفقت و انعام	۱۷۲	ہاتھوں میں ہیں کوثر کے چھلکے ہوئے دو جام فرماتے ہیں پی پی لے اے اے اکبر کلف نام
میں کتابوں بھرجے ہوں آوارہ دہن ہوں		دونوں بھجے دے کہ بہت تشنہ دہن ہوں
اتنا تک نکھوں سے ٹپکا کہ یہ فرماتے ہیں حیدر گھبرانہ کو نزدیک ہے اب چشمہ کوثر	۱۷۳	شیر بھی پیاسا ہے بہت اے مرے دہر حصہ یہ ترے باپ کا ہے اے علی اکبر
دو دن سے اٹھانے ہیں قیب تشنہ نبی کے		یہ قیصر افتاد ہے نو اے پہ نئی کے
یہ کہتے ہی آنکھوں سے بس آنسو ہوئے جاری کی عرض حضور آتی ہے زہرا کی سواری	۱۷۴	نہ پھر کے دیکھا سوئے سحر کنی باری پھر درد اٹھا سینے میں پھر غش ہوا طاری
لہو کے ہوئے آنکھوں کو مسافر ہوئے اکبر		بھلی کا بس آنا تھا کہ آخر ہوئے اکبر
لکھا ہے کہ مگلا علی اکبر کا رادھر و دم سرتنگے تھیں پیچھے کئی سیدانیاں باہم	۱۷۵	مگلی درخیر سے ادھر زینب پر غم نہ پستی تھی کوئی کوئی کرتی تھی ماتم
ہلتا تھا فلک نادر و فریاد و بکا سے		اک حشر تھا ہے علی اکبر کی صدا سے
خورشید پھیلا کر دلائی زلزلہ آیا پھیل تھی جہاں و صوب و ہاں ہو گیا سایا	۱۷۶	اکا برسیدہ دست پر آشوب میں چسپایا بھلی کو یہ ہی میں چکتا ہوا پایا
جو تشر کے آثار ہیں سارے نظر آئے		ترے ہوئے مقتل میں تارے نظر آئے
محبوب اتنی کے تو اسی کا تھا یہ حال یکدم چہرے پہ کچھ دوش پہ بکھرے ہوئے تھے بال	۱۷۷	سر پہ نہ روا تھی نہ قصا بہ خنائہ رومال برہم تھی بسمل کی تڑپ زنجیروں کی چال
اٹوٹا تھا مصیبت کا فلک زار و خریں پر		تھی نصف روادوش پہ اور نصف میں پر
چلائی تھی بھلی کی سبھے راہ بتا دو کس ابر میں پنہاں ہے مرا ماہ بتا دو	۱۷۸	سیدانی ہوں رستہ بھجے لہہ بتا دو لاٹھے پہ کدھر ہو شہر ذی جاہ بتا دو
آنکھوں میں بھارت بھی نہیں جاؤں کہ صحر کو		میں پہلے پہل ڈھونڈنے لگی ہوں پسر کو
زینب کی صدا سنتے ہی دوڑے شہر والا فرمایا قدم نیچے تے کیوں تم نے نکالا	۱۷۹	داماں بجا فرق پہ ہمیشہ کے ڈالا اسے بنت علی مر گیا وہ گیسوؤں والا
اکٹھ ہے بدن کشتہ و شمشیر ہیں اکبر		دیکھو گی کے خاک پہ اب دھیر ہیں اکبر
خارش ایش آگے نہیں تاب رستم کی کیونکہ کوئی رو داد لکھے اہل حرم کی	۱۸۰	شق ہوئی ہے چھائی دم حشر پر ظلم کی حقا کہ نہایت نہیں شمشیر کے غم کی
مہر و نبر اکا شک بنانے میں رہے گا		ماتم علی اکبر کا زمانے میں رہے گا



اسے سو نومرنے کے لئے جاتے ہیں اکبر	مرثیہ	مادر سے جدا ہونے کا غم کھاتے ہیں اکبر
سوئے ہوئے اب باپ کو دکھاتے ہیں اکبر		شہر و تہ ہیں سراپاؤں پہ نیڑے کھاتے ہیں اکبر
کچھ بن نہیں آتا ہے شہ جن و بشر کو		گود بچتے ہیں ہاتھ کو اور گاہ پسر کو
دشوار ہے ہم شکل ہمیں سر کی جسدائی	۲	فرماتے ہیں پہلے بچے کیوں موت نہ آئی
بانو کی یہ اٹھارہ برس کی سب کسائی		سرت بھی کوئی اس کی نکلے نہیں پائی
پہلے علی اکبر سے یہ ناشاد مرے کی		کس طرح جواں بیٹے کو ماں بسر کر سکی
ہے داغ عجب یہ فلک پسند کھاتا	۳	بابا سے برابر کے پسر کو سب سے چھڑا تا
ہے شاہ کی پیری کا عصا ہاتھ سے جاتا		اک عمر کی دولت پہ زوال آج سہ آتا
آتا ہے فلک غم کا شہ جن و بشر پر		تھاوش ہیں پر برتھیاں چلتی ہیں جگر پر
بے شک ہیں تراشکوں سے آنکھیں ہیں کمر خم	۴	خاتم کی جدائی کا قلع بھائی کا نام
بانو کا جدار بج ہے بیٹے کا جسد اعم		ہیں سخت تردد میں شہنشاہ و دو عالم
بیٹے سے بچھڑتا ہے مصیبت یہ بڑی ت		اک جان عجب طرح کی آفت میں پڑی ت
اکبر کی یہ ہے عرض کہ سیدان کی رضا دو	۵	رستہ بچے فردوس کے جاسنے کا بستادو
بابا مری الفت کو بس اب دل سے اٹھا دو		اماں سے بھی رخصت بچے مرنے کی دلا دو
کٹوائے گا سرور میں غلام آپ سے پہلے		زندہ ہے وہ بنیا جو مرے باپ سے پہلے
اب لطف ہے کیا جینے کا سب کٹ چکا شکر	۶	کام آئے پھوپھی زاد... پی زاد... براور
عباسی علمدار گئے جانب کو ٹر		نام اپنا ہو روشن جو گئے شمع صفت سر
ہے لہ نہ اب آہ و بکا کیجیے بابا		اکبر کو بھی امت پہ فدا کیجیے بابا
ہے میرے سوا کون جو ہو آپ پہ قرباں	۷	مابدست سو بیارست اصفرت سونا داں
فرماتے ہیں حضرت یہ نہو گا کسی عنوان		اسے جان پدر پہلے ہیں ہوئے دو بیجاں
جب لاش مری رن سے اٹھالایو بیٹا		پھر شوق سے مرنے کے لئے جسا یو بیٹا
بیکس کی رفاقت کو نہ پھر زور مرے جہانی	۸	پیری میں اسنے گانہ ترا دایا جواں
گو پیاس بہت ہے بچے اسے یوسف ثانی		ہم نے بھی تو دور روز سے پایا نہیں پانی
بابا سے جدا ہونا گوارا نہ کرو تم		کوڑے بے ہم سے کنارا نہ کرو تم
اس واسطے پاہ تھا بچے اسے مرے دلدار	۹	مظلوم پدر کے دم آسنر ہو مرد عمار
دم آنکھوں میں جب آئے تو دیکھیں ترا دیدار		مر جائیں تو تم جگر کرو باپ کی بشار
نختار ہو گھر بار کے حائل ہو جواں ہو		فرزند پیر کے گھٹیں فاسد خویش ہو

۱۰	ناباپ کا مرنا تو ہے میرا شادی جاں ہوٹے گانہ بھگو یہ گوارا کسی عنوان تم جیتے ہو روح مری شاد ہے گی	سواپ تو جیتا رہت فرزند ہو بچساں مرنے کو تمہیں جانے دوں کہ موئے میدان اور بانو کے غموم بھی آباد رہے گی
۱۱	سن کر یہ سخن شاہ کا رونے لگے اکبر میں زندہ رہوں آپ کے تن پر سے کٹے سر حضرت کی جدائی کانہ میں داغ سہوں گا	نی عرض کہ فریاد ہے یا سبط پیمبر اس قبلہ دیں ہو یہ گوارا ابھے کیونکر حدتے نہ ہوا اگر تو کہیں کا نہ رہوں گا
۱۲	کینے لگے سخن ستر ابرار پھر گرنے لگا باپ کے قدموں پر وہ دھار فرمایا کرنا وہ نہ بچ سوختہ جاں کو	بیاتری تقریر سے ہم ہو گئے لاچار پٹا کے گلے سے شہ والا لے گیا پیار اچھا بھی مرضی ہے گوارا ہی کرواں گا
۱۳	بانو بھی کھڑی دور سے سنتی تھی یہ نصیر کیا ذکر مرا کرتے ہو کیا ہوتی ہے تدبیر آتی ہے خزاں باغ اجڑتا ہے ہمارا	سرور سے لگی کینے کہ اسے حضرت شہید شہ نے کہا ہے آس ہیں کر لی ہے نصیر فرزند جاں ہم سے بچھڑتا ہے ہمارا
۱۴	میں چاہتا ہوں لال رہے تیرا سلامت بگد سے تو یہ روکے نہیں جاتے کسی صورت کیونکر کہوں میں ایسی کمالی کو مٹا دو	بانو تری دولت پہ گرا آئی ہے آفت اب تم سے طلب کرتے ہیں یہ مرنے کی نصحت تم چاہو رضا دو انھیں چاہو نہ رضا دو
۱۵	بانو لے کر آپ کی کیا اس میں ہے مرضی پیارے علی اکبر ہیں نواست بھی ہے پیاری منظور ہے سرانیا پتہ تیغ دھروں میں	حضرت نے کہا جس میں ہو آمت کی بھلائی صدفے کیا بھائی کو بھت ہے یہ اُن کی میدان میں پہلے علی اکبر سے مروں میں
۱۶	سنا کر یہ سخن رونے لگی بانو نا شاد دو دربار لوگو مرا کھر ہوتا ہے براہ تدبیر کو کچھ مرا کھر کھتا ہے لوگو	چٹائی کر گشتی ہوں میں فریاد ہے فریاد مرجاؤں تو ہوں قید غم درج سے آزار پردیس میں مادر سے پسر چھتا ہے لوگو
۱۷	سرور سے مراد آج ہے اکبر سے ہے اقبال بیٹے کو جو نصحت دوں تو ہے دل کا عجیب حال ہر طرح کمر غم سے اکھڑ جائے گی میری	وہ غافلہ کا لال ہے یہ بانو کا ہے لال دور روکوں تو زہرا کا چمن ہوتا ہے پامال بانو کو دیا کو کھڑ جائے گی میری
۱۸	رو کر کھا اکبر نے کہ اسے مادر غم خواہ اب دودھ بھیس بخشو کہ ہیں مرنے پر تیسار کو کد اپنی بچانے کا نہ ساماں کرواں	مانگو یہ دعا زندہ رہیں سید ابرار اس پیاس میں ہیں جام نہادت کے طلبگار زہرا کے پسر پر ہیں خزانہ کرواں



۱۹	باؤٹے کہا صبر تو آتا نہیں واری مر جاؤں گی اسے لال میں فرقت میں تمہاری	تم نے تو چھری ماں کے کلمے پہ ست ماری نیراب یہی مطلب ہے تو شکر او سواری
	اگر میں کوئی حسرت تو نکالوں علی اکبر	اؤ نکلیں دو لہا تو بنا لوں علی اکبر
۲۰	اکبر نے کہا اس سے ہے کیا فائدہ اس آن اکٹھ جائیں گے ہم خالق سے ناشادہ پڑا رہاں	غم ہو گا زیادہ تمہیں یہ دیکھ کے اماں بستر تو یہ ہے چاک کرو میرا گریباں
	لے جھوڑا نہ سہرا نہ دھن چاہیے مجھ کو	اب گوشہ قبر اور کفن چاہیے مجھ کو
۲۱	لاٹھے کے اٹھانے کا جو ساماں ہو... میسر یاد آؤں گا جس وقت تو رو نہا یہی کسک	سہرا مرے تابوت پہ غم با بندھو مادر ہے مرے ناشادہ پڑا رہاں علی اکبر
	اب اندھ بھی ہے گر گلشن ہستی سے سفر پر	بس ہے یہی شادی کہ تصدق جوں پڑ پڑا
۲۲	کسک یہ سخن ماں کو کیا آحسری مجھ سے روتا ہوا ہم شکل بنی نیچے سے نکلا	ناموس محمد میں قیامت ہوئی بر پا شہ نے کہا اے لعل خدا کو تمہیں سو بیا
	فرقت تری منت بھے دکھلائی ہے بیٹا	فرجاتے نہیں جان چلی جاتی ہے بیٹا
۲۳	اکبر سوئے جنگاہ چلے چھیر کے رہاوار تھا مستعد جنگ زبں شکر کفار	اور رہ گئے دل تمام کے در پر شہ ابرار میداں میں ہو پختا تھا کہ چلنے لگی تلوار
	تھے روکتے اُس فوج کے ریلے علی اکبر	ڑتے تھے ہزاروں سے اکیلے علی اکبر
۲۴	تھے غول زرہ پوشوں کے کھینچے ہوئے شیش تالے ہوئے نیزوں کو پس پشت تھے بے پر	پڑتے تھے کیس گاہ سے باران کی طرح تیر اور زنج میں تھے جمنج بہ کف اکبر دل گیر
	دکھلا دیا تھا جنگ کشنشا و بجف کو	جب کرتے تھے صلوات اتنے تھے بھے صف کو
۲۵	واں سرکہ آرا تھے جناب علی اکبر غل ہوتا جو میداں میں تو کہتے تھے نزدیک	روتے تھے کھڑے سبھٹ بنی نیچے کے در پر اے بار خدا منتی ہے قصد یر بیہوش
	اکبر عطا کر کہ نہ فریاد کروں میں	بھولوں علی اکبر کو بجے یاد کروں میں
۲۶	یارب علی اکبر یہ ست بچپن سے مرا پیار اتھارہ برس پالا ہے الفت سے ہوں ناچار	سو آگے مرے برتیاں کھاتا ہے یہ دلدار ہے مرگ جواں بننے کی شپیر پہ دشوار
	تینوں سے بچا تا نہیں میں اپنے جگر کو	کرتا ہوں خدا نانا کی است پہ پسر کو
۲۷	تھی شہ کی وہ مشکل اور یہ تھا بانو کا نقشہ کستی تھی کہ اسے پیو ہے بے میں کروں کیسا	روٹی تھی کھڑی تھامے ہوئے چہ کا پردہ اکٹھوں سے ہے کچھ اب تو دکھائی نہیں دیتا
	فرزند مرا کھر چبا ہے فوج سستم میں	اب ننہ سے کھانا ہے کھلی کوئی دم میں

۲۸	پروے کو اٹھا کر کبھی سٹرو کو سنا تھی ہے امنا کی آپ بچ کیلئے کو جلا تھی	اب نیچے سے سرسنگے ہوں میں بھی چسپی جاتی کچھ ایسا تعلق ہے کہ پھٹی جاتی ہے چھانی
	زندہ علی اکبر کو میں پھر پاؤں کی صاحب	بیٹا نہیں ملنے کا تو مر جاؤں گی صاحب
۲۹	فضہ سے یہ کہتی تھی کہ میداں کی طرف جا کیونکہ جلدیچھے میں داں حشر ہے برپا	احسان ترا ہوئے گا اکبر کو بلا لا مادر کو اٹھا لو گے تو پھر آن کے لڑنا
	صدیہ نہ جدائی کا اٹھا مر گئی بالو	جلدی چلو دنیا سے سفر کر گئی بالو
۳۰	یہ حشر تھا جوں سے صدا آئی یہ ناگاہ اکبر کی صدا سننے ہی دوزخ شہ زیمہ	گھوڑے سے پسر گر پڑا جلد آئیے یا شاہ مقتل میں نظر آیا نہ وہ چودھویں کا ماہ
	کھیرائے ہوئے چاروں طرف پھرتے تھے پتھر	بسل کی طرح آتھتے تھے اور گرتے تھے پتھر
۳۱	دل پکڑے ہوئے ہاتھوں سے گم نہ رہ جاتے اس کو کبھی ہاتھ اٹھا کر یہ سناتے	موتے ہوئے ہوں ابر کبھی داں سے پھر آتے میں بعض بے لاش نہیں اکبر کا بتاتے
	اور یا میں بولا شے کو بہایا ہو تو کھدو	اس چاند کو منی میں چھپایا ہو تو کھدو
۳۲	جولاش نظر آتی تھی کہتے تھے یہ جھک کر آئی نہ صدا کچھ تو یہ فرماتے تھے رو کر	قربان میں گرم ہو تو ہو لو علی اکبر انکھوں سے بھارت بھی گئی وائے مقدر
	عورت نظر آنے کی نہیں نور نظر کی	کلب کو تہانے گا کوئی لاش پسر کی
۳۳	حضرت کے ڈلانے کو عدد کہتے تھے ہنس کر تنگڑے ہوا تبخوں سے خجھرے کشا سر	یا شاہ کے ڈھونڈتے ہو مر گئے اکبر مردے کا تعلق ہے عیث یا شہ صغیر
	جیتا تو نہ وہ ماہ تھا ہاتھ لگے گا	لاشے پر جو پیشو گے تو کیا ہاتھ لگے گا
۳۴	نہ کہتے تھے بیٹے کا پتہ مجھ کو بتا دو جنا بے کیوں اسے چھانی سے لگا دو	سید ہوں دماؤں گا میں لاش ہی دکھا دو اب یوسف گم گشت کو باپ سے ملا دو
	مادر کو بھی اک عشق ہے اس نور نظر سے	بیٹا نہ ملے گا تو نکل آئے گی گھر سے
۳۵	اکبر کا پناہ نہ کسی نے نہ بٹایا فرزند کو جنگل میں زڑ پست ہوا پایا	صحر کو چلا حیدر کرار کا جسا یا چماکے کر کیا حال ہے بیٹا پدر آیا
	اٹھارہ برس بعد میں پھوڑتے ہو آہ	بیٹا پڑے اس خاک پر دم توڑتے ہو آہ
۳۶	بیٹا میں تموا جاتا ہوں آواز سناؤ رہی کا کہاں زخم لگا بھکو دکھاؤ	ہم آنے لگے ملنے کو ہاتھوں کو اٹھاؤ گراٹھ نہیں سکتے تو مری گود میں آؤ
	ایپن میں پھرا ہوں بھیں کا ذبے بہرہا کر	یتاؤں گا اب لاش کو چھانی سے لگا کر



آغوش میں یہ کمرہ کے جو اکبر کو اٹھا یا تب کوٹ کے چھاتی یہ شہر دینا لے سنا یا	۳۷	اور زخم کھینچے کا پسر کے نقطہ آیا یہ حال ہے فرزند کا فریاد خدا یا
اگر تاجے امت نے عذ کی دغا سے		کاٹا ہے کھینچے کو مرے تیغ جفا سے
اکبر نے سنی عش میں جو یہ باپ کی زاری رو کر کہا بابا سے کہ رخصت ہے ہماری	۳۸	بتیابی شیر پہ آنسو ہوئے جاری چینے کے نہیں زخم کھینچے پہ ہے کاری
اکبر کو سکینے کو برا دور کو نہ دیکھا		افسوس کہ مرتے ہوئے مادر کو نہ دیکھا
یاں آئے ہیں لینے کو مرے غلہ سے حیدر دادی مری پہلو میں کھڑی بیٹنی ہیں سر	۳۹	کس پیار سے دبتے ہیں بھے ساغر کوثر اور شور ہے عروں میں کہ ہے علی اکبر
ہیں گرد مری لاش کے روں شہدا کی		آتی ہے صدا اگر یہ انجیب خدا کی
یسکتے تھے جو درد ہوا چھاتی میں ناگاہ اک آہ کی اور گلشن فردوس کی راہ	۴۰	آغوش میں بابا کے تڑپنے لگا وہ ماہ چلائے کھینچے کو پکا کر شہر ذوی جاہ
اب تشنہ جہاں سے سوئے کوثر گئے بیٹا		یہ باپ نو جیتا رہا تم مر گئے بیٹا
اے لال کہاں سے تھیں اب ڈھونڈ کے لاؤں پوچھے تھیں باتو تو میں کیا اس کو بتاؤں	۴۱	بتلاؤ تو کس منہ سے میں اب نیچے میں جاؤں مرنے کی خبر بیٹے کی کیا ماں کو سناؤں
اما تم میں ہیں اچھے رلا یا علی اکبر		تم نے مرا لاش نہ اٹھایا علی اکبر
خاندان آئیں اب کہ ہونی شدت زاری رورو کے دعا نگ کہ اے ایزد باری	۴۲	خاسے کے بھی آنسو ہیں غم شاہ میں جاری کر رحم کہ مجھ پر الم در پنج بے طاری
میں واسطہ دیتا ہوں حسینؑ ابن علیؑ کا		محتاج نہ کیجو مجھے دنیا میں کسی کا

## سلام

نغم حسینؑ میں رہ بھرتی ثواب یہ ہے	۱	بکھ نہ اشک کا اشک ہے رخس آب یہ ہے
نہد میں دیکھو داغ حسینؑ کی ضو کو	۲	زواں جس کو نہیں ہے وہ آفتاب یہ ہے
حسینؑ کہتے تھے کیوں نہ رو کوں تو کوں	۳	خدا گواہ کہ لاکھوں میں انتخاب یہ ہے
امام کہتے تھے ہماں تھا حشر مگر افسوس	۴	ضیافت اس کی نہ کچھ ہو سکی حجاب یہ ہے
نہ گز کے اڑیاں قاسمؑ نے وقت نزع کہا	۵	مدم کے ہیں سفری اپنا پازاب یہ ہے
بنے کی لاش پہ روئے پکار کر نہ بنی	۶	جناہ شرم اسے کہتے ہیں زو حجاب یہ ہے

۴	زمین کو جھاڑ کے ہاتھ سے کستی تھی زہرا	چھتے نہ کچھ مرے بچے کا فرش خواب یہ ہے
۵	سوال خط کیا تھا حد نے جب توشہ لے لیا	جواب زیست نہ ہم کو دیا جواب یہ ہے
۶	ملائہ مالک کو لڑکوں ایک نظرہ آب	ہنوز خلق میں دریا کو پیچ و تاب یہ ہے
۷	دکھائے حاکم کو فہ کو شمر کئے دگا	ہن حسین کی زینب جگر گلاب یہ ہے
۸	سوال آب جو کرتے تھے شہ تو دشمن دیں	لگا کے تبر ستم کئے تھے جواب یہ ہے
۹	ملک یہ کتے تھے گردوں پہ وقت قتل حسین	جناؤ جو یہ ہے ظلم بے حساب یہ ہے
۱۰	سوار پر دشمن رسول خدا کی چھاتی پر	چڑھا بے شکر زمانے کا انقلاب یہ ہے
۱۱	پدر کو کھوکے پھر ازندہ کتے تھے سجاد	کیس گے کیا بچے اہل وطن جاب یہ ہے
۱۲	چھپائے ہاتھوں سے چہرہ کو کستی تھیں رائیں	روا بس اب یہ ہے پردہ یہ ہے نقاب یہ ہے
۱۳	صفائی حسن کی اکبر کے دیکھ بولے عدد	بچے کھرتی نہیں رخ پہ آب و تاب یہ ہے
۱۴	نہ سمجھ نقطہ خال سیاہ ابرو پر	کتاب حسن کی ایک بیت انتخاب یہ ہے
قطعہ		
۱۵	دیم ہر دنداشہ کو چرخ سے آئی	کہ ہر خیال ہے کس فوج پر عتاب یہ ہے
۱۶	حسین ضرب ہے تیری ہماری ہاتھ کی ضرب	علی کے لال سے سر بر ہو کس کی تاب یہ ہے
قطعہ		
۱۷	رسول کتے تھے بازو پکڑ کے جید رکا	خزینہ علم کا تو میں ہوں اور باب یہ ہے
۱۸	جیسے ہونچنا ہو مجھ تک وہ اس سے راہ کرے	خطا کے اور ہیں رستے رو صواب یہ ہے
۱۹	لگا کے خون جبین ریش پر کما شہ تھے	جہاں سے جاتے ہیں ہم آخری خطاب یہ ہے
۲۰	یزید تخت کے اوپر ہوا درتے سر شاہ	انیس دیکھ زمانے کا انقلاب یہ ہے
رباعی		
	کس دن مضمون لو کا نقشہ اتر ا	پُرورد مسانی کا نہ چہرہ اتر ا
	بہرے ہم اترے نے مضمون پڑھ کر	ان کے لیے گویا من و سلوی اتر ا
رباعی		
	کانپا نہ جگر نہ دل نہ چہرہ اتر ا	کس بحر میں بخوف و خطر جا اتر ا
	ساحل پہ نہ جسکے ٹھہرے یاروں کے قدم	دہ ہاتھ لگا کے میں وہ دریا اتر ا
تلاش شد		



مومنو مرنے کو ہم شکل بنی جاتا ہے	مرثیہ	دولت بانو کے بیکس پہ زوال آتا ہے
کیا الم ہے کہ بکڑ سینے میں تھراتا ہے		داغ بیٹے کا ملک باپ کو دکھلاتا ہے
ان ترشیاں ہے شہرِ حق و بشر روئے ہیں		نس جوان بیٹے سے ماں باپ جدا ہوتے ہیں
ایسا کیا جاتا ہے ہوتا ہے بھرا گھر برباد	۲	ہوتی ہے دولتِ فرزند پر پھیر برباد
کرتے ہیں اپنی جوانی علی اکبر برباد		جان کھوتا ہے پدر ہوتی ہے مادر برباد
داغِ اولاد ہے یاں صبر کا سجدہ نہیں		پہلے فرزند سے مرجا میں تو کچھ دور نہیں
ماں کے ہنہ جسم کی جاں باپ کا پیار ہے پسر	۳	سر بسر زیورِ خوبی سے سنوارا ہے پسر
روشنی گہری ہے اور آنکھوں کا تار ہے پسر		قوتِ دل ہے ضعیفی کا سہارا ہے پسر
ماں سے چھٹا ہے پسر بیٹے سے ماں چھوٹی ہے		کوہِ غم گرتا ہے بابا کی کمر ٹوٹتی ہے
کیا چون فصل بہاری میں خواں ہوتا ہے	۴	بارغِ عالم سے عجب سرور و اں ہوتا ہے
زنگیں چشمِ تنکا ہوں سے نہاں ہوتا ہے		خشک بے آبی سے کیا غنچہ دہاں ہوتا ہے
فریہ پھاڑا ہے گریبانِ قبائل کی طرح		ماں پریشاں کیے ہیں باؤں کو سبیل کی طرح
ایسا بیباک ہے اٹھارہ برس پالا ہے	۵	گھر سے جاتا ہے وہی گھر کا جو اجیالا ہے
تفرقہ چرخِ شکر نے عجب ڈالا ہے		کیا کریں صبرِ کلیجہ ہی تہ و بالا ہے
دل کی بتیابی ہرک آن سوا ہوتی ار		روح ماں باپ کی قاب سے جدا ہوتی ار
داغِ اولاد نہیں آہ اٹھایا جاتا	۶	ایسا بیباک نہیں ہاتھوں سے گنوا یا جاتا
ورد وہ ہے کہ زباں پر نہیں لایا جاتا		زخمِ وہ ہے کہ جگر پر نہیں کھایا جاتا
داغِ فرزند حسین ابن علی سے پوچھو		نوجوان بیٹے کا غم باپ کے جی سے پوچھو
داغِ یوسف سے ہیں یعقوبؑ پیر آگاہ	۷	کہ جھکاتی تھی کنوئیں دشت میں فرزند کی چاہ
آنکھیں روشن ہوئیں جب مل گیا وہ نورنگاہ		یاں تو شررِ مد کے ملنے کی توقع نہیں آ
دشت میں چار طرف ہونڈ تھنے جاویں گے حسینؑ		اپنے یوسفؑ کو بجز شہرہ پاویں گے حسینؑ
لے گئے ذبح کو جس وقت خلیلؑ اپنا پسر	۸	باندھی الفت کے سبب آنکھوں پٹی کس کر
نالا کٹتے ہوئے آئے نہ بیٹے کا نظیر		ذبح یاں ہو گا پسر سامنے دیکھے گا پدر
بکھرا ابن علی صبر میں لاشالی ہے		داں کو دنبہ تھا یہاں بیٹے کی قربانی ہے
سوچیں سب صاحبِ اولاد کہ کیا مشکل ہے	۹	نالا کجا صبر کہ ماں باپ کا آخرِ دل ہے
پہلے فرزند سے بابا کا جگر گھاتل ہے		زخمِ اکبرؑ نے نہیں کھائے پہ ماں سہل ہے
بابا جب سینے سے برچی گئی افی ہو وے گی		کیا غضب ہو گا کیا سینہ زلی ہو وے گی

۱۰	بامدھتا ہے وہ کمر اور کمر شاہ ہے غم شان سے شانے پر رکھتا ہے کہاں وہ غم	تیغ بختا ہے ہر باپ کے دم میں نہیں دم غیر غم گئے ہیں مادر کے جگر پر پیسہ
۱۱	تن چار آئینہ سبھنے کا وہاں ساں ہو گا آنکھوں سے نہاں جس گھڑی وہ رشک تر	پارہ پارہ ہے جگر ماں کا پدر پیراں ہی مکھڑے مانند کتاں ہوئے گا بابا کا جگر
۱۲	نفس سبیل سی ہیں جو رخ پر ادھر اور ادھر کچھ نہ ماں باپ کو آنکھوں سے نظر آئے گا	نور چشم ایسا سلامت جو نہ گھر آئے گا اسکو راحت ہے تو ماں باپ کو بھی راحت
۱۳	دانی دولت اولاد و عجب دولت ہے نوجواں بیٹے کا مرنا بھی بڑی آفت ہے	رمدگی تلخ ہے پھر جینے کی کیا لذت ہے اور بیٹا بھی تو ہم شکل بنی سا بیٹا
۱۴	ہیں میں بھیگتی اٹھارہ برس کا ہے سن رخ میں کافی ہیں دکھ درد کی راتیں گن	میتن مانی ہیں اور لے مرادوں کے ہیں دن پائے واسے کو چین آئے گا کیونکر اس بن
۱۵	ماں کو حسرت سے دوہیں بیاہ کے گھر لانے کی ماں کو منظور ہے جاوے نہ کہیں تو یہ نظر	فکرایاں کو جوالی میں ہے مرجالے کی اور فرزند کو درپیش ہے دنیا سے سفر
۱۶	اب کو غم ہے کہ چھٹا ہے برابر کا پسر بھائی کے واسطے قاسم کی دوہیں پائی ہی	بدمی ہو سکتی نہیں غم ہوئی جالی ہے کمر پرے دامان قبا چھوٹی بہن روتی ہے
۱۷	ماں کو جانے کے لئے بانو کے جانے میں کھڑے بانو جوڑے ہوئے گردن کو جھکائے ہیں کھڑے	شوق ہے جنگ کا ہتھیار لگائے ہیں کھڑے ماں سے مرنے کے لئے آنکھ چرائے ہیں کھڑے
۱۸	شاہ خاوش ہیں اور بول نہیں سکتے ہیں دل سے فرماتے ہیں یہ دیکھیے اب ہوتا ہے کیا	بہی بانو کا بھی بیٹے کا منہ نکلتے ہیں بانو گیتی ہے کہ بیٹے کو نہیں دیتی رضا
۱۹	میر کی جا نہیں ہوتا ہے پسر ماں سے جدا جسم کا پنے کا قلعی ہو گا عش آجائے گا	اب خدا خیر کرے ہے یہی مرجانے کی جا حرف رخصت کا نہ بانو سے شا جائے گا
۲۰	بانو کستی تھی کہ کیا کہتے ہیں اکبر یا شاہ دیکھتی ہوں کہ میں حضرت کی یہی حالت ہے تباہ	ان کے جودل میں ہی کچھ آپ ہیں اس سے آگاہ ماجر کیا ہے یہ کچھ ٹھہرے تو کیسے لٹ
۲۱	منہ سے کچھ کہتے نہیں پاس ادب کرتے ہیں شاہ فرماتے ہیں بانو سے کہ اے نیک نہاد	کون سی چیز ہے جو ماں سے طلب کرتے ہیں مازداں ہوتی ہے ماں بیٹے کی بابا سے زیاد
۲۲	پوچھو اکبر سے کہیں گے جو کچھ ان کی ہے مراد تھا تقدیر میں کہ سب ہوویں جدا ہم دیکھیں	حق نہ ماں باپ کو دکھلائے لڑاق اولاد اب بھی اٹھ جائیں جہاں سے تو نہ یہ غم دیکھیں



سن کے یہ ہاؤں فرزند سے پوچھا رو رو	۱۹	کیا کما چاہتے ہو ماں سے تو اسے لال کہو
ہاتھ کیوں جوڑے ہو ان ہاتھوں کے ماں صدمہ ہو		کما اکبر نے رضا مرنے کی اماں ہیں دو
جبر فرماؤ کہ اب تم سے جدا ہوں گے ہم		دودھ بخشو ہیں اماں پہ خدا ہوں گے ہم
یہ سخن سنتے ہی فرزند سے ماں ہو گئی زرد	۲۰	دھیان آیا کہ چلا ہائے پسر پسر سرد
مردنی پھر گئی چہرے پہ اٹھادل میں درد		ویکھ نہ بیٹے کا کتنے فلی بھڑک دم سرد
تم سے بچھڑوں کی تو داری میں آ رہی جاؤں گی		پھر نہ رخصت کا سخن کہنا کہ مر جاؤں گی
کما اکبر نے کہ بہتر ہے نہ دیکھ رخصت	۲۱	خیر مرنے کو نہ جاویں گے نہ کیجے رخصت
میرے بابا سے ہوئے بھائی بیعتیجہ رخصت		بھکھو بھی دھیان ہے یہ آپ سے سیجے رخصت
اماں سے فرزند کو تکرار کا یاد آیا ہے		تایخ حکم ہیں ہم زور ہمارا کیا ہے
سب نے قرباں کیے دھڑا کے پسر پر فرزند	۲۲	کٹ گئے کیٹوں سے کس کس جگر کے پر وند
میں نے چاہا تھا کہ ہو آپ کا بھی نام بلند		پر تعجب ہے کہ آئی نہ مری بات پسند
آپ کتنی ہیں نہ جاؤ تو نہ جاویں گے ہم		اپنے پچھتوں کو پھر نہ دکھاویں گے ہم
جائیے گا سوئے شرب تو نہ جائے گا غلام	۲۳	کام بابا کے نہ آئے تو وطن سے کیا کام
ٹھیکے کو نوٹنے کو آئے گا جب شکر شام		قید ہم ہوں گے نہ رٹنے کا یہی ہے انجام
آبرو پاتے جو سر تیغ سے کٹواتے ہم		طوق وز بھر کی ایذا سے بھی پھٹ جاتے ہم
آج جو مرتے تو داخل شہدائیں ہوتے	۲۴	پاکتی باپ کے آرام سے رن میں سوتے
لاش پر کتے ملک ہائے علی کے پوتے		حشر تک بکو عزادار جہاں میں روتے
ہو بہ منظور ہیں آپ کو منظور نہیں		اب بھی فرماؤ تو میدان و غادور نہیں
بولی ماں ہو گئے آرزوہ میں واری بیٹا	۲۵	گد آئیز باتیں ہیں تھساری بیٹا
باپ پیارا ہے، تمہیں ماں نہیں پیاری بیٹا		دھیان اپنا ہے نہیں ٹکر ہساری بیٹا
پہلو بابا کا تو آباد کیا چاہتے ہو		پالنے والی کو برباد کیا چاہتے ہو
علی اکبر مری محنت کی طرف دھیان کرو	۲۶	اماں داری مری بستی کو نہ ویران کرو
پھوڑ کر ماں کو نہ تم کوچ کا سامان کرو		پھر خدا ہو جو پہلے مجھے قمر بان کرو
میرے بیٹے نہ قدم گھر سے نکالو بیٹا		اپنی مادر کا جنازہ کو اٹھا لو بیٹا
ماں کی تقریب سے مایوس ہوئے جب اکبر	۲۷	افسک آنکھوں سے بکے چاند سے رخساروں پر
رکھ دی تلوار لگے کھولنے ہاتھوں سے کمر		ہاتھ گھبرا گئی ٹکڑے ہو از رینٹ کا جسک
لے کے بیٹے کی بلائیں کما کیوں روتے ہو		نہیں روکوں گی میں کاہے کو کھنچا ہوتے ہو

۲۸	رو کے کئے لگے بیٹے سے امام خوش خوا پھر کما بانو سے اب مرنے کی رخصت انہیں دو	۲۸	ماں تو دیتی ہے رخا مرنے کی آرزو نہ ہو تھا مقدر میں یہی ہر کر و شکر کر و
	اپہ دعا مانگو کہ ترسے نہ کیجیو میرا		از ماتا ہے میرے صبر کو مولا میرا
۲۹	تم نے اٹھارہ برس کچھنے میں گورنج و لعب اس کا میں کون ہوں تم کون ہو جو مرضی رب	۲۹	بالو پر خواہش تقدیر سے ناچار ہیں سب زور کیا جس کی امانت تھی وہ کرتا ہے طلب
	اب نہیں جینے کے عمر اتنی ہی یہ لائے تھے		خلق میں وارث دکھانے کو ہیں آئے تھے
۳۰	شہ لے بھایا تو بانو نے کہا یہ رو کر ماں سے چلتے ہوئے آرزو نہ جاؤ اکبر	۳۰	کیوں کر کھولتے ہو غصہ سے صدقے مادر خیر جو مرضی ہو اچھا کرو دنیا سے سفر
	اب نوراضی ہوے مادر سے میں واری بیٹا		آگے آؤ کہ بلا میں لوں تمھاری بیٹا
۳۱	شمن کے ماں سے یمن قدموں پہ فرزند گرا ماں نے چھاتی سے لگا کر کہا صدقے بیٹا	۳۱	عرض کی آپ سے روٹوں مرا مقدور ہے کیا جاؤ زہمت بھی کیا دو دھبہ بھی تم کو بھڑا
	غم نہ کھانا کہ یہ ماں رو رو کے مرجائے گی		سامنے دو باب کا ماں کی بھی گھڑ جائے گی
۳۲	کہہ کے یہ روئی جوان بیٹے کو چھاتی سے لگا خاک پر سید سجاد لے سر دے چسکا	۳۲	فل ہوا بانو نے دی مرنے کی اکبر کو رضا رونے چلانے لگیں بنیں کہ ہے ہے بیٹا
	کچھ زباں سے علی اصغر جو نہ کہہ سکتا تھا		تھو لے سے رو رو کے بھائی کی طرف نکلتا تھا
۳۳	کتنی تھی پیٹ کے سر زینب مضطر ہے بانو کوئی تھی براد ہوا گھر ہے سے	۳۳	نوجوان مرنے چلا بھائی کا دل رہا ہے ہم سے پردیس میں چوتھے علی اکبر ہے بے
	اپس کوئی نہیں تنہا شہِ مظلوم ہوئے		ہائے نانا کی زیارت سے بھی محروم ہوئے
۳۴	چھوڑ کر دو تہا انہیں خیمے سے اکبر نکلے پر عجب حال سے ہم شکل پیچھے نکلے	۳۴	پچھے فرزند کے روتے ہوئے سرور نکلے مڑتے تھکتے تھے کہ خیمے سے نہ مادر نکلے
	ماں کے رونے کی جو کانوں میں صدا آتی تھی		مکرت ہوتا تھا جگر چھاتی پھی جاتی تھی
۳۵	در پہ موجود سواری کو جو تھا اسپہ و عتاب خدی اسوار ہوئے جائیں جو تشریف جناب	۳۵	جوڑ کر باجھ کہا شاہ سے باہر پڑ آ ب بولے شتم چڑھو گھوڑے پہ میں تھا موں گار کا ب
	باپ کے پاؤں کو کرا تھ لگا یا کوئی		کا ہنر سے چڑھتے تھے گھوڑے پہ پڑھایا تو کیا
۳۶	نہ ہو ہم صورت محبوب حسد اسے اکرم سج تک کرتے تھے نانا کی زیارت ہر دم	۳۶	پاؤں اسے لال تو آنکھوں سے لگاؤں یہ قدم ہم سے تم چھٹے ہو اور تم سے پھر مرنے ہیں ہم
	اکھر میں اٹھارہ برس تک مرے جہاں رہی		باپ کو آخری خدمت کا نہ اسانا رہا



۳۷	یہ نہ فرما ہے ہوتا ہے گنہگار غلام آپ ہیں جان نبی آپ کا عالی مقام اصل کے سامنے کچھ رقبہ تصور نہیں	۳۷	کسا اکبر نے کہ ہیں آپ امام ابن امام گو کہ ہم شکل محمدیوں میں یا شاہ امام قدر حضرت کی جو ہے پیری وہ قور نہیں
۳۸	شہ نے پٹا لیا چھاتی سے پسہ کورو کر گرے عش کھا کے کئی بار اور اسے سرور بھی دل تھامتے تھے گاہ کمر تھامتے تھے	۳۸	چاہا اکبر نے یہ کمر کہ گریں قدموں پر راوی کہتا ہے چڑھے گھوڑے پہ جس دم اکبر اگر کا بپہر تشہ جگر تھامتے تھے
۳۹	بھی کہتے تھے کہ بیٹا تری غربت پہ سدا اسے مرے راحت جاں اسے مری آنکھوں کی ضیا اس ضیعی میں نرا داغ جو اتنی دیکھا	۳۹	کبھی گردن سے ہٹ گھوڑے کی کرتے تھے بکا اسے مرے قوت دل اسے مری پری کے عصا اسے بی بھر کے نہ بجو مرے جانی دیکھا
۴۰	ہائے اسے غنچہ دہن ہائے مرے سرور داں پاؤں یاری نہیں دیتے تھے ڈھونڈوں گا کہاں آگیا فرق ابھی سے مری بیٹائی میں	۴۰	ہائے جاننا زمرہ اسے مرے شیر جواں تو نہیں جاتا ہے جاتی ہے مرے جسم سے جاں کون لے لے گا بچہ تک مجھے تنہائی میں
۴۱	جان بیتاب ہے بابا کی نہیں دل کو قرار باپ مرجائے گا پھر نہ عنان نہ ہوار گرد گھوڑے کے تو بیٹا بچے پھر لینے دو	۴۱	تیرے چہرے کے نقدی تری زلفوں کے شمار پھر مری چھاتی سے چھاتی کو لگاؤ اک بار اپنی پیشانی پہ بوسے تو ذرا دینے دو
۴۲	آپ صابر ہیں مناسب ہے تامل اس دم غیم سے نکلیں گے سر پہ شیبہ اہل حرم خیر اللہ کو سو نہا نہیں جاؤ بیٹا	۴۲	علی اکبر نے کہا دے کے عہد کی قسم ساتھ خادم کے اگر آپ بڑھادیں گے قدم شہ نے فرمایا کہ نہیں نہ دلاؤ بیٹا
۴۳	خاک پر گر پڑے شہ تمام کے ہاتھوں سے جگر آن ہو سچا خلعت شیرا کہی کا پسر شیرا کہتا ہے اسی رخ کو خبردار رہو	۴۳	کر کے تسلیم چلے جانب بیداں اکبر پیک نے جا کے یہ دی شکر اعدا کو خبر ہاں جو انودم پیکار ہے ہشیار رہو
۴۴	نیزہ بازو نہ کرو دیر بڑھاؤ رہو ار برجھیاں تانے رہو پیدا ہو کچھ نہ سہوار آج تصور محمد کو مٹانا ہے نہیں	۴۴	مور پتے دالور ہوینخ زنی پریشار ہاں کماندرو نہ چلے سے جدا ہوں سو غار شہ کو فرزند کے لائے پہر لانا ہے نہیں
۴۵	آج کر دی ہے بانو کی کمانی برباد سن لو بیٹے کے لیے کرتے ہیں اتنا کفر یاد بخدا باپ کو مارا جو پسر کو مارا	۴۵	کا مٹا ہے پسر کا طعنے کا سکل مراد کوئی شیر کو پیارا نہیں اکبر سے زیاد مٹم ہے جنگ جو اس رشک قمر کو مارا

۴۶	ذکر یہ تھا کہ زمین کی ہونی مطلع نور طور تھا اسپہ فلک سیر تو وہ شعلہ طور صبح صادق کی سی پر نور جیسے روشن تھی	۴۶	ایک صاف نظر حسن قہر کا ظہور ہر تھا ذرے سے کم اس کی تہلی کے حطور کوسوں تک حسن کے پر تو سے زمین روشن تھی
۴۷	سزکوں جس سے سر نہ ہو وہ ابر و خمدار رگسی آنکھیں وہ جس پر دل مردم ہو نثار نسبت اس ب سے نہیں ذہن کا یہ صرف نہیں	۴۷	تیر تر شاں وہ کہ اک پل میں کریں دل سے گزار دیکھو رنگ ہو آئینہ صفا سے رخسار وہین تنگ میں گنہائش یک حرف نہیں
۴۸	آب و تاب ڈرو دماں سے نخل دیر عدن شعلہ طور ہے پر و آئینہ شمع گردن قامت راست نشان اسد آگنی ہے	۴۸	حق نے ہے آب لطافت سے بھرا چاہ و قن سینہ ہے علم جناب احمدی کا محسن دست د بازو سے جہاں شان ید الکی ہے
۴۹	یتخ وہ ہے کر کے کوہ کو جوں کا ہوا مسلم صورت توں ہے قبضے میں کہاں مستحکم بے سر کا ندھے پہ پاشب ہے سحر کے پیچھے	۴۹	نیز وہ دیکھ کے کا پے جسے مار ارقم تیر تر کش کے نہیں مرگ مطابا ت سے کم یا کوئی ابر کا ٹکڑا ہے کر کے پیچھے
۵۰	باک ہلنے کی نہیں اسپہ فلک سیر کو تاب ڈالے کا ہے یہ جو دریا میں بشکل گرداب نے زمیں لیر قدم غلب سے تا شرق ہے	۵۰	ہو نہ اگرم تو اگر جائے شالہ سیاب بے بسک نہ ہے کہ ٹوٹے نہ کہیں سم سے جناب رشک سے نخل در آئش بھی سدا برقی ہے
۵۱	ایسا را کہ گیس دیکھا ہے نہ ایسا سوار کوئی اس حسن سے مرنے نہیں آیا نہ سوار خاک پر کاٹ کے تیغوں سے گرا دیوں گے	۵۱	خوش نا جہم پہ زیور کی طرح ہیں ہتھیلیاں پر خزاں ہو گئی اب بار بار جواہری کی ہزار آج اس چاند کوئی میں ملا دیوں گے
۵۲	اُسے کیا سوچتے گا یہ نور نظر ہے جس کا دل پہ کیا گذرے گی اس کے یہ جلو ہے جس کا در پہ نیچے کے کھڑی بیٹے کو تکتی ہو گی	۵۲	ہو اندھیرا سے دنیا یہ قمر ہے جس کا پوچھو اس ماں کے کیجے سے پسر ہے جس کا رنگ داں ماں کے کیجے میں بھڑکتی ہو گی
۵۳	شمر اتنے میں پکارا کہ جواہر جساؤ کہا کہ گرنے کو موجود ہیں ہم بھی آؤ کس طرح لڑا ہے ہم شکل پیہر و کھو	۵۳	سیر ہم شکل بی کاٹ کے جلدی و دخل کیا ہے جواہر ماں ہاتھ سے میرے پاؤ آج ہمیشہ حسیٹی کے بھی جو ہر دیکھو
۵۴	کہہ کے یہ فوج میں ڈوبا وہ شجاع ادلی تیر چلنے کے نیزے چلے تلوار چلی سر نہم ہونے سے افواج ستم عاری تھی	۵۴	نعرہ زن تھا کہ انا ابن حسیٹی ابن حسیٹی برق شہر و دم سے صف کھار چلی صفوی خاک پہ اک جہد لب خون جاری تھی



خونِ بستی اعدا کو جلاتی تھی وہ برقی فرقِ پریس کے چمکتی ہوئی جاتی تھی وہ برقی	۵۵	نار و دھنک کی زانہ کو دکھائی تھی وہ برقی صاف دکر کے زمیں میں اتر آتی تھی وہ برقی
گٹ گیا ہے یہ نہ شرم سے خم ایسا کھٹا		ڈر سے دم بند تھے کفار کے دم ایسا کھٹا
خوں میں ونبال تک آلود تھی وہ ناخنِ شمشیر نہ گئی پیش زبردستوں کی ایسے ہونے زیر	۵۶	غضبِ حق تھی حقیقت میں بظاہر شمشیر دشمن جاں بھی یہ کہتے تھے کہ اقدار سے دیر
شور تھا ضرب یہ ہے گناٹا اے کہتے ہیں		باز رہ کہتے ہیں اے گناٹا اے کہتے ہیں
آبِ شمشیر سے میدان میں اٹھا تھا طوفان کشتی تن کو لہیروں کے نہ تھی جہلے اماں	۵۷	بھر خوں چار طرف دشت میں تھا موجِ زناں تیغ کے گناٹا جو اتر اہوا دوزخ کو رواں
کیا جگر ہیں جو بد اللہ کی ادا دے کہ ہیں		تیغ چمکتی نہیں کیا ہاتھ بھی فواد کے ہیں
تابِ تیغ کی تھی جاوہِ صحرائے فنا خم سے دوزخ کا نظر آتا تھا یہ عارِ ستا	۵۸	سوج زن آب میں تھا قہرِ خدا کا دریا بشت پر فوج دمِ جنگ تھی جتنے میں قضا
اگر پڑے گوہ پہ دو ٹکڑے برابر ہو دیں		کس سے دار اس کار کے جس میں یہ ہو ہر پوہا
مثلِ سیلاب نہ اک جا پہ تھا مرکب کو قرار واں صفِ جنگ تھی یاں شاہ کھڑے تھے ناچار	۵۹	لڑتی تھی فوج پہ سیلی سی چمک کر تلوار دل تڑپتا تھا جدائی تھی پسر کی دشوار
نہ بلایا مجھے کام ایسا کوئی کرتا ہے		جلد آواز دو بٹا کر پدر مرتا ہے
کان میں آئی جب نعرۂ اکبر کی صدا صوتِ تکیہ ہوئی بند یہ کسا قہر ہوا	۶۰	رد کے شہ کہنے لگے مارے گئے ہے بیٹا یزہ چھاتی پہ لگا حلق پہ تھا قہر اگا
جا کے جس غول پہ ہم شکلِ نیڑے تھے		شاہ بے زخم لگے خاک پہ گر پڑتے تھے
تن میں ریشہ مرے آیا ہے بھارت میں نکل پاگ رد کو مری جاں باپ کا دل ہے بیکل	۶۱	رشتے بھڑتے ہوئے کیارن سے گئے دور نکل آؤ اب دم تو بہت لڑ چکے بابا کے بدل
کیا نہیں بھول گئے دھیانِ کدھر ہے بیٹا		کچھ پردے بھی کلیجے کی خبر ہے بیٹا
ماں سے یہ کہ گئے تھے آؤں گا پھر آپ کے پاس مری جائے گی نہ توڑو مری جاں بانو کی آس	۶۲	نگراں ہے ورنہ سے وہ باعزت دیا اس بہیں جیاب ہیں پھوپھیوں کے بجا ہیں نہ حواس
اغل ہوا شاہ کے دلدار کو مارا ہم نے		پسر سید ابراہیم کو مارا ہم نے
شور یہ سنتے ہی روتے ہوئے دھڑے شمشیر دل پہ اک ہاتھ تھا اور تھی یہ زباں پر تفتیر	۶۳	شہر کی طرح دھڑے فوج میں کھینچے شمشیر نوجوان قتل ہوا پسر پسر بے تقصیر
عضو بیکار ہوئے گھٹ گئی طاقت میری		دشلی نانا کی است نے بھنا عت میری





کبھی چلتی ہے اسے فاطمہ کے راحت جاں	۷۳	تم کہاں روئے ہو صاحب مرا بچہ ہے کہاں
بھڑکی ہے آگ جگر میں مرے یا شاہ زماں		سیری چھاتی سے لگا دو اسے تم پر قرباں
ہاتھ پھیلا کے کھینچے سے لگا لوں گی میں		مجھ سے روٹے گا جو اکبر کو منا لوں گی میں
دختر فاطمہ پیچھے ہے کھلے سر آتی	۷۴	بانو قیاب ہے زینب ہے پھپھاڑیں کھاتی
پچھے رو رو کے سکیٹے ہیں یہی چلتی		نہرو اماں کہ ردا ہوں میں تمھاری لاتی
تھکے بچوں سے بھی منہ موڑے چلی جاتی ہو		علی اکبر کو کہاں چھوٹے چلی جاتی ہو
چھوڑ کر لاش کو بیٹے کی اُسٹے سرور دیں	۷۵	آئے گھبراے ہوئے زینب بیکس کے قریں
کسا اکبر گئے دنیا سے سوئے خلیہ بریں		آحو نرہتے نکلی ہو جس کو اسے پاؤں نہیں
ایسا مناسب ہے کہ پردے سے نکل کر روؤ		ہلکنے والے ہیں یہاں نیچے میں جا کر روؤ
رو کے بانو کے کما مر گئے اکبر ہے ہے	۷۶	ہائے بے آس بنے کر گئے اکبر ہے ہے
تشنہ لب جانب کوڑ گئے اکبر ہے ہے		داغ سینے پہ مرے دھر گئے اکبر ہے ہے
دن جو شادی کے قریب آئے تو ناشاد ہوئی		محنت انھارہ برس کی مری بر باد ہوئی
کیا تمنا تھی تجھے دور ستم کیا دیکھا	۷۷	داسے قسمت کہ نہ فرزند کا سر ادا دیکھا
نہ دو لہن دیکھی نہ بٹے ہوئے دو لہا دیکھا		بولے شر شر ہے جو دیکھا سو اچھا دیکھا
جب تک جیتے ہیں کیا کیا نہ ستم دیکھیں گے		علی اکبر کا بھی لاشہ ابھی ہو نہیں گے
کہا بانو نے سنبھلتا نہیں سینے میں جسکر	۷۸	لاش اکبر تو بچے دیکھنے دو ایک نظر
بولے حضرت کسے دیکھو گی کہاں ہیں اکبر		لاش پر بیٹے کی ماں کا نہیں جانا بہتر
بال کھوئے ہوئے بلوے میں کدھر جاؤ گی		ہاں فرزند کی دیکھو گی تو مر جاؤ گی
بانو غش ہوئے نگی سن گئے یہ پرورد سن	۷۹	ایسا بچی کہ گری خاک پہ حضرت کی بسن
ڈال کر دو لوں پہ جلدی سے بجا کا دامن		گو دیں لے کے سکیٹے کو چلے شاہ زمین
پہونچے جس وقت بعد آہ و بکا جی میں		شور ہے بے علی اکبر کا ہوا جی میں
کوئی کستی تھی کہ مارا کیا ہم شکل رسول	۸۰	کوئی کستی تھی کہ بیکس ہوا فرزند نبیوں
کوئی کستی تھی گر انگلش شیشہ کا پھول		بس انیس جگر افکار مناسب نہیں طول
کرد عاقی سے کہ عاجز ہوں گنگارہوں میں		درم کر مجھ پہ کہ سرور کا مرزا دارہوں میں

# سلام

- ۱ حسین یوں ہوئے اسے بھرنی وطن سے جدا
- ۲ جہاں میں پائیں گے گھراہاں بیت کے ملاح
- ۳ پھنسنے ہوئے تھے پلاؤں میں سید سچاؤ
- ۴ گلے میں دیکھ کے طوق حدید کستے تھے
- ۵ وطن میں پھر کے سفر سے نہ جیتے جی آئے
- ۶ جہاں سے اٹھ گئے حسرت بھرے بنے قائم
- ۷ گھر سے رہے شہر والا ستم کے یزیدوں میں
- ۸ گھر کے شہر یحییٰ گرنے کی پختا بارو
- ۹ حرم میں شور ہوا شہر نے کہا جس دم
- ۱۰ شہیدِ ظلم ہیں دولوں بی کے تختِ جگر
- ۱۱ نکالا گروں اس سفر سے تیر جب شہ نے
- ۱۲ سحر سے نظر تک کر لہ میں جنگ ہوئی
- ۱۳ سیاہ شام سے نکلا جو خر کو بولے ملک
- ۱۴ سیکھنے امر گئی قیدِ ستم میں ٹھٹھ گھٹ گھٹ
- ۱۵ ریگول حق کو لہا سے سے یہ بخت کھلی
- ۱۶ زمین پر گر کے پکارے شہر اہم بہمات
- ۱۷ کڑی ہے مرگ کی منزل مسافر و شیار
- ۱۸ فشارِ قبر کا ثروت ہے کچھ تو آئیس

- ۱ کہ جیسے بلی ناشاد ہو چمن سے جدا
- ۲ ملہ خدا سے جدا ہیں گے پختی سے جدا
- ۳ چھلی شعی طوق سے گردن کمر رسا سے جدا
- ۴ یہ آفتاب کہیں جلد ہو گھس سے جدا
- ۵ عجب گھڑی کھلی کہ اکبر ہوئے بہن سے جدا
- ۶ جہاں میں کوئی بھی دو لہانہ ہو دو لہن جدا
- ۷ نہ آفتاب ہوا دو پہر کرنا سے جدا
- ۸ سیکھنے ہوتی نہ لاش شہر زمین سے جدا
- ۹ کہ بار ہو باروے زینب کو اکے سن جدا
- ۱۰ غم حسین نہیں ماتم صبح سے جدا
- ۱۱ گلے سے بنے لگاؤں جدا دہن سے جدا
- ۱۲ سر حسین ہوا وقتِ عصر تن سے جدا
- ۱۳ وہ آفتاب درخشاں ہوا گھس سے جدا
- ۱۴ گرد چاند سی گردن ہوتی رسا سے جدا
- ۱۵ کہ نہ کرتے تھے شہر کے دہن سے جدا
- ۱۶ نظر جو آگئے بھائی کے ہاتھ تن سے جدا
- ۱۷ کھلے گا حال یہ جب ہوگی روح تن سے جدا
- ۱۸ رہے نہ صرۃ خاک شفا کفن سے جدا

## رباعی

بے سودا نیس ہر دو اکو دیکھا  
دیکھا تو فقط خاک شفا کو دیکھا

اکیر کو دیکھا نہ ظلا کو دیکھا  
ہر دو کے واسطے سربِ استایشر

۱۰۶

۱۰۶



غل آید جانی کا ہے فوج ستم میں سردار بھگائے ہوئے سر بیٹھے ہیں غم میں کون اس سے لڑے گا وہ شجاع ازلی اور	مرثیہ	رو باہوں کو دھڑکا ہے کہ شیر آتا ہے ہم میں سب کہتے ہیں آفت جوئی نازل کوئی دم میں شوکت میں ہے جعفر تو شجاعت میں علی ہے
جاننا ہے جو ار ہے حضور ہے وہ غازی بے شبہ و شک ثانی جعفر ہے وہ غازی لاکھوں میں ہے اس بچ کا جواں ہم میں نہیں ہی	۲	ہرات میں ہزاروں کے برابر ہے وہ غازی اسے شکر و رستم شکر ہے وہ غازی ہم کہا ہیں کہ ایسا کوئی عالم میں نہیں ہے
وہ شیر خدا دلیر ضرغام خدا ہے دیندار ہے واپستہ احکام خدا ہے کھراتے ہیں ساتوں جہنم اس یخ کے ڈیسے	۳	بابا کا یہ رجبہ ہے کہ ہم نام خدا ہے ضرب اس کی ہر ایک ضربت مصداق خدا ہے لے کوہ سے رکتی ہے جہنم کے پر سے
اس یخ سے وقفہ ہیں دم بھر نہ ملے گا سربا تھ جو آوے گا تو پیکر نہ ملے گا آبادہ ہے جنگ تو کب ہوش رہیں گے	۴	لاشے نظر آویں گے یہ لشکر نہ ملے گا پیکر جو لاشہ نہ ملے گا چار آئینے والے نہ رہ ہوش رہیں گے
اس شیر کی شمشیر ہے مفتاح دروغ ہر گام پہ دیتی ہے شجاعت خبر فوج آئینہ اجلال و عظم سینہ ہے اس کا	۵	بندوں کی طرح رہتا ہے قدموں پہ سرخ آمد سے بہادر کی عیاں ہے اثر فتح اقبال بھی اک خادم دیرینہ ہے اس کا
ہاتھ آئی کے تعلق میں اس طرح کی تو قیر کیا قدرت اللہ ہے اللہ ری تعزیر بابا کی طرح صاحب شمشیر و علم ہیں	۶	ہم بچہ دست احدی بازوئے شمشیر کر شیر خدا مصحف نالائق تو یہ تنہا حرکت یہ علاوہ ہے کہ ستانے ترم ہیں
الفت میں ہیں عباس امام دو جہاں ایک دل ایک جگر ایک زبان ایک بیاں ایک سردار ہو ایسا جو ملازم ہو تو ایسا	۷	ان دونوں کے قالب تو ہیں دو اور ہے ہاں ایک مرجانے جو ہو ایک کی آنکھوں سے نہاں ایک آقا ہو تو ایسا ہو جی دم ہو تو ایسا
ہو ستیاد ہو نہر سے اسے مورچے والو آمد ہے عہدار کی نیزوں کو شمشیر اتخ ان کے پدر کی سر مر جب پہ چلی ہے	۸	ہاں چلوں سے تیرا قدر انداز و ملاو کھو لو سپہیں تیغ نیا سوں سے نکالو عباس علی وارث شمشیر علی ہے
جس طرح کہ خیر میں لڑے فساد خیر سر کردی لڑائی جو اسے کرو یا بے سر نوسے کی کر ماتم ستانے حرم میں	۹	ہ کھوں سے اسی طرح لڑے گا یہ دلور کھٹ جائے گا زور بدن سبھت ہمیر مرجانے کا سردار عہدار کے حکم میں

۱۰	زینت وہ علم کی تو علم اُس کا حشم ہے وہ آیہ رحمت ہے تو یہ ابر کرم ہے	۱۰	شوکت میں وہ افضل نہ بزرگی میں یہ کم ہے بے مثل عہد اسے نایاب علم ہے
۱۱	ہو ایک طرف جہج اگر ساری خدا نی جائیں نہ بچیں گئی کر غضب کی ہے لڑائی	۱۱	عباس سے ہونے کی نہیں عہدہ برآئی اور شیر کی آمد کو یہ سمجھو اجسل آئی
۱۲	دیکھا جو عمر نے کہ تزلزل میں ہے لشکر عباس جو آتا ہے تو کس بات کا ہے ڈر	۱۲	دو لاکھ جوانوں میں کوئی باقی نہ رہے گا یوں کئے لگا جا کے ہر اک محض کے برابر
۱۳	کس کس سے لڑے گا اسد اللہ کا پیارا یہ ننگ پناہی نہیں کرنے کا گوارا	۱۳	ہے لاکھ جوانوں کو کبھی ایک سے مارا تلواروں سے ہاں روک نو دریا کا کنارہ
۱۴	عباس تو ہے حیدر صفدر کی نشانی میدان میں وہ دکھلائے گا گیارہ درجوانی	۱۴	تصور پیمبر ہے ابھی تم کو مسالی کھانا تو کہاں جس کو میسر نہیں پانی
۱۵	طالب ہو اگر زر کے تو نو درہم و دینار اتنی نہیں اب کوئی اگر ہے تو علم دار	۱۵	بیکس کرو فرزند رسول عسکری کو بخت سہر عباس کی ہوں دیے کو یسار
۱۶	مظہر نہیں راحت فرزند پیمبر دیکھوں تو تر پست ہے عہد ابر و لاور	۱۶	ہاں غازیو کو ٹوڑو کمر سپہا ابرار بھروں کا سواروں کی تابوں کو طلائے
۱۷	تم لوگ انہیں لاش پہ آنے نہیں دیجے راضی ہونے خویریزی پہ وہ زر کے طلب گار	۱۷	اک عید ہو پچھڑے جو برا در سے برا در ہاتھوں سے کر کرے چلے آتے ہیں سرور
۱۸	تھے تیس ہزار اک صف ادل میں کسا مدار دو آن میں سواران عراقی کے پرے تھے	۱۸	عباس کا مردہ بھی اٹھانے نہیں دیتے دریا کے کنارے پہ جمیں جا کے صفیں چار
	دہی طرف اک فوج تھی پامیں طرف اک فوج کھولے جو پھر رہے تو نشانوں کو ملا اوج		نظارے تھے گھوڑوں پہ کہیں اک تو کہیں زوج دریا کی طرح لشکر کس مارتا تھا موج
	تھا خوف بختم انکدرت چسرخ بریں کو		رہواروں کی ٹاپوں سے تزلزل تھا زمین

نشانہ ہے اس آیت کریمہ کی طرف یعنی نشانہ دھندلا گئے



۱۹	برکت سے ڈھانوں کی گٹھا دشت میں پھران پوشیدہ تھی رہواروں کی ٹاپوں سے ترانی خیزوں سے وہ سب دشت نستان ہوا تھا	جب دیکھا تو تلوار چمکتی نظر آئی دریائے بھی تھی پیاسوں سے شکل اپنی چھپائی اک پاسے سے لڑنے کا یہ سامان ہوا تھا
۲۰	یہ کہہ کے سرو ہی کو چٹاتا تھا کوئی سنگ چار آئینہ و خود وزرہ ہے مرا چور نگ شادی ہے کہ گھر ہوئے گا تاراج علی کا	چمکے گی جب سریہ تو گھرے گی یہ سنگ عباس کے ہاتھوں کو میں کاٹوں گام جنگ دنیا سے شادوں کا نشان آج علی کا
۲۱	تھانہ زناں فوج میں یوں غیر ستم گار کھینچے ہوئے تلواریں رہو جنگ پہ تیار اڑتے بڑھ کے نہ عباس خوش اوقات سے لڑنا	ہاں غاریو ہاں سر سے ہو تیار خبردار آتا ہے دغا کو خلف حسد رکار اس شیر سے لڑنا تو ذرا نکالت سے لڑنا
۲۲	وہ دہنی طرف بر پھیوں والوں پہ اگر آئے رخ کر کے سواروں پہ اگر تیغ کو چکائے اس شیر کو دریائی ہوا کھانے نہ دیتا	بائیں سے کمانداروں کی صف تیروں کو برسائے پہلو سے پیادوں کا پرا جا کے پلٹ جائے اس قلو آہن سے نکل جانے نہ دینا
۲۳	تھی فوج اُدھر مستعدِ قتلِ علم دار یتاب تھے بس کی طرح سید ابرار اوٹھتے تھے کبھی اور کبھی غش ہوتے تھے شیر	عباس اُدھر سج رہے تھے جنگ کے ہتیار بھائی کو سنبھالے ہوئے تھی زینب ناچار زینب بھی تڑپ جاتی تھی جب روتے تھے شیر
۲۴	بھائی تھی صدقے ہو بہن جی کو سنبھالو روٹے ہوں جو عباس و لاور تو منالو یہ کشتہ اندوہ جدائی نہ بیٹے گا	شہر کتے تھے یتاب ہاں بھائی کو بلاو کسو کو ذرا بھائی کو چھائی سے لگاو جس کے بے مرتے ہو وہ بھائی نہ بیٹے گا
۲۵	کیا جھکو سنبھالے ہو بہن بھائی تلک جاؤ منت کرو عباس کا سر چھائی سے پٹاؤ کچھ فکر نہیں جی سے گذر جائے گا شیر	تم کو سیر اکبر کی قسم ہے اسے بھلاؤ بن پانی کہاں غش سے سیکھنے کو بلاؤ یہ داغ ہے وہ داغ کہ حائے گا شیر
۲۶	زینب وہ جوان ہے مری پری کا سہارا کوچ اس کا نہیں ملن سے ہے کوچ ہمارا یہ دولت بیدار ڈبوتی نہیں جاتی	بچپن سے میں پیارا ہوں اسے وہ مجھے پیارا کس طرح کریں بھر نہیں صبر کا پارا نصیر علی ہاتھ سے کھوئی نہیں جاتی
۲۷	اس بھائی کا مرنا مجھے خالق دد کھائے عباس جنازہ مرا کا ندھے پہ اٹھائے مکمل ہیرو بننے کی ہیں اس کہاں ہے	میں اس کو نہ روؤں وہ مری قبر بنائے ہاتھوں سے علمدار بٹھے گاڑنے جائے قابل نہیں مرنے کے ابھی وہ تو جوان ہی

۲۸	پروانہ کی گردن میں پھرتی تھی خواہر دیکھا کہ چلے آتے ہیں عباس دلاور	۲۸	ہر کسی کو تپتے تھے بٹ بے کس و بے پر تھے مضطرب بیتاب حرم کو بے سر
	زود جہ تو پس پشت ہے پہلو میں پس رہے		رواں تو ہے آنکھوں پہ منہ اشکوں تر ہے
۲۹	اور رشتے سے ہاتھوں کو وہ گردن میں بے گالے کرتا ہے پد رتم کو سیکنے کے واسطے	۲۹	گودی میں ہیں مظلوم سیکنے کو سہناتے فراتے ہیں بیٹے کے کاسے نازوں کے پاسے
	تہزادی کو تم کہیل میں بہلاؤ بیٹا		اور از بے پہ جا جا کے خبر لائیو بیٹا
۳۰	ان ننھے سے قد سوں کے تلے آنکھیں بچھانا یہ بیٹھے تو رومال کھڑے ہو کے ہلانا	۳۰	سایے کی طرح تم نہ کبھی پاس سے جانا جوڑے ہو ہاتھوں کو سدا سامنے آنا
	رکھ دو گلا دوڑ کے چلتے میں رس کے		اگر قید ہو یہ بے بد شہنشاہِ زمیں کے
۳۱	عباس کے بھی اٹک تھے رخساروں پہ جاری شفقت رہے اس پر یہ نشانی ہے ہماری	۳۱	ان باتوں کو شن شن کے پس کرتا تھا زاری کتے کتے سیکنے سے میں صدقے مری پیاری
	تم بے درد اس کو غلام اپنا سمجھنا		اک عید و فاوار کلام اپنا سمجھنا
۳۲	میں آپ پہ اور آپ کے فرزند پہ شہر ہاں کیا کہنے ہو کچھ یہ توجہ الٹی کا ہے سا ہاں	۳۲	اشک آنکھوں میں بھر بھر کے یہ کتنی غمی وہ ناواں بھائی کو غلامی میں دیا وہ چچا جاں
	کیا ان کو میتم اور ہیں بے اس کرو گے		بابا کے بھی رونے کا کچھ پاس کرو گے
۳۳	کیوں روتی ہو تم یہ مرا مطلب نہیں جسانی ہم نہر سے بی بی کے لیے لاتے ہیں پانی	۳۳	بھلاتے تھے عباس بعد اشک نشانی ماشوں کہیں جاتے ہیں تو دیتے ہیں نشانی
	کوڑہ نہ پانی کو چلے بائیو عمو		وہ کتنی غمی آتا ہے تو جلد آئیو عمو
۳۴	در پیش تھا جس بات کا دھڑکا بچھے واللہ عباس چلے مرنے تو اہم بھی ہیں سرور اللہ	۳۴	زینب کی طہرت دیکھ کے فرمانے لگے شاہ لو بھائی کو تھا سو کر ٹوٹتی ہے ۵۶
	تمہوں کو سبھا لو میں پکڑتا ہوں کر کو		خیر کوئی رہ نہ کے لگاتا ہے جگر کو
۳۵	آغوشِ مبارک سے سیکنے کو آتا را حضرت نے کہا چھوڑتے ہو ساتھ ہمارا	۳۵	آپو پناہ فریں خد کے عہدار قضا را قد سوں پہ چکا بھائی کے وہ بھائی کا پیارا
	لو رو و نہ اللہ نکبہاں برا اور		سر قد سوں سے سر کاؤ میں قربان برا اور
۳۶	عشق ہو گئے صدے شہر بے کس و بے اس سر کوٹے ہوئے غول تھاں ندوں کا چپ در اس	۳۶	آداب بچا لہ کے تہدی ہوئے بھٹاس روئے ہوئے عباس پلے گھر سے بے پیاس
	آنکھیں غمی کسی اور کبھی کرتی تھی نہ میں پر		تو تھا غمک زوید عباس حزیں پر



چلائی تھی ہے ہے مرے وارث مرے والی دم لو کہ دورا ہوش میں آئیں شہر عالی	۳۷	لوٹھی کے بھرے گھر کو بکے جاتے ہو خالی مر جائے گی بعد آپ کے یہ پیٹنے والی
اک لمحہ مرے پاس ٹھہرتے ہوئے جاؤ مگر کہا عباس نے باخاطر نا سنا د		جاستے ہو تو بھول بھٹکے کرتے ہوئے جاؤ
دنیا میں کیا حق نے محبتیں صاحب اولاد دیکھو گی جو اس کو تو کیجیہ نہ پہننے کا	۳۸	صاحب ابھی لادم نہیں یہ نار و فریاد کبریٰ تو ہوئی صبح شب عقد کو بر باد
فرما کے یہ دروازے پر روتے ہوئے آئے موزے قدم پاک میں خادم نے چڑھائے	۳۹	شہزادی کی خدمت میں رنڈا پا بھی گئے ٹا اور بیٹھ گئے کرسی پر ہتھیار لگا سئے
بے قصد سونے شکر کفار ہمارا حاضر ہوا شدید عکدار و لا و ر		اصطبل سے لائے کوئی رہوار ہمارا
وہ سار کا عالم وہ گندھین چوئیاں یکسر پانی جو نہ پونچھا تھا بزم نشہ دہاں کو	۴۰	جس طرح دو سن آتی ہے پسنے ہوئے زیور پٹھو لہ پہلی گنتی تھی کیا آہی پا کمر
انقصہ چڑھے کھوڑے عباس علم دار وہ چاہے سی صورت وہ چمکتے ہوئے ہتھیار	۴۱	غصہ سے جاتا تھا دہانے میں رباں کو بجلی کی طرح کو بد گیا دشت میں رہوار
تکتے تھے عدد بازو سے شاہ مدنی کو یہ نوکرا بھی تھا کہ سواری نظر آئی		سرتاب قدم دبدا جیسے در کرار غل تھا کہ علی آئے ہیں خبر لکھنی کو
شاہنشاہ چمن قدرت باری نظر آئی آنا تھا جری ڈالے ہوئے گھوڑے کوزن میں	۴۲	پنہاں ہوئی گرد اور گئی باری نظر آئی آمد اسد اللہ کی ساری نظر آئی
نور رخ عباس سے صحران ہوا معمور سایہ کی جگہ دھوپ تھی اور دھوپ کی جا نور	۴۳	تھیں پھولوں کی نہیں کہ چلی آتی تھیں بن میں خورد شد فلک شرم سے تنہا میں ستور
ذریعہ کا بھی تھا اخترا قبل چمک پر بیت ابرودوں کی مطلع دیوان علی ہے		اشجار بیا بان ستم تھے شجر طرر کرتے تھے سخاوت سے نظر شمس فلک پر
زخس ہے مگر زخس بستان علی ہے زیبا ہے اگر کعبہ ابان انیس کہے	۴۴	اس دیدہ حق ہیں یہ فدا جان عسکری ہے ان روہ تصدیق ہے جو قربان عطا ہے
رنگ بگلی خورد شد ہیں خسارہ تاباں بے صبر تو ابر کہ ہے رمل پہ قرآن	۴۵	گر کیجئے تو سر پشمن عرفان انیس کہے تفسیر بے خط اور یہ رخ مصطفیٰ ایاں
خانقہ نے دل شب میں جگ دو ہے سحر کو		یا غنی کیسے پر رنم ہے خط ریتان اس سنا سے دیکھا نہیں اسے میں لڑ کو

۳۶	دور چ گھر بھر فصاحت یہ وہاں ہے اس لب میں ہے جو محل میں وہ آب کہاں ہے	۳۶	باغیچہ سر بستہ گلزار جنساں ہے بیرے کی چمک گو ہر دنداں سے جہاں ہے
	آئندہ نہ کیونکر ہوں گہرا ایسی صف کے		نایاب گنگنے ہیں یہ سب در بخت کے
۳۷	کردن بخت انور کے ساتھ میں ڈھلی ہو نور اس کا فیما بخش شہستان علی ہے	۳۷	روشن ہے کہ شمع حرم لم یزلی ہے یاں شمع سر طور بھی غیرت سے جلی ہے
	سودن کی زبا لوں پہ بھی افسانہ ہوا سر کا		کتنے ہیں جسے سروہ پروا نہ ہے اس کا
۳۸	کس حسن سے تیار ہیں اس شیر کے شانے بخشا ہے عجب باز ذوں کو زور خدا نے	۳۸	مساب کو شرمندہ کیا جس کی بیضا لے قدراں کی بجز سبط نبی کیا کوئی جانے
	ارے جو طاپچہ تو جگر شیر کا پھٹ جائے		دو انگلیوں سے کوہ کو ریٹے تو اٹ جائے
۳۹	حل تھا کہ جہاں میں علم ایسا نہیں دیکھا اقبال و جلال و حشم ایسا نہیں دیکھا	۳۹	زر ریز ہے پنجہ کرم ایسا نہیں دیکھا سرداروں میں ثابت قدم ایسا نہیں دیکھا
	عربی ہو تو ایسا سر کامل ہو تو ایسا		ایسے علم نور کا حامل ہو تو ایسا
۵۰	بولا کوئی پوشاک کی زیبائی کو دیکھو خادم بھی جلو میں نہیں تنہائی کو دیکھو	۵۰	اس قامت پر نور کی رعنائی کو دیکھو فادے گردن کی توانائی کو دیکھو
	کس حسن سے رزق کے طلبگار کھڑے ہیں		کس شان سے تولے ہوئے تلوار کھڑے ہیں
۵۱	عالم میں ہوتے چار احوال عزم علم دار بعد ان کے ہوتے زیب علم حیدر کرار	۵۱	اک حضرت حمزہ تھے تو اک جعفر طیار جہاں اب اس منصب والا کا ہے مختار
	ایسی کہ بھی پائے تہ سو اپاہب رتبہ		کیا دست بدست اسکو یہ ہاتھ آیا کرتبہ
۵۲	اللہ رب العجب شان علم ہے رحمت کا یہ دریاست کہ داناں علم ہے	۵۲	سب عالم بالا بھی ثنا خوان علم ہے خور شید ہے یا بختہ تا بان علم ہے
	آب نور کا عالم علم فوج خدا پر		سوئی نے دھرا ہے یہ بیضا کو عصا پر
۵۳	انوار الہی کا خستہ بند ہے یہ سینہ ہم ترستہ تابوت کیمنہ ہے یہ سینہ	۵۳	دریائے شجاعت کا سینہ ہے یہ سینہ گھر میں دفن کیا ہے وہ سینہ ہے یہ سینہ
	مساب ٹھن نور میں خورشید نیسا میں		آئینہ کا پروا ہے گریبان قبسا میں
۵۴	کیا کیجیے ثبات قدم باروئے شہیر شتا نہیں نقش ان کا منہ سال غلافتہ پر	۵۴	کاغذ یہ سیاہی نہیں چلتی دم تحریر تعلیم شجاعت ہے انھیں قدسوں کی جاگیر
	گواروں کے سودا اگر سو پہ چلیں گے		یہ انوں جاہ سے نہ بٹے ہیں غلیں گے



۵۵	افلاک سے آکر ملک آنکھوں سے لگا میں دراود تیم کے لیے فخر سے لا نہیں اٹھائی اسے آنکھوں سے لگا لے تو ضیا ہو	۵۵	خاک اس کے جو نقش قدم پاک کی پائیں حوران جنان کھل بھرا اس کو بنا میں اس خاک کو بھلا کر کوئی نہ لے تو ہا ہو
۵۶	یہ ابر کرم ہے تو ہے وہ نیست برا عظم انگشت شہادت سے اشارہ ہے یہ ہر دم ہے سب سے فزوں پہنچنے پاک رتبہ	۵۶	یہ شان علم اور پھر برے کا وہ عالم چہلچہ کو ہے پر دے سے نکالنے ہو سے مریم یہ عرش کا رتبہ ہے نہ افلاک کا رتبہ
۵۷	یا سورہ و الشمس کی آیت ہے یہ راایت دست کرم شاہ ولایت ہے یہ راایت اعجاز ہے عیسیٰ کا پھر برے کی ہو امیں	۵۷	سر و چین آراستہ ہدایت ہے یہ راایت میر ملک لطف و عنایت ہے یہ راایت جو سایہ میں اس کے ہے وہ ہے ظل ہامیں
۵۸	شیعوں کے سروں کا ہے بھی حشر میں سایا ہے پھر دعا پا تاہم علم نے بھی اٹھایا اللہ سے امت کی شفاعت کی طلب ہے	۵۸	ذکر علم و عہد ہے قرآن میں آیا مصدق جو امت کی طرٹ شاہ کو پایا اشکل کف سائل جو ہے بوجہ یہ سبب ہے
۵۹	کس فخر سے حمزہ سے ولاور نے اٹھایا وہ آٹھ ٹکے دینا سے تو جیڈر لے اٹھایا بس خاتمہ ہے حضرت جاس علی پر	۵۹	یہ وہ ہے علم جس کو ہمیشہ نے اٹھایا ہاتھ آیا شرف جب اسے جعفر نے اٹھایا ہو گا یہ ہا سایا گلن اب نہ کسی پر
۶۰	ڈنکے پہ لگی چوب میان صدف شرار تھی صاف صفا ہائے علمدار علمدار پہلی بھی نشاؤں کی پھر برے میں چاں تھی	۶۰	ناگاہ علم دار نے جولاں کیا رہوار آواز سے فرنا کی رز نے لگے کفسار اشکل کف افسوس بلا جمل سے جیاں تھی
۶۱	صحرائے پر آشوب لگا کو سبنے سارا قبضے میں ہیں غیروں کے نہیں زور ہمارا انگشت تاسف بھی کانوں کی دہن میں	۶۱	کڑکا ہوا میدان شہادت میں قفسار لکھواریں چلنے میں یہ کرتی تھیں اشار پلوں سے ملائے تھے وہ تیر جورن ہیں
۶۲	تھرا تا تھا نیزوں کا بھی دہشت سے ہر اک بند یہ جیسڈر صفا کے کیلجے کا ہے پیوند آلودہ نہ گزرا نہیں پیاسے کے نسو میں	۶۲	تھانے تھا جو سینہ اسد اللہ کا فرزند نہ لگی ہے بتاتے تھے نہ گویاں تھی ہر چہند شان اسد اللہ ہے اس تشنہ گلوں میں
۶۳	کیا قصد ہے اسے وارث ذریت جیسڈر گر صلح کریں آپ تو ہے جنگ سے بہتر ون تیخوں کے گھاٹوں میں بھٹیں گھاٹ طے گا	۶۳	ناگاہ کما تھیر سیر روئے یہ بڑ حد کر ہے شکر قہار کو انڈا ہے سمندر ہو گا یہ تلاطم کو دل کوہ پہلے گکا

جائے کہاں ملائم فدا رہم آئے	۶۴	عباس پکارے کہ خبردار ہم آئے
لے کرے اور گھاٹ سے ہشیار ہم آئے		اک داریں اس پار سے اس پار ہم آئے
آب دم شمشیر کے پیراگ ہیں		تکوار کے وارث یہ اخلاک ہیں
کشتا ہے پہاڑ ایک ہی پٹے میں ہمارے	۶۵	بے زور علی ہر گوریتے میں ہمارے
ثابت قدمی آئی ہے پٹے میں ہمارے		شیر آہنیں سکنا بھی بیٹے میں ہمارے
دریا کو تو روکا ہے بھلا ہم کو تو روکو		دیکھیں تو ہم اس تیغ شرور دم کو تو روکو
بار ہوار ہوار کو کا دھپہ جو ڈالا	۶۶	فرما کے یہ شمشیر شرور دم کو نکالا
بکلی جو گری ہو گیا شکر تہ و بابا لا		ڈھالوں کا اٹھا ہر ایک سمت سے کالا
دو کر دیا اگشت سے احمد نے قمر کو		غل ہوتا تھا کرتے تھے دو پارہ جو سپر کو
سسلوم ہوا عنقریب خاکی کر دے تار	۶۷	چمکی جو عسکدار کی شمشیر شرور بار
چھیڑا جو ذرا یج میں تھا فوج کے رہوار		نعرہ کیا غازی نے کہ یا جشد یہ کرار
رہوار تھے اسوار دلی پہ اسوار زمیں پر		بجلی سی بجایک جو گری شکر کیں پر
رہوار سے رہوار کو غازی نے ملا یا	۶۸	کھوڑے کو جو ڈپٹا کے کوئی سانے آیا
تکوار کا قبضہ سرد شمن پہ لگایا		بازو سے ید اللہ کا زور اس کو دکھایا
سر سینگے میں پنہاں ہوا اور سینہ کریں		اللہ ری ضرب اس کی گیا خود تو سر میں
دم میں ہوئے نابود تو داریں سپاہی	۶۹	شمشیر تھی اک صاعقہ قہر اگلی
تینوں کی سپیدی تھی نہ ڈھالوں کی سیاہی		ہر غول پہ آد بار تھا ہر صف پہ تباہی
گرتی تھی جو سر پر تو اترتی تھی کرے		بھاگے چلے جاتے تھے عدو جان کے ڈرے
نہر پہ ہم جاتے ہیں رو کے کوئی آکر	۷۰	لٹکارے پہ دریا کی طرف باگ اٹھا کر
چلائے عدو تیر گالوں میں ملا کر		اسوار ہم ہو گئے نیزوں کو ہلا کر
داں گھاٹ ہے تینوں کا توایں نیر دکان ہی		بڑھانہ خبردار جو اندیشہ جاں ہے
ہے خجرو شمشیر سناں جس کی ہر اک لہر	۷۱	دریا کے کنارے پہ وہ قلم پر قہر
چشمہ نو وہ شیریں ہے گرے اڑ نہر		اس بحر سے ہو پار تو پہو پنچو کہیں تا نہر
اس نہر ہے اس مشک کو بھر لاؤ تو دیکھیں		بے غوں میں ہوئے غرق کل جاؤ تو دیکھیں
ہیں شیر اگلی کے پسر صاحب شمشیر	۷۲	عباس نے نعرہ کیا رکھتے ہیں کہیں شمشیر
تکوار کے گھاٹ ان کو اتارا نہ لگی دیر		یہ کہہ کے جو بچنے تو زبردست ہوئے زیر
دریا پہ سمندر کا تلامظ نظر آیا		تینیں نہ صفیں اور نہ وہ قلم نظر آیا



۷۳	جہاں میں جب اس خون کے دریا کو گئے پیر چل نہ رہا اب جلد کہ ہے خاتمہ بالمشیر بس چارہ نہ تو ہوا پر نظر آئے	۷۳	گھوڑے سے کہا حال بہت پیاس سے ہے غیر اعداء کے سروں پر سے اڑا اسے فکیر جہاں علیٰ نر کے اندر نظر آئے
۷۴	دریا میں جو پہو سچا اسد اللہ کا پیسارا تم سب یہی کہتے تھے کہ ہے گھاٹ ہمارا تم کہتے تھے ہم نہ رہ جانے نہیں دیتے	۷۴	لکار کے یوں فوج کو غازی کی سنے پکارا بتلاؤ کہ دریا ہے ہمارا کہ تھا ہمارا لو آؤ تو اب ہم نہیں آتے نہیں دیتے
۷۵	پیشانی پہ سجدے کا نشان تھا کہ ستارا ہر مردم آبی یہ خوشی ہو کے پکارا نہوٹنے لگیں پھلیاں دامانِ علم پر	۷۵	پانی رخ پر نور سے روشن ہوا سارا جہاں کے چہرے کا کرد چل کے نظر ارا اٹھ اٹھ کے جاب آنگھوں کو ملنے تھے قدم پر
۷۶	اکی یہ ندا حضرت ایسا اس کی یک بار ہوں غرقِ طحالت کہ ہیں پیاسے شیر ابرار یہ نہ ہے جس کا اسے کیا آج قلع ہے	۷۶	عدتے نہ اے فوج حسنیٰ کے علمدار باقی یہ جفا کرتے ہیں سید پہ ستم گار شاہد ہوں میں اس کا کہ یہ شیر کا حق ہے
۷۷	پھر نہ ہو تو اسے حیدر کرار کے جانی کہنے لگے جہاں بعد اٹک فٹالی چوبیس پہر پیاس کی تکلیف سہی ہے	۷۷	اک جام میں میاں لا کے پادوں بچھے پانی بھولی نہیں آقا کی بچھے تشنہ و پانی جس رٹکی کا ستھا ہوں وہ دم توڑ رہی ہے
۷۸	جیتا بکیا دل کو سکیو کے جو غم تھے غصے کی طرف رخ کیا اس ابر کرم نے اڑتے ہوئے افضالِ خدا سے نکل آئے	۷۸	جلدی سے بھرا مشک کو ستھانے حرم نے کی جست یکایک فرس تیسر قدم نے پیاسے گئے اور نہ رہے پیاسے نکل آئے
۷۹	دریا سے نکلتا تھا کہ پسر فوج نے کھیرا تو گر پڑے گھوڑے کی جد ہر بنگ کو پھیرا لاگوں ہیں تو کیا ہے رکوک نہ رکاوٹوں	۷۹	وہ چاند تھا اور شام کے بادوں کا اندھیرا نعرہ تھا کہ اللہ مدد گار ہے یسرا رواہ ہیں یہ میں پسر شیر خدا ہوں
۸۰	لہراتا تھا سر پر علم وین کا پھریرا تھانہ خم بدن پر گیس او چھا کیس گہرا ٹاؤس کے ہوش اڑتے تھے اس تیز پہی سے	۸۰	تکوار سے پانی تھا ستم گاروں کا زہیرا رہوار ہرن سا کیس چکا کیس ٹھہرا گھوڑا تھا بیک سیر نیم سہری سے
۸۱	جرات میں تو بے مثل تھا اور جنگ میں یکتا غور شدہ سا خود میرا نور تھا چمکتا جس صف کی طرف دیکھتے تھے شیر سے پھر کر	۸۱	تھی شکر کو حیرت عمر و معد کو سکتا غصے میں جو تھے خون تھا آنکھوں سے ٹپکتا دو چار جواں خون سے مر جاتے تھے کر کر

۸۲	جب نیچے کا رخ کرتے تھے اک صنف کو بھٹاک ڑھتے تھے وہ جب تیروں کو چلوں سے طاک تھا سنا دونا کھ کا اک تشنہ جگر سے	تب دوسری صف سامنے جم جاتی تھی ۲ کر خم ہوتے تھے شک کو چھاتی سے ٹاکر ششدر تھا فرس میں بنی گل بادوں کدھر سے	
۸۳	سل فوج میں تھا مشک کو بے جانے نہ دینا مشکیزے کے نزدیک سپر لانے نہ دینا آوارہ بن علم کر کے جو لشکر پہ جھکیں گے	۸۳	پایا سوں تک اس پالی کو پھونچا لے نہ دینا شیر بھی آویں تو انھیں آنے نہ دینا پھرے ہوئے دوسرے کسی سے نہ کریں گے
۸۴	بے یک و تنہا ابھی آئے نہیں شہیر نہ سہ پہلیں نہ سہڑے تو شہیر پہ شہیر آویں بھی تو عباسی دلاور کو نہ پاویں	۸۴	ہاں اسے قدر انداز و گالوں سے چلیں تیر سب ٹوٹ پڑ دجلہ مناسب نہیں تاغیر جیتا شیر مظلوم برادر کو نہ پاویں
۸۵	ہوتا تھا دوسرے منزل طہار کا سامان جائے تھے کبھی شے میں بادیدہ گریاں مشکیزہ پے نہر سے عباسی پھرے ہیں	۸۵	گہرائے ہوئے پھرتے تھے واں سرور و بشاں زینب سے کبھی کہتے تھے اب تن سے چلی جاں پرائیں گے کیونکر کہ ہزاروں میں گزرتی ہیں
۸۶	چلتے ہیں مرے بھائی پر رن میں تہر و تہر نتی سے جہاں سے اسد اللہ کی تصویر سب مل کے دھاما گلوں میں پاؤں سلامت	۸۶	رہا ہے تمکاروں سے وہ صاحب شہیر جاتا ہر دہ کرنے کو عباسی کی شہیر تیوں سے بھاگرا سے لے آؤں سلامت
۸۷	زینب نے کہا سونے بھف ہاتھ لٹھا کر عباسی کو گھیرے ہوئے ہے شام کا لشکر آنا نہر کسی پیاسے کو جانا نہیں ملتا	۸۷	تم قبر میں گیا سوتے ہو اسے جیسے رصفدر یہ تیسرا دن ہے کہ نہیں پانی پھر پالی کوئی لاتا ہے کو لانا نہیں ملتا
۸۸	بن پانی تر پتی ہے مرے بھائی کی اولاد عباسی کو آنے نہیں دیتے ستم ایجاد ہاں صبح سے ہے پیاس کا غل بے وطنوں میں	۸۸	میں زینب دل خستہ ہوں سہا لومری فریاد لے کل کے بددگار یہی ہے دم امداد اور واں وہ بستی ہے گھرا تیخ لڑوں میں
۸۹	یہ بستی تھی زینب کے چلے زن کی طرف شاہ گھرا کے کہا زوجہ عباسی نے ناغہ ہے غنظ سا اس دم شہر والا کے پسر کو	۸۹	تواریکڑ کر علی البسٹر ہوئے امرا بھائی کے بھانے کو چلے ہیں شہر و بجا اسے پیپور و کو کوئی زہرا کے پسر کو
۹۰	جس طرح ہو رو کو انھیں گر کے قدم پر عاشق کی طرح دیتے ہیں دم بھائی کے دم پر بھائی کو اسی جا سے پکاریں شہر والا	۹۰	عباسی سے سو بھائی خدا شاہ اسم بد آئے تو یقین ہے کہ غنظا ہو دیں گے ہم پر میں یہ نہ کہوں گی کہ سدھاریں شہر والا



۹۱	وہ رات تک مجھ سے یہ کہتے تھے بہ تکرار جب غل ہو کہ لشکر میں گھراٹ کا عہدار بھوپیش جو اکیڑ کو تو بھجوانے نہ دینا	صاحب یہ مری بات نہ تم بھو یو و نہار رونا نہ کبھی تم کو کڑھیں گے شہ ابرار میدان میں آقا کو مرے جانے نہ دینا	
۹۲	چلائی سیکھ سنا اپنے مرے بابا عمو کے لیے آہ مرادوں ہے ترپتا کیونہ مری پیاس کا غم کھاؤ چچا جان	۹۲	یہے چلو بھگو بھی جاں ہے مرا سقا بے دینوں نے پانی کے لیے ہے انہیں روکا میں پانی سے بار آئی چلے آؤ چچا جان
۹۳	اب پیاس نہیں بھگو میں قربان تمہارے میں جیتی ہوں مرنے کی نہیں پیاس کے مارے اپنے مرے عمو بچے نکل اپنی دکھا دو	۹۳	پھوڑاؤ مری مشک کو دریا کے کنارے پانی کی نہیں چاہ تمہیں ہو بچے پیار سے شیکرے کا منہ کھول کے پانی کو بہا دو
۹۴	جو کہتے ہیں دشمن ہیں وہ تم پانی نہ لاؤ میں اب نہ کہوں گی کہ مری پیاس بھجاؤ جب سے گئے ہو غم ہے اسی آن سے بھگو	۹۴	ہے نہ مرے واسطے تم غلوں میں نہ سداؤ بھگو یہ گوارا نہیں تم پر جھیاں کھاؤ شرمندہ نہ کیجے گدگی جان سے بھگو
۹۵	نہ اپنا چچی کو نہیں دکھلانے کی کھسر میں میدان سے تدبیر کرو آنے کی گھر میں شیکرے کے باعث تمہیں لوکیں گے شکر	۹۵	ڈیوڑھی پہ کھڑی ہوں میں نہیں جانے کی گھر میں حاجت نہیں پھر پانی کے ہو پچانے کی گھر میں پانی جو خوں کا تودہ دیں گے شکر
۹۶	کتنی بھی سیکھ تو یہ باحد غم و حسرت عجائی عہدار پہ واں آگئی آفت جس وقت ظلم ہو کے گئے ہاتھ زمین پر	۹۶	اور نہ پر گھبرائے ہو سے جاتے تھے حضرت شانوں پہ مٹی و دلوں طرف تیغ کی ضربت دوغوں کے پر تانے بے دامن زمین پر
۹۷	شیکرے کے قسموں کو پڑواؤں میں اکسار شوکت سے یہ پیدا تھا کہ ہیں بھفر طیشاں اٹتا تھا نہ شیکرہ نہ جیش بھی وہیں کو	۹۷	ٹھکرا لے لگا ٹھوڑے کو زخمی وہ علم دار فرزند پہ ہوتے تھے عندا جیڈا کرار ہک شیر تھا منہ میں لیے جاتا تھا ہری کو
۹۸	آگاہ ہوا مشک سے اک تیر ختم پار بہنے لگا سینے سے لہو ہو کے دل دار گھرایا نہ جب ہاتھ ہراک کٹ گیا اس کا	۹۸	اس وقت تو روئے تھے عاصم عہدار دے ٹپکا ہر پاک کو ہرنے پہ کئی بار شیکرے کے چھوڑنے سے جگر پھٹ گیا اس کا
۹۹	خوں شالوں سے شل وہیں مشک روان تھا خمر شہ مظلوم کا آنکھوں سے نہاں تھا اک بار اشارہ ہو کیا لشکر کیں سے	۹۹	حالت جو نہ فی حالت غشی میں وہ جواں تھا اک شخص پس پشت لیے گرا گراں تھا مارا سر عباسی پہ اک گرز نہیں لے

اس ضرب سے سر ہو گیا غازی کا دو پارا یا سبکدلی اہل شہر نے مجھے مارا	۱۰۰	تو را کے گرے گھوڑے سے اور شہ کو پکارا اس دم شیر دین کو نہ رہا مضبوط کا پارا
اعداد کو ہٹاتے ہوئے شمشیر سے آئے		بھائی کی جو آواز سنی شیر سے آئے
جھاس کو ریتی پہ تر پتا ہوا پایا چلائے یہ کیسا بھگو مقدر نے دکھایا	۱۰۱	دل میں یہ اہل اور دو کہ منہ کو جگر آیا مارا گیا ہے ہے اسد اللہ کا جھاسا
اعداد نے ٹھایا ہے نشانی کو علی کی		بس آج مگر ٹوٹ گئی سبکدلی کی
لاٹے سے پھٹ کر یہ بھدور د پکار سے دنیا میں یہ مظلوم جیتے کس کے سہارے	۱۰۲	صدائے ترے اے یار و فتادار ہمارے ہے ہرے عاشق مرے بید مرے پیارے
گمراہی اسی داغ سے ہم ہو گئے بھائی		یہ بات کہ مرے تھے جو قلم ہو گئے بھائی
جھاس نے کی شہ پہ نظر ہوش میں آکر سر بھائی کے قدموں پہ ملا شک ہسا کر	۱۰۳	بولانہ گیا ردے زباں عشق دکھا کر دنیا سے گلے زرگی آنکھوں کو پھساکر
حیدر کی صد آئی کو دمر گئے جھاس		تسا ہوئے شیر سفر کر گئے جھاس
زہرا کی صد آئی ملد ار سدھارے حضرت نے کہا صفدر د جسوار سدھارے	۱۰۴	بیکس ہوئے شیر کہ غنوار سدھارے دنیا سے مرے جعفر قیاس سدھارے
جنت کو گئے ہم سے یہ کیا کر گئے بھائی		باتیں ابھی کرتے تھے ابھی مر گئے بھائی
سر پہ کے اتھوں سے پکارے شیر عالم ہے ہے مرے یاد مرے بازو مرے ہدم	۱۰۵	ہے ہے مرے جعفر مرے گمزا مرے رستم ہے ہے مرے صفدر مرے جدر مرے عینم
مرنے سے ترے زور گھٹنا سبکدلی کا		تو قوت بازو تھا حسین ابن علی کا
غاموش انیس اب کہ جگر ہو گیا گھائل ہر چند یہ کہنا نہیں لمسریف کے قابل	۱۰۶	اس نظم کا دیو یوں گے صلہ سرور عادل ہاں نام ہے شیر کے مداحوں میں داخل
اس کا نہیں دعویٰ کریں کون ہوں کیا ہوں		کیا میری حقیقت ہے کہ میں ابچھا ہوں
رباعی		
بزار علی کو مال و زر سے پایا اللہ لے دی تیغ نئی نے و خضر		طاقت ہی میں ہر شام و شہر سے پایا رتبہ یہ آدھر سے وہ آدھر سے پایا
رباعی		
اعلیٰ رتبہ میں ہر بشر سے پایا یہ در نہ ملتا و نہ ملنے بھرتے		افضل انہیں خضر کا ہر سے پایا جنت کا پتہ علی کے گھر سے پایا



جب نوجوان پسر شہ دیسی سے جدا ہوا	مرثیہ	روشن فہر سپہریں سے جدا ہوا
نور نظر امام میں سے جدا ہوا		نخت جگر حسین حزیں سے جدا ہوا
دل داغ ہو گیا دل و جان ببول کا		گھر بے چراغ ہو گیا سب دروں کا
برہمی سے کڑے ہو گیا نخت جگر کا دل	۲	خود آپ نے پھندا ہوا دیکھا پسر کا دل
ہوتا ہے آگینے سے نازک بشر کا دل		پتھر کا دل نہیں ہے یہ دل ہے پدھر کا دل
ایوٹ ہی اگل ہوں تو دم بھر نہ کل پڑے		آنسو تمہیں تو منہ سے کیجیو نکل پڑے
پیری میں آفت غم ادا دالا ماں	۳	دل اور زخم جگر بیداد االا ماں
وہ اضطراب خاطر نا شاد االا ماں		وہ اشک اور وہ شور و فراد االا ماں
بنا ہو کو زلیست کا پھر کیا مزار با		جب کھر اچڑ کیا گورا نے میں کیا ربا
بسل کے لڑنے کی کسی دل کو کیا خبر	۴	غربت میں کون کٹ گیا منزل کو کیا خبر
کشتی کے ڈوب جانے کی ساحل کو کیا خبر		کس پر پھری یہ چل گئی قاتل کو کیا خبر
خاروں سے پوچھے نہ کسی گل سے پوچھے		عدو جن کے لئے کا بیل سے پوچھے
پتھر اوہ یار جس کا گوارا نہیں عراق	۵	فرماتے تھے کہ لوٹ دیا تو لے اسے عراق
اے موت جلد آ کر بس اب زندگی ہے شاق		خبر کی آرزو ہے شہادت کا اشتیاق
ربا داس طرح کوئی آباد گھر نہ ہو		کیا زعمی کا لطف جیسا پسند ہو
پتھر سے پر سے اکبر ضرور ہزار جیف	۶	اب رو ہے سائے نہ وہ اور ہزار جیف
کیا غوش نکالتے دوش پہ گیسو ہزار جیف		وہ بھیجی بھیجی جسم کی خوشبو ہزار جیف
وہ زلف درخ وہ پیار کی باتیں گھڑ گھڑیں		وہ دن کہاں ہیں اور وہ راتیں کدھر گئیں
سب چاہیں جس کی زیست وہ شیر زیاں سے	۷	افسوس نیم جاں جیے جان جہاں سے
پیدا تو کس جگہ ہوے آ کر کہاں سے		قدرت خدا کی پر جیے نوجوان سے
اس عمر میں جہاں سے گزرے گے دن شے		کتا ہے خود شباب کو مرے گے دن نہ تھے
پھولے پھلے نہ وہ چن رو رگا ریں	۸	بھونکا چلا ہوا سے حسزاں کا بہار میں
دیکھا کبھی نہ ایک گل ایسا ہزار میں		کیا زور ہے امانت پرور دگا ریں
بے بس تھے وہ کہ ساتھ کسی کو نہ لے گئے		جس دم طلب ہوے تو اکیلے چلے گئے
روئے ہوئے حرم میں گئے مبتلا نام	۹	ترقی ہوئے نخت جگر کی فتا نام
رخ زرد دل میں درد بدن سرد نشہ کام		طاقت نہ قلب میں نہ بدن میں ہو کا نام
یہ درد تھا بکائیں کہ دل شکر ہوئے تھے		یہ حال تھا کہ روئے پہ دشمن بھی روئے تھے

۱۰	پیارے یہ تھے حسین علیہ السلام کے تہزار تھے پاؤں میں تشنگی کے اذا لیتے ہیں علی اکبر گدگد گئے	۱۰	ہائی حرم سرا میں بہن ہاتھ تھام کے سرو و شیں پر تھار بیٹے عالی مقام کے ہم ایسے سخت جاں تھے کہ اب تک نہ مر گئے
۱۱	برساتیں شہید کا دینے کو آئے ہیں بیٹھے ہیں خاک آڑی ہیں آسو بہائے ہیں سر تھا حسین بکس و تنہا کی گود میں	۱۱	کس کس کے داغ آج جگر پر اٹھائے ہیں یہ ہم تمہارے لال کے غلوں میں غمائے ہیں بیٹے کی جان نکلی ہے بابا کی گود میں
۱۲	سرباز دوش ہے ہمیں رخصت کرو بہن مڑے پڑے ہوئے ہیں عزیزوں کے بے کفن خوب ہم ہیں قاسم بے پر کی روح سے	۱۲	اب عن قریب مجھ و عصمت ہیں تیغ زون پاماں ہونہ لاسٹ فرزند صفت شکن شرمندگی نہ ہو علی اکبر کی روح سے
۱۳	یہ سن کے بیسوں کے جگر پر چھری چلی سرخنی جہاں کے ہیں سب آپ پر جہلی ایکس کو آسرا ہے پسر کا نہ بھائی کا	۱۳	زیب زمیں پہ گر کے پجاری کہ یا علی جاتا ہے سرکشوں میں یہ کوئین کا ولی آقا ہی تو وقت ہے مشکل کشائی کا
۱۴	عدتے گئی پسر کے بچانے میں کہ کرد دیرا کو پھین لوئی زائستہ اسد کرد یانی پہ جنگ لگی ہے یہ وہیر میں	۱۴	فرزند فاطمہ کی بلاؤں کو رد کرد یا شیر حق مقام مدد ہے مدد کرد حصہ پسر کا کیا نہیں مادر کے قہر میں
۱۵	یا سیدنا بلال میں پھنسا ہے تمہارا لال یا فاطمہ میں لٹتی ہوں بکھراؤ سر کے بال پھر کیا کسی سے کام ہے سب سے جدار ہوا	۱۵	یا شیر ذوالجلال دکھاؤ انھیں جلال یارب اکث دے آج یہ سب عرصہ قتال بھائی کو اپنے لے کے میں جنگل میں چار ہوں
۱۶	فرمایا مشہ نے جبر بن چاہیے تمہیں لب پر رضا کے حق کا سخن چاہیے تمہیں بر بار پوچھتے تھے سبب آہ سرو کا	۱۶	خانی کی یاد سرو علی چاہیے تمہیں جوان کا تھا چلن وہ چلن چاہیے تمہیں شکوہ کیا علی سے نہ پہلو کے درد کا
۱۷	درد شکم سے لوئی تھی وہ کو خصال پوچھا کسی نے جب تو کسا شکر ذوالجلال اروئے میں دن ترپنے میں راتیں گزر گئیں	۱۷	لوئی ہیں پسلیاں یہ ہیں بھی نہ تھا خیال بازو کے نیل کا تو کھلا وقت غسل حال بستر تھا جس جگہ اسی جگہ میں مر گئیں
۱۸	ظاہر ہیں جو علی پہ کیے نالوں نے جبر حجر میں بیٹھ بیٹھ کے روتے تھے مثل ابر ہم گیا ہیں چیز ہاتھ بندھے یا گلا بندھے	۱۸	اس غم سے تھا نہ چین جی کو میساں قبر منہ سے سنا نہ تھا کوئی کلمہ سوا اے جبر جب ریسماں سے گردن شکل کشا بندھے



۱۹	اس بکسی میں سر پہ نہ جدھے نہ اب نہ ام مگرے جگر کے گشتا تھا میں دور ہی تھیں تم فرز پر قاطع کے جازے یہ تیر تھے	عزت گزرتی تھی بسیر علیٰ قبلا دوم سوم کس خطا پہ ہوئے تھے ۱۴ میں مگر بعد از فنا بھی در پہ ایدا شریر تھے
۲۰	اس غمکے میں چین سے گزرا نہ ایک دم سب اپنے اپنے عہد میں نہ نہ گئے ستر بعد ان بزرگواروں کے باری باری ہی	ہیں سو رو بلا و مصیبت ازل سے ہم غم سے ہمارے واسطے ہم ہیں ہمارے غم آپ آخری ہیں یہ سوار کا باری ہی
۲۱	کیا کچھ ناگزیر یہ فرقت ہے اے بن دنیا مقام و رنج و مصیبت ہے اے بن اس کی ظفر ہے غامض جس کا بخیر ہو	یہ پناہ کو غم کو بلجہ سے محبت ہے اے بن پیادے تھارے بھائی کی رخصت ہے اے بن ہوئے نہ یاد حق بھی گو حال غیر ہو
۲۲	یکساں ہے مرے والے کو بھل ہو یا کہ مگر آب آرزو یہ ہے کہ کئے جلد تن سے سر میرا نہیں یہ سر قوامت خدا کی ہے	کیا کرتیں تم بسا اہل آقی و ملن میں مگر در پیش ہے سفر میں ہیں حسیں سے سفر اہو کہ میں خوش ہیں وہ جنیں ملت خدا کی ہے
۲۳	پیشی وہ دوڑ کر شہر گردوں اساس سے بولی وہ نشہ کام شہر حق شناس سے صدے گئی بتاؤ ارادہ کہ مر کا ہے	دیکھا یہ کر کے بالی سیکھ کر یاں سے طاقت نہ تھی کلام کی ہر چند پیاس سے کیا اس بلا کے بن سے تیرہ سفر کا ہے
۲۴	آؤ گلے لو کہ یہ صحبت انیسر ہے تنا ہیں ہم سپاہ مخالف یکسر ہے جس کا نہ کوئی دوست ہو بلی بی وہ کیا کرے	نہر یا شہر لے ہاں یہ سفر ناگزیر ہے اب آرزو سے قرب خدا سے تیر ہے لے ہو یہ مرحلہ جو عنایت خدا کرے
۲۵	ہونی بلا ہیں اب کی لے کے وہ سہ چین آقا سوا حضور کے میرا کوئی نہیں رہے ساتھ لے لو مجھے جس طرف چلو	سن کر مصیبت پر رہیں و حسرتیں نکلو بلا کے بن سے کہیں یا امام دیں صدقے گئی مدینے چلو یا بخت چلو
۲۶	پہلی ہوئی ہے چار طرف فوج نا بکار اس دشت کیں میں قید ہے احمد کا یادگار سرکات کد رختوں میں ٹھکانے جاتے ہیں	شہرے کیا کہ بند ہیں راہیں پر رشتار پیدل نکلنے پاتا ہے ناگوں سے لے سوار قاصد جو میرے نام کا خط لے کے آتے ہیں
۲۷	بی بی قدم پہ مگر کے ہیں کون رو کے اب مرنا شباب میں علی اکبر کا ہے غضب دو تین مگر بھرے ہو اک دم میں لٹ گئے	مکو تھارے چھوڑ گئے ہم کو جاں بہ لب لواریں چل گئیں بنے قاسم پہ بے سبب تھے جس سے زندگی کی عداوت وہ چھوٹ گئے

۲۸	برچند جج و شام ہے جاری کا یہ شاہراہ پایا تھا عمر کو کے جینیں ہم نے آہ آہ کیا ہو گا لا کر وہ میں گئے یا خاک اڑائیں گے	۲۸	پر کوئی قافلہ نہ ہوا جو گا یوں تباہ ڈھونڈ جاگیاں گمان نہیں ملتے وہ رشک ماہ سنے عمر اب پھر گئے وہ دوست آئیں گے
۲۹	بی بی سیاں سے اہل وطن میں قریب تر بھیجے ہیں شعیب سان میں نے بھی ناسم پر قریوں سے بھی مدد کو جو مگلا وہ گھر گیا	۲۹	پر میری بیگی کی نہیں ایک کو خبر سیکھ حین تکٹے ہوا ایک کا گزر شکر بنی اسد کا قریب آ کے پھر گیا
۳۰	گھیرا ہے اس نے مجھے اس بن میں بے گناہ نے دوست لے عزیز نہ غم خوار لے سپاہ مجھ ساتھی کوئی سیکس و بے پر پور نہ	۳۰	تاج محل آ کے نہ کوئی میرا خیر خواہ ساتھی تو سب عدم میں وطن دور گھر تباہ مر کر نہ دفن ہوں تو کسی کو خبر نہ ہو
۳۱	جانا ہے دور شب کو جو آنا نہ ہوا دھسر پہلے پہل ہے آج شب فرقت پر راحت کے دن گزر گئے اب فصل ادھر	۳۱	خند کر کے رویٹو نہ ہیں چاہی ہو گر سور ہیواں کی چھاتی پہ غربت سے رکھ کے سر اب یوں بسر کرو جو تیوں کا طور ہے
۳۲	نئے سے ہاتھ جوڑ کے بولی وہ تشنہ کام آنکھوں سے خوں بہا کے یہ کہنے لگے انا م بی بی نہ پوچھو کچھ یہ مصیبت عظیم ہے	۳۲	تلائے مجھے کہ جی ہے کس کا نام کل جائے گا یہ درد الم تم پہ تا بہ شام مر جانے جس کا باپ وہ بچہ قیم ہے
۳۳	بٹوسے اتار دھوک بڑھا ڈپہر نشا ر چلا یٹو نہ آئیں ابی کہہ کے بار بار والوداع جاتے ہیں اب قتل گاہ میں	۳۳	چھٹا کیوں جو لوٹے آئیں ستم شمار دشمن ہمارے نام کا ہے ٹھیکر نا بکار سو نیا ہمیں خدا و بی کی پناہ میں
۳۴	یہ کہہ کے پیاری بیٹی سے دیکھا ادھر ادھر نظر نے عرض کی کہ ادھر پستی ہیں سر اب پر گھڑی گھڑی علی اکبر کا نام ہے	۳۴	پوچھا کہ صر ہیں باؤ نا شاد و نوحہ گر رخصت کی بھی حضور کی آن کو نہیں خبر چلے ذرا کہ کام اب آن کا تمام ہے
۳۵	رکھی تھی لاکے لاقی پسر آپ لے جاں کرتی ہیں آنکھ کے آہ تو ہلتا ہے آساں اداری گئے نہ قبر میں اماں کو گار کے	۳۵	مٹھ اس زمیں پہ لٹی ہیں اور ہے لبوں پہ جاں نعرہ یہ ہے کہ ہائے علی اکبر جو اں جنگ بسا دیا میری بستی آجاڑ کے
۳۶	روتے ہوئے گئے جوہاں شاہ خوش خصال شیر ٹھیکر یہ پکارے بھسدر ملاں پتا ہے فلک نے تم کو بڑے دکھ دکھائے ہیں	۳۶	دیکھا کہ غش ہیں خاک پہ بکھرے ہوئے ہاں اس شہر بانو ہوش میں آؤ یہ کیا ہے حال صاحب انٹو ہم آخری رخصت کو آئے ہیں



۳۷	میں کرسدا میں کی چونکی وہ فوسہ گر تہنا حضور آئے ہیں باند سے ہوئے کر	۳۷	کی عرض سر جھکائے قدم پر بہ چشم تر صاحب کہاں ہے سنتوں والا مرا پسر
	ایسے نہیں جو دکھ میں جدا ہوں وہ باپ		ایسے مرادوں واسے کدو لوں گی میں آپے
۳۸	اے جان فانیہ مرا پیارا کہ ہسر گیا وہ تین دن کی پیاس کا مارا کہ ہسر گیا	۳۸	اماں کی زندگی کا سہارا کہ ہسر گیا بیویوں کی آنکھ کا تارا کہ ہسر گیا
	مرتی ہوں اپنے سر دسی قدر کو دیکھ لوں		اک بار پھر شبیرہ عجب کو دیکھ لوں
۳۹	وہ گورا گورا چاند سا کھڑا دکھائیں پھر جکو تو خیریت سے غرض ہے نہ آئیں پھر	۳۹	لے لوں میں گیسوؤں کی بلائیں تو جائیں پھر خوشیوں میں تن کی سوئگہ لوں جھل بسائیں پھر
	ترپے گا دل تو لے کے اجازت حضور سے		میں دیکھ لوں گی در پر گھڑی ہو کے دور سے
۴۰	بخود تھی میں جب آئے تھے میداں سے وہ ادھر بہلا جودل ذرا تو پھر کئے رکا جگر	۴۰	کیا دیکھتی تھی تو کچھ آتا تھا غصہ کب آئے کب گئے مجھے مطلق نہیں خبر
	آئے تو چھپ کے آئے گئے بے لے ہوئے		باتیں نہ پیار کی ہوئیں لے کچھ گئے ہوئے
۴۱	گر ہیں خفا تو آئیں میں اٹھ کر نشا ہوں دائی ہوں اُن کی آپ کی خدمت گزار ہوں	۴۱	اُن کی خطا نہیں ہے میں تقصیر دار ہوں اب رحم کیجئے کہ بہت شرم سار ہوں
	تکلیف گرچہ ہو کی شہر شریفین کو		لے آئے منا کے مرے نو پر عین کو
۴۲	باتیں یہ سن کے کہنے لگے شاہ و بھر و بر بانو کے بلاؤں کہاں ہے وہ سبھر	۴۲	یار ب جدا نہ ہو کسی ماں سے جواں پسر ہم شکل مصطفیٰ تو گئے قافلہ کے گھر
	ہر دکھ میں جبر کرتے ہیں جو حق شناس ہیں		بشائے تمہیں دیا تھا وہ اب س کے پاؤں میں
۴۳	جاگے ہوئے تھے رات کے چند آنکھوں آئیں عقل بہت کیا پہ اجس پائگی انہیں	۴۳	ہے سنا فتوں کی نظر کسا گئی انہیں سحرائے کر بانی فضا ہوا گئی انہیں
	زمرہ نہ ہو گا دل مرا گر مر بھی جاؤ گی		اب تو کوئی گھڑی میں ایس بھی نہ پاؤ گی
۴۴	جاتے ہیں ہم وہیں کہ جہاں ہے وہ لا ل کام سنکر یہ ذکر ہوش میں آئی وہ تشنہ کام	۴۴	دید و جواپنے لال کو دینا ہو کچھ پیام بگھی کہ گھر تباہ ہوا اب چلے ا کام
	خیر سے خلق شاہ کے کہنے کا طور ہے		بستی اجڑ کے تخت اسٹنے کا طور ہے
۴۵	دامن پیر کے شاہ کا بولی وہ دل فگار بعد آپ کے جو لوٹنے آئیں ستم شمار	۴۵	اسے ابن فاطمہ یہ کینز آپ کے شمار شیخے کہاں یہ بکین و نمکین سو شمار
	کچھ حق میں اس کینز کے ذرا سے جاسیے		صاحب کسی جگہ مجھے بٹھلا کے جاسیے

۴۶	میں وہ ہوں جو کہ میدانِ آبی تھی یا امام پاس آپ کے ہے نانا کا اسے جس کا نام	شہر ہوں کینز امام فلک مقام گرمید ہو گئی تو گئیں گے یہ خاص و عام
	سندی چلی ہے شام کو آلِ رسول کی	دیکھو یہی ہو ہے علی و تنویر کی
۴۷	فرمایا شد لے حافظ و حامی ہے خود اجمال زیب کو دیکھو سر پہ نہ بھائی نہ دولال	دہرائی دینیوں کی رہو تم شریکِ حال عاجب تمہارے ساتھ ہے عابد سا خوش خصال
	بے دارلوں کا وارث و والی ادا ہے	دیکھو ڈگے نہ پاؤں کہ مشکل کی راہ ہے
۴۸	والوداع لاش پہ آب آگے رو دیو ذالو پہ سر کو شرم سے منوڑا کے رو دیو	لیکن نہ خاک آڑا کے نہ چلا کے رو دیو قبر رسول پاک پہ پاں جاسکے رو دیو
	لٹنے میں صبر و شکر تھا ہی میں چاہیے	رونا بشر کو خوفِ الہی میں چاہیے
۴۹	یہ سن کے شہر ہو گیا فریاد و آہ سے بھڑا گیا نہ پھر شہر عالمِ پناہ سے	سیدانیاں پٹ گئیں زہرا کے ماہ سے بکلی حسین رہتے ہوئے فخرِ گاہ سے
	چوتھا فلک مینا سے جلو خانہ بن گیا	خورشید شمع حسن کا پروانہ بن گیا
۵۰	لکڑی سے در پہ جو شاہِ غور آئے لاؤ فرس کو ڈیوڑھی پہ جلدی حضور آئے	اک غل ہوا حضورِ کرامت حضور آئے اعنی بھی ہو تو آنکھ کی پتلی میں نور آئے
	پھر تاقاسر پہ چتر سیماں جناب کے	سایہ تھا ایک بیچ میں دو آفتاب کے
۵۱	نصرت کی بھی صدا کہ رہے ختمت و جلال شوکت کی روحا ہے کہ اسے خاطر کے لال	تاہاں رہے یہ نیر اقبال بے روال سر بنیرے دوست بدو تیرے پاؤں
	یارب نسا و خلق سے اس کا داناں رہے	جب تک زمین رہے یہ امام زماں رہے
۵۲	بیٹا نہ تھا نہ کوئی برا اور ادھر آدھر مڑ مڑ کے دیکھتے تھے جو سرور ادھر آدھر	پر قدسیوں کی صف تھی برا برا دھر آدھر گرتی تھی برقی گویا چمک کر ادھر آدھر
	جلوسے دکھا رہی تھی ضیا اتمہ پاؤں کی	اک چاندنی بھی ہوئی تھی دھوپ پاؤں کی
۵۳	غل تھا فلک کا رنگ بدستاب ہے دیکھ لو نوجوان آج دن کا بھی ڈھلتا ہے دیکھ لو	ذروں سے آفتاب بھی جلتا ہے دیکھ لو قدموں پہ نور آنکھوں کو ملتا ہے دیکھ لو
	نقش اس قدم کے چاند سے روشن زمین	خمر سے آفتاب لوتا رہے سینہ میں
۵۴	آد فرس کی تھی دولہن آتی ہے جس طرح تصویر آہوئے حق آتی ہے جس طرح	ختم حکم کے نکست چمن آتی ہے جس طرح یا شمع سوئے انجن آتی ہے جس طرح
	باہم طہور کتے سے کیک دوی ہے یہ	گھوڑے چراغ پاتھے کہ شیک بری ہے یہ



۵۵	آیا عجب مشکوہ سے اس پتھر کا ب جسک زلی ہلاں پر کرتی تھی ہر کا ب	تھائے تھی تلخ زین کا دامن ظفر کا ب طلہ تھا نو پر مر کا یا جلوہ گر کا ب
	افتراک تھی کہ کھولے ہوئے تھا عقاب پر	زین پر تھا گرد پوش کہ ابراقاب پر
۵۶	اختر مجل ہیں زین جو اسد نگار سے تھتا سے کب سوار فراست شمار سے	نہروں نے چن لیے ہیں ستارے شمار سے گردن میں اتھ باگ نے ڈالے ہیں پیار سے
	انڈاں ہے خود رکاب کے پائے کو دیکھ کر	بل کر رہا ہے خاک پہ سانے کو دیکھ کر
۵۷	قربان اُس تگاور عینم فلک رکے شایستگی کو پوچھو دل سے سوار کے	ہال کر کے شیر کوٹا پون سے مار کے چاہے تو ایک طفل چڑھے باگ اُتار کے
	رکھتے قدم تو رنگ نہ سیلا ہو پھول کا	پیاد افرس ہے رکاب دوست رسول کا
۵۸	چاروں سوں سے بدرجل نسل سے ہلاں کیے نہ ہال جو نے کبراد سے ہیں ہال	کھیلیں شکار شیر یہ آنکھیں ہیں وہ عزال پھسرنے پہ جھوم جھوم کے صدقے پری کی چال
	رستے ہیں یاد کبید یلی رواق کے	دل دل کی تیزیاں ہیں طرار سے رواق کے
۵۹	سینہ کشادہ تنگ کر چست جوڑ بند بانڈا بردبار عہد و گش ظفر پسند	گردن میں خم ہال کا اور اس پر سر بلند یکلی کسی جگہ کیوں آہو کیوں پر بند
	سرعت ہے ابر کی تو لطافت ہوا کی ہے	اتنے ہنر فرس ہیں یہ قدرت خدا کی ہے
۶۰	دولوں کو تیاں بر بسم ہیں بہ شکل لا ہاں بے زباں ہے گو پہ یہ کتا ہے بر ملا	سوچیں تو اہل بزم کہ مطلب ہے اس کا کیا آقا ہے میرا صاحب لا سنف و لا فتا
	افسوس اہل شام کو کچھ پیش و پس نہیں	آقا حسین سائیں مجھ سا فرس نہیں
۶۱	لو اب سوار ہوتا ہے نہ ہڑا کا یا دگار رو کر فرس سے کہتے ہیں شیر ناہار	تھائے رکاب کون مہیاور نہ غم کسار اسے ذرا بھناج دیکھ یہ نیزنگس روزگار
	سب دوپہر میں ابن علی سے جدا ہوں	جو تیرے گرد رہتے تھے وہ دوست کیا ہوں
۶۲	سب دوست بے مثال تھے ردوں کے کسے جیدر کے پاغ لال تھے ردوں کے کسے	خوش رو تھے بالکال تھے ردوں کے کسے سات آٹھ خسر و سال تھے ردوں کے کسے
	جبت ذکر خیر پیاس میں مرے کہ ہوئی تھی	سب برسے دوست میرے دھن اٹکو دھن گے
۶۳	مڑا ہے ایک دوست کی شخص کا اگر ایک دن میں صاف ہو گیا میرا تو گھر کا گھر	وہ شخص اس کے بھر میں رہتا ہے طر بھر کیا دؤر ہے جو مر کے بھی میدھی نہ عہد کر
	اس گھر میں جتنے گھر ہیں وہ سب بے چراغ ہیں	میرے تو ایک کیسے پہ اٹھارہ چراغ ہیں

نہ خیر ان کے پائے مرے کہ جب ذکر ہوئی گے

۶۴	پایہ میں سرس ساتھ جو میر سے یہ تشنہ کام جاری سبیلیں رکھیں گے رستہ پہ حنا میں دھماکا	گھر گھر میں آن کی نذر کے ہو دیں گے اہتمام جلا میں گئے یہ پانی کے بھر بھر کے سرو جام
	ہو نہ تشنگی کو شبہ تشنہ کام کی	پایہ سو پو سبیل ہے نذر ا نام کی
۶۵	ایسے کے لئے میں رفیقان باد فضا ہوئے جہاں میں آج جو پیٹھ پر حندا	ہیش خدا جلیل ہے ان سب کا مرتبہ کرتے ہر ایک شہید کا ماتم جدا جدا
	شانہ بتوں باؤں میں کرتی نہ عمر بھر	چادر سیاہ سر سے اترتی نہ عمر بھر
۶۶	یہ سن کے ذرا بجناس تو روتا تھا رازدار صاحب انھو ترائی سے میں آپ پر شار	چلائی تھی یہ روجہ جاس نامدار آقا سوار ہوتے ہیں آیا ہے رازدار
	یاں آ کے ساتھ جاؤ امام غیور کے	سایہ کر دکھو پو پو ہے سر پر حضور کے
۶۷	با تو پیکارتی تھی کہ اکبر کہ مر ہو تم تھا مور کا بپا کی پیار سے پسر ہو تم	بیا پور کے کوچ کے دن بے خبر ہو تم اماں کا گھر آجڑا ہے وادی کے گھر ہو تم
	بازو کو تھا مور یا تمہ میں حضرت کے انیزد	بیٹا فیصلی وقت میں حضرت کا ساتھ دو
۶۸	لکھا ہے یاں بجا م فرس پر تھادست شاہ جیسے سے مکی اک رن بالہ بسند آہ	فرادہ حسین سے اپنی تھی مشتعل شاہ رخ پر نقاب پاؤں میں موزے عباسیہ
	حسن رسول شان علی کا ظہور تھا	گواہ باس کعبہ میں خالق کا نور تھا
۶۹	پردہ تھا پر کھلی ہوئی آئی وہ دل کباب گھوڑے پہ جلوہ گر ہوئے جب ابن بوتراکب	تھامی رزقے ہاتھوں سے رہوار کی رکاب بیت الشرف میں بھر گئی وہ مثل آفتاب
	جس کا یہ ذکر تھا وہ نواسی نبی کی تھی	زینب بن حسین کی بیٹی علی کی تھی
۷۰	رن کو سوار تھی شہ بن و بشر چلی گھوڑے کے ساتھ فاطمہ تھاے جگر چلی	پچھتے تمام فوج ملک شنگے سر چلی شہ بن کبیر چلا کہ نیم سر چلی
	طبقہ تمام نور سواری سے عرش تھا	سونے کی تھی زمین تو ستاروں کا فرش تھا
۷۱	ذروں سے آفتاب کی ضو آشکار تھی عالم میں ایک سماں تھا خزاں میں بہار تھی	سر سبز تھے درخت زمیں لالہ لالہ ر تھی جنگل تھا مشک بنر ہوا عطربار تھی
	غل تھا نہ دور دور چلوئے ہر دم چلو	ہاں خادموادب سے قدم با قدم چلو
۷۲	وہ شان وہ شکوہ وہ شرکت جناب کی تصویر ہے جناب رسالت آب کی	اللہ ری ضو بھکتی ہے آنکھ آفتاب کی پری دکھارائی ہے لطافت شباب کی
	بر میں بھی کا جامہ جنر تھا رہے	رنگت تو پھول سی ہے گلا بی عمار ہے



غل تھا فرس پستیزد الا کو دیکھ لو	۷۳	ہاں برق و شرقی طور پہلی کو دیکھ لو
پڑھ کر درود صورت مولا کو دیکھ لو		بالا سے رعل مصحف زہر سگرا کو دیکھ لو
پایا کسی بشر نے یہ پایا ہے ملن میں		قراں انہیں کے واسطے آیا ہے خلق میں
خوریں ہیں گرد ساغزو کو تر لیے ہوئے	۷۴	پریاں جلوس میں بنی زر لیے ہوئے
بھرتی ہیں نبات کا دفر سیلے ہوئے		جھولی میں ہے نسیم محل تر لیے ہوئے
لٹے ہیں پھول وادی جنر سرشت میں		دو لھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں
وہ روئے دل فروز وہ زلفوں کا پیچ ذاب	۷۵	گویا کہ نصف شب میں نمایاں ہے آفتاب
ابرو کی خدا نغفار سے زہرہ مد کا آب		آنکھیں وہ جن سے زگس فردوس ہے حجاب
پتلی کا رعب سب پہ عیاں ہے خدائی میں		پٹھا ہے شیر بخوں کو ٹیکے ترائی میں
پو پٹا جو اس شکوہ سے غیر اورا کا لال	۷۶	کانپے جیل رزلے لگا عسر مٹقتال
ٹوٹے جو مورچے تو پکار سے یہ بدھصال		بھاگو کہ آیا شیر اتنی ہے جسدال
دیکھا جو رعب اسد عالی مقام کو		ملوں نے بھگت کے ہاتھ بڑا ہے سلام کو
بڑھ کر خدا نیک نے دی رد و سئے شاہ	۷۷	دشمن ترے ذیل سنا د ترے تباہ
آواز دی ظفر نے کہ اے معدلت پناہ		تاباں رہے ستارہ اقبال عز و جاہ
زہرہ مد کا آب گلیجہ لہور ہے		ہر سرکہ میں تیغ علی سر خود رہے
یزہ زمیں پہ آپ نے گاڑا جو یک بیک	۷۸	ماہی نے دب کے گاؤ زمین سے کہا سرک
شاید قیامت آئی زمین پر گر افک		بس یا حیند کہ کے رز نے ٹکی سک
غل تھا الٹ چکے ہیں سینے آستین کو		یا اتراب آکے بجا لوز میں کو
دب دب کے مورچوں سے آدھر پہلوں ہے	۷۹	شکر ہالٹان خلالت کٹاں سے
سرکی زمیں مگر نہ امام زماں ہے		سج ہے کہ قہب دائرہ دیں کہاں سے
سربھی کئے اگر تو نہ پیچھے قدم نہیں		کعبہ کہیں ہٹا ہو تو شاہ ارم نہیں
لوگو بختا ہے شیر جزواں ہیں شاہ دیں	۸۰	نعرہ یہ ہے کہ ہیں ہیں پشت پناہ دیں
روشنی ہمارے نور سے ہے شاہراہ دیں		دنیا میں ہم ہیں تاج سر عز و جاہ دیں
سجدے بتوں کو کرتے تھے ساکن کشت کے		ہم نے تمہیں بنا دیے رستے بہشت کے
خالی کیا علی نے بتوں سے حسد اکا گھر	۸۱	عزلی کہاں ہیں لاکت و بیل آج ہیں کہ ہر
غل تھا علی ہیں دوشی عکڑ پہ جلوہ گر		مصحف مصحف آج ہے اور نور نور پر
سب سے علی کا مرتبہ اعلیٰ ہے دیکھ لو		شیر خدا کی شان دو بالا ہے دیکھ لو

۸۲	نہ تار گردلوں پہ تمھارے سوا رختی اسلام کے چمن میں کبھی یہ بھسار ختی چرچا تھا کفر و فتنہ و فساد گناہ کا	۸۲	شکر کج بلایہ تھا کہ پرستش میں نارختی حق حق کی مسجدوں میں یہ کس دن بھار ختی یہ شور کب تھا اشدان لا الہ کا
۸۳	کبھی میں ہم نے پہلے اذان دی ہر شد و دم ہم پر ازل سے ہیں کریم مغفیل احد تم لوگ جس طرف سے پھرتے ہو فرش پر	۸۳	دریائے رحمت صدی ہیں ہمارے جد سب ہم پہ منکشف ہے جو کچھ ہو گا تا بد ہم یوں پلک جھپکتے میں جاتے ہیں عرش پر
۸۴	گھر میں ہمارے وہی خدا لائے جبریل مشہور ہم ہیں خلق میں آقائے جبریل اشا کردی ملائے سرافراز جب ہوسے	۸۴	جب آئے خادموں کی طرح آئے جبریل اس گھر کی خادمی ہے تنہا سے جبریل جبریل تب مقرب و درگاہ رب ہوسے
۸۵	آنکھوں بہشت بارخ ولایت کے پھول ہیں اعمال و سنسان ملے ناقبول ہیں پھر کیا ادا از کواۃ بھی گرج سیمت کی	۸۵	ہم سے دلا کر دکر ہم آل رسول ہیں روزے ہوں یا ناریں ہوں سب کے مقبول ہیں شرط قبولیت ہے وہ اپنی بیت کی
۸۶	عزت جہاں میں سب کو ہماری دلائے دی بٹی بٹی نے تیغ و دوسر کبریا نے دی تبسم بلند سب سے خدا کے ولی کا ہے	۸۶	کفار کو شکست شہر لاقتا نے دی کبھی سے بھی سوا ہیں حرمت حسد انے دی سجدے ہیں اس لیے کہ وہ مولد علی کا ہے
۸۷	کیوں ظالموں رسول کا پیارا نہیں ہوں میں کیوں مستحق مطلق و کدہ را نہیں ہوں میں سینہ پہ ظلم کون سی یہ رسم و راہ ہے	۸۷	کیوں عرش کبریا کا سنارہ نہیں ہوں میں کیوں جاہل و امام تمھارا نہیں ہوں میں کیا یہاں کو پانی کا دینا گناہ ہے
۸۸	وہ نہر جس کو خلق میں جاری کرے اکر پانی پہ جنگ پیاسوں سے دیا پہ ہنض آہ سیراب گرگ شیرہوں اور اسب و خرپیش	۸۸	روکی ہے تم نے ظلم کی تیغوں سے اس کی راہ یہ جس دلا کا گھر تھا اُسے کر دیا تباہ او لا د قاطعہ نہ پئے جانور پیش
۸۹	پلٹ پلٹ کے جائے ساری زراعت میں آب و نہر اس میں یہ نہر بھی ہے جو ہے قاطعہ کا نہر است بخی کی آہ یہ سفاک ہو گئی	۸۹	عروم ابھی ساتی کوثر یہ کیسا ہے قسیر شہرہ ہے ناریوں کی قوا خج کا شہر شہر بس آج اکبر دئے عرب خاک ہو گئی
۹۰	کرتا ہے پاسداری مہاں ہر اک بشر عاجز بھی وہ کے سامنے رکھتا ہے حاضر بستان کر بلا میں ہوا یہ بڑی چلی	۹۰	لٹے ہیں اس سے جھک کے جو آتا ہے اپنے گھر فاتحہ ہے قیسرا ہیں اور تم ہو بے خبر پانی طلب کیا تو گئے پرچہ پری چلی



۹۱	سنگریان شاہ بیٹوں نے سر جھکا سنے اکثر صفوں میں شور یہ اٹھا کہ آئے ہائے ختم کر کے گرد میں عمر و دشمن ٹل گئے	کتنوں نے پھر پھیر کے منہ اشک بھی بہائے کیوں ہم رسول حق کے قوائے سے لڑنے آئے قولا د نرم ہو گیا پھر پھل گئے
۹۲	نول سے بڑھ کے یہ پسر سعد نے کہا ہو سب صفوں میں نالہ فہنا کا غل بپا منظور کیا ہیں یہ دل ٹکڑے ہوتے ہیں	ہاں جلد حکم دے کہ بجیں جیل جا بجا آواز میں سننے نہ کوئی شاہ کی صدا انساں کا ذکر کیا ہے کہ گھوڑے بھی روٹے ہیں
۹۳	لگا بجے جلاجل و قرنا و طبل و دف چلوں میں تیر جوڑے بڑھنے لگی جو صف بھاگو اٹھو بچو یہ صدا دی سپاہ نے	خاموش ہو گئے شر منظور اس طر ف اُگلی آدھر نیام سے تیغ شر بخف باہی سے منہ نکالا ہے اریاہ نے
۹۴	تیغ دو سر کو روک کے حضرت نے یہ کہا آؤ عرب کی طرح جو ہے قصد جنگ کا دنیا سے وقت عصر گذرتا ہے ہر طرح	بیکس سے کس طرح تھیں منظور ہے و غا سب ف کے گرد دو گئے تو پھر اس میں دیر کیا حاضر ہوں ہر طرح میں کہ مرنا ہے ہر طرح
۹۵	سر کو نہ سر نہ جان کو اہم جاں بگھنے ہیں مشکل ہزار ہو آئے آساں بگھنے ہیں اس سر کس میں کھیت پڑے ہیں اسی طرح	ہاں حکم کر دھار کو ایساں بگھنے ہیں ہماریکٹ لاکھ کو یک جاں بگھنے ہیں نیچے ہمارے تم سے لڑے ہیں اسی طرح
۹۶	لڑتا نکل کے ایک سے گرا یک نامسدار لگا ادھر سے ایک آدھر سے بڑھے ہزار بیدیں کا ساتھ دے کے تمیت کو کھودیا	برسوں بھی تم سے ختم نہ ہوا یہ کارزار اس پر بھی الاماں کا غل اٹھا تھا بار بار تم لے تو آج نام عرب کا ڈبو دیا
۹۷	یہ ذکر تھا کہ تیسر چلے اس سپاہ سے پس منظر ہو سکا نہ شہ دیں پناہ سے ہلکی مٹی کی تیغ جو دشت صاف ہیں	گنتی کو زلزلہ ہوا ز ہنگام کی آہ سے بھلی گری صفوں پہ غضب کی نگاہ سے یریاں چھپی جزیروں میں سمرغ کاف ہیں
۹۸	کاشی سے اس طرح ہوئی تیغ دوسر جدا نصرت کا آئینہ تھا جدا اور گھر جدا تیغ کشیدہ دست شر بکروہ بر میں ہی	جیسے سوا دشب سے بیاض سحر جدا نکل جدا تھا بلی فسج و ظفر جدا لو مار ہاتھ میں ہے لٹافہ کمر میں ہے
۹۹	ناگاہ رہیں تیغ نشتر لافتی چلی بن میں سوم قروعت تابعدا چلی آواز الاماں کی پہر بریں پہ تھی	گویا صفوں پہ گھولے ہوئے منہ بلا چلی جھوکوں سے جس کے اڑتے ہیں سرودہ ہوا چلی بڑھ کر جویوں پھرے صف اول زمیں پہ تھی

پہونچے خوشی شیرجھپٹ کر ادھر ادھر آیا گیا فرس جو سمت کر ادھر ادھر	۱۰۰	سر گر پڑے شام سے کٹ کر ادھر ادھر ڈھالوں کا ابرو رہ گیا پھٹ کر ادھر ادھر
چار دیو بستی کر سیف بیان معاف تھی		دریا کی راہ حلہ اول میں صاف تھی
مٹی مٹی جائے امن نہ زبر فلک کہیں بنات ہے وہ اس کہیں تھے ملک کہیں	۱۰۱	غل تھا کہ مل نہ جائیں ساؤ سمک کہیں سایہ کہیں تھا تیغ کہیں تھی چمک کہیں
پانی سے جل بجھا تھا کوئی کوئی نار سے		گرتی تھیں تین بہلیاں اک ذوالفقار سے
غل شش جہت میں تھا کہ نہ اس سے دو چار ہو	۱۰۲	بھاگو کہیں یہ برق نہ پھر شعلا بار ہو
کون اس کے منہ بجا کے اجل کا شکا رہو		جو ایک ہے وہ دو ہو جو دو ہے وہ چار ہو
بھاگیں کہ ان صفوں کو ہم آراستہ کریں		صلت جو تیغ دے تو دم آراستہ کریں
جب سے فوج شام پہ وہ شعلا ہو چلی	۱۰۳	بس سر کے جل سفر میں سپاہ عدو چلی
نصری بڑی چلتی ہوئی چار سو چلی		آئی کس آب و تاب سے کیا سرخو چلی
تیزی یوں ہی زبان ستون روک چاہیے		یاس آبرو کا صاحب جو ہر کو چاہیے
اب دم نہ بچو یہ اجل اس سے کہہ گئی	۱۰۴	نری ہو کی دشت پر آفت میں بہ گئی
کافی زرہ کڑی بھی بڑی جو وہ سہہ گئی		بھاگا کوئی شقی تو سو پی کے رہ گئی
انھیں میں سشل برق قرار اس نے کم یا		ہ کوں میں ڈھونڈھکا آئے مارا تو دم لیا
چل تیغ کا پسر پہ نہ جو شہ پہ رہ گیا	۱۰۵	جس پر پڑی ترپا کے وہ تو سن پہ رہ گیا
دو ٹکڑے ہو کے سر نہ فقط تن پہ رہ گیا		خوں بھی اجل گرفت کی گردن پہ رہ گیا
دم میں نہ وہ غرور نہ وہ خود سری رہی		بحر موی رہا یہ خطا سے بری رہی
بنا برش میں جو ہر ذاتی میں قندور میں	۱۰۶	چلی آند میں خبر و خندقی میں بدور میں
تیزی وہی تھی منہ کی اس آشوب خدور میں		ٹھکر سپرے سر میں گئی سر سے صدور میں
کھینٹے ہوئے پسر سے نیاز گفٹ چٹک تھا		راکب تھا نہ فرس تھا نہ زین تھا نہ تلک تھا
مانند برق تیغ کا سایہ جسد ہر گرا	۱۰۷	بٹے پر باپ باپ پہ مر کر پسر گرا
یہ اتھ اس طرف تو وہ بازو ادھر گرا		برکائے اڑ گئے وہ پسر کے سر گرا
چھنے میں اب ہے تیغ نہ دتلنے ہاتھ میں		کیوں دیدیا ہے ہاتھ کو بیگانے ہاتھ میں
سرکش ہوا چھوٹے وہ سب گرد ہو گئے	۱۰۸	سرخ رخوں سے اڑ گئی منہ زرد ہو گئے
دوڑی مردی تمسا پہ نامرہ ہو گئے		ہنگامہ سر جن سے گرم تھا وہ سرد ہو گئے
مرنے پہ بھی نصیب کی سوزش نہ جانے گی		اب ناریوں کو آتش دو زرخ جلائے گی



۱۰۹	ماری تھے تیغ شاہ مجازی سے نیزہ باز روکے تھے ہاتھ دست و رازی سے نیزہ باز	پہم الٹ کے گرتے تھے تازی سے نیزہ باز باز آئے تھے نہ شہدہ بازی سے نیزہ باز
	یوں جٹ سے کھول دے تھے نیزہ سے بد کو	آتش پہ ڈال دے کوئی جیسے پسند کا
۱۱۰	غل تھا کہ وہ چمکتی ہوئی آئی یہ گری ترکش کشا کا بیکسانی سے زہ گری	برہمی سی از گئی وہ سسناں یہ گری سرا ز گنا وہ خود آڑا یہ زہ گری
	آئی ہے لشکروں پہ تباہی اسی طرح	گرتی ہے برق قہرائی اسی طرح
۱۱۱	وہ شام دروم کے قدر انداز بے نظیر ہر صف میں سہم سہم کے ہوتے تھے گوشہ گیر	سواؤ نہ چوکتا تھا نشانوں سے جس کا تیر چلاتے تھے کہ موت کے حلقے میں ہیں اسیر
	پہنچے ستم کہ کو بھی لشکر کشی کریں	سراٹ ڈالے گا جو اب سرکشی کریں
۱۱۲	مشاق ساتھ ساتھ برس کے وہ نیز دست بے سر تھے وہ بھی بادہ کویت سے جو تھے مست	چل نہ سو جھتا تھا انہیں آنکھ سے دشت غارت تھے مثل تیر ہوائی ہوا پرست
	ترکش دو نیم ہوئے زہ گیر کیا کرے	چل نہ ہو کمانوں پہ تو تیر کیا کرے
۱۱۳	وہ شہسوار دوش محمد کی ران باگ تواریک فرس کو بھی تھی شایوں سے لاگ	کیا ٹھہرے دھوپ میں کہ وہ بیابان ہے یہ آگ ایک ایک کو پکار رہا تھا کہ بھاگ بھاگ
	زور اس سے چل سکے گا نہ رستم نہ گیو کا	اس پلٹن کی تاپ طمانچہ ہے دیو کا
۱۱۴	پھرتا ہے کیا صفوں میں فرس جھوم جھوم کے پامال تھے پرے پرے شام و روم کے	سرعت بلا میں بیتی تھی منہ جھوم جھوم کے غل تھا یہ غول میں پسیر سدا شوم کے
	رخت ایسا روم و رب میں نہیں شام میں نہیں	یہ فونیال تو گردش ایام میں نہیں
۱۱۵	چار آئینہ سے یوں نکل آتی تھی ذوالفقار چار آئینے تو کیا تھے کہ ہوتے بھلا شمار	جینکے پار ہوتا ہے جیسے نگہ کا تار ہر دم تھا اخراج عناصر کو افسار
	اٹنے جہاں رن ایسا اگر ایک گھڑی پڑے	کیا اور وہ سے قرب جی ایسی کڑی پڑے
۱۱۶	خود زور و دام سے آزاد یہ اسیر شمسیر جاں شان و کسند و سسناں و تیر	تیر و کمان سخت وہ بے پرو یہ گوشہ گیر بے آب و سر بریدہ و زرد سیدہ و حقیر
	بے برگ و بار دشمن آل رسوئل ہیں	اب برہیوں میں صل ہیں نہ ڈالوں ہنگام ہیں
۱۱۷	اس تیغ کے وقار سے کوہ گراں بہک یہ آگ اور وہ ناریوں کے دست و پا خنک	ڈالوں کی شایوں کی گھٹا ابر سے تنک چٹنے میں بس جی دم و دعوئی کہ اب نہ ترک
	مقتل کے ہر شیب کو لاشوں سے پلٹ جے	پر جبریل کے بھی سپر ہوں تو کاٹ جے

جب اللہ کے تیغ صفہ رقد سی شرف گری آیا اُدھر خدا کا غضب جس طرف گری	۱۱۸	گویا کہ برق سلطنت شاہ غضب گری کٹ کر گرا پرے پراصف پہ صف گری
سینوی چلی کہ سیف غضب کا رزار پر		گھوڑے گرے پیادوں پہ پیدل سوار پر
اللہ ہی شان وادہ رے جلے جناب کے دکھلا دے دغا میں چلن بو تراب کے	۱۱۹	نک اڑ گئی جدھر گئے گھوڑے کو داب کے فتر اک تھی کہ پرفرس لا جو اسب کے
ایتلی جدھر سوار نے پیر سی یہ مڑ گیا		اترا ابراق بن کے پری ہو کے اڑ گیا
جم کر صفوں سے ہوں مر سی تند خو اڑا توار جب چلی سر ہلے عدہ اڑا	۱۲۰	گویا ہائے اوج شرف چا رسوا اڑا نکلا دم نہ زخم سے مطلق ہو اڑا
اہرم برقی بڑھی رہی گھاٹ اسکا نام ہے		اس کو صفائی کہتے ہیں کاٹ اس کا نام ہے
باطل کو حق سے غیر سے شر کو جسد ایک یوں کفر و دین کو تیغ دو سر سے جدا کیا	۱۲۱	ظلمت کو دن سے شب کو سر سے جدا کیا گویا کلف کو روئے تر سے جدا کیا
نکڑے اڑا سے دم میں سپاہ شریکے		قربان ذوالفقار جناب ایٹر کے
بخشا ہے کربانے اصحاب کو کیا وقار با آبرو کا جو ہر دانی ہے انکسار	۱۲۲	تھی سرنگوں اس اوج پہ وہ تیغ آبدار داں مدح ذوالفقار کی تھی عرش پر پکار
اس غزوہ اعتلا پر رہاں سی رکی مری		یہ کیا فروتنی ہے کہ گردن جھکی رہی
خالص اگر ہے مشک تو بو آشکار ہے زرگر کی مدح و قدح کا کیس اعتبار ہے	۱۲۳	چلے گا آپ وہ جو دیر شاہوار ہے کس دیگی خود دیکھ کہ خلا خوش عیار ہے
بد مغز کو کمال کی دولت خداوند سے		خالی ہو جو کہ طرف وہ کیونکر صدا دے
اک ذوالفقار خلق میں دو ہاتھ سے چلی یہ مصیبت کی جان وہ اللہ کا ولی	۱۲۴	دست حسین پختہ شکل کٹا حیلے دونوں کا مرتبہ بھی دو عالم میں ہے جلی
آخر مجاہدیں پسر فنا طے ہوا		حیدر سے ابتدا ہوئی یاں خاتمہ ہوا
ظلمت سے نور نور سے ظلمت جدا ہوئی دین میں سے کفر کی بدعت جدا ہوئی	۱۲۵	وحدت سے ایک ضرب میں کثرت جدا ہوئی ایمان کے راستے سے ضلالت جدا ہوئی
اس و بد سے زیر کیا روم و سنام کو		نکم جہاد پھسرت ہوا لو امام کو
خود سرحد و تھے مثل جناب اس کے سامنے کیا نہ مخاز سے جو تیغ جواب اس کے سامنے	۱۲۶	موج زورہ تھی نقش بر آب اس کے سامنے جڑھنے کی تھی سپر کو نہ تاب اس کے سامنے
اللہ کا غضب ہے یہ جانے ہوئے تھے سب		لوہے کو ذوالفقار کے مارے ہوئے تھے سب



۱۲۷	اللہ سے تلاطم افواجِ روسیا من تھا پناہ دے ہیں اسے آسماں پناہ	۱۲۷	مکراتے تھے پتھر تھی بھانجنے کی راہ است رسول پاک کی ہوتی ہے اب تباہ
	بجستہ خطایہ کام ہے سودا ثواب کا		صدقہ محمد عربی کی جناب کا
۱۲۸	اس شور میں سنا جو رسول خدا کا نام فرمایا خبر لے گا خدا تم سے انتقام	۱۲۸	پڑھ کر دردِ دل آپ نے بس روک لی حسام عاجز نہیں یہ بیکس و مظلوم و تشنہ کام
	کیا چیز سر ہے بات یہ ہم لوگ مرتے ہیں		دیکھو اس اختیار پہ یوں جبر کرتے ہیں
۱۲۹	چہرہ و بگوں و شمس و قمر شہر و دشت و در اشجار و شاخ و برگ گل و پختہ و ثمر	۱۲۹	نکت و سعادون و صدق و قطر و گوشت دکن و مقام و آب و منار و مزہ و حشر
	جن و ملک ہیں انہی ہیں خدانِ دھرم ہیں		کہیں گے سب کہ ابن علی بے قصور ہیں
۱۳۰	میں کیا لڑوں گا غم سے ہو ہے مرا جگر بیٹے کے غم میں ٹوٹ گئی ہے مری کمر	۱۳۰	آنکھوں کے آگے خاک پہ ہے لاشہ پسر سر ہو یہ مرحلہ جو کٹے تن سے جلد سر
	حسرت ہے یہ کہ تینوں سے تن پاش پاش ہو		جب فوج ہوں تو سپہ سالار میں لاش ہوا
۱۳۱	بھاگو نہ لو نینام میں رکھتا ہوں میں حسام دنیا سے اب غرض ہے نہ کچھ زندگی سے کام	۱۳۱	شوقِ قرب حق ہے یہ مظلوم و مستہام حاضر ہے سرفقیہ کا کیا کوچ کیا مقام
	بچنے نہیں رہیں پہ خزانے کو گار کے		موت آئی آٹھ کھڑے ہوئے دامنِ جہان کا
۱۳۲	پلے یہ سن کے بھاگے ہوئے روسیاہ آہ اک تشذب پہ ٹوٹ پڑی سب سپاہ آہ	۱۳۲	اب رستم میں گھر گیا زہرا کا ماہ آہ دو لاکھ حربے ایک تن زار آہ آہ
	سب کچھ تھا اختیار پہ مجبور ہو گئے		سپیشہ سر سے تا بقدم چور ہو گئے
۱۳۳	باندھے تھے چار غول جفا کا رہبر جنگ بنزوں کے دار ہوتے تھے اک صف سے بید رنگ	۱۳۳	اک صف سے تینیں چلتی تھیں اودا یک سے خونگ چلتے تھے ایک صف سے پائے گورخ و سنگ
	زہرا ترپ رہی تھی ہاتھ ملتے تھے		یہ دار سب بنی کے کیچے پہ چلتے تھے
۱۳۴	وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جن روئے کا چار سو تھی صدا و ستا تھا رن	۱۳۴	بھیلوں میں شیرا اپنے تھے دشت میں ہرن غل تھا خدا پرستوں کے لافے ہیں بے کفن
	اندھی میں خاک لڑتی تھی گھوڑوں کی گشت سے		آواز ہائے ہائیک کی آتی تھی دشت سے
۱۳۵	بی بی کوئی بھارتی ہے ہائے مسرے ہاں زہرا کی دونوں بیٹیاں کھولے ہوئے تھیں بال	۱۳۵	حیدر کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائیاں ڈیوڑھی سے نکلے پڑتے تھے بچوں کا تھارِ حصال
	بھگتے تھے زری سے جب خندہ دیشاں زمین پر		غل تھا کہ ہائے گرجا ہے قرآن زمین پر

جس دور تھا یہ حشر یہ ماتم یہ شور و شر نکلا تھا گھر سے شوق بخت میں وہ خوش ہر	۱۳۶	آپو پنچاک مسافر غربت زدہ آدھر چھوڑے اورے وطن آئے گذرا تھا سال بھر
بے خانناں کو عشق خدا کے ولی کا تھا		مشتاق وہ زیارت قبر علی کا تھا
رنگ زرد پاؤں سو بے ہوئے جسم پر غبار طاقت گزار نیک عقیدت و فاضلہ	۱۳۷	ایمان و اعتقاد قوی پر بدن زار خراہ نہ زاد نہ ہمدن نہ علم گسار
یہ آرزو کر گو ہر جس پر شرف ملے		یہاںوں جہان کی خاک پر در بخت ملے
سر کو قدم کیے وہ سید مجتہد ہے پیارے نہ تھی جو قطع مسافت سے کوئی ٹے	۱۳۸	دو دن کی راہ کرتا تھا ایک ایک دن میں ملے آساں تھی اس کو دوری شام و عراق دورے
ان جنگوں میں باد یہ پایا تھا دین کا		گزین گیا تھا راہ خدا کی زمین کا
و تھی تھی اس کو طاقت رفتاری جب جواب لازم ہے ہم کو کسی کہ یہ ہے روٹا بے	۱۳۹	جنگ جنگ کے دو دنوں پاؤں سے کرتا تھا یہ خطاب احسان یزے سر پہ تھا را چلو شتاب
ایمان شرف تھا ریا بدلتے نہیں		کچ گھر میں زیر قدم آبلے نہیں
کرتا تھا ہر قدم پر دعا وہ بہ اشک و آہ بکھاتے تھے آئے جو مسافر میساں راہ	۱۴۰	پو پنادے بگو منزل مقصد پہ یا آہ اک دن مقام کر کہ ترا حال ہے تباہ
یاد دین قدم تو ٹھہرنا ضرور ہے		کرتا تھا رو کے وہ کہ بخت کتنی دور ہے
پو پنچا جو کر بلا میں تو دیکھا یہ اس نے حال خوہیں ستم کی گرد ہیں آما و وقتاں	۱۴۱	تھا کھڑا ہے ایک مسافر لمبو میں لال پلٹے ہیں قیرانی کا کرتا ہے جب سوال
از بسکہ اہل درد تھا بیتاب ہو گیا		پانی کے مانگنے پر جگر آب ہو گیا
تم کر جو اس نے غور سے لاشوں پر کی نظر بچہ پڑا ہے ایک ستارہ سا خاک پر	۱۴۲	دیکھا ہے کوئی شمس کوئی غیرت قمر کرتا بھی ہنسیاں بھی مشلو کا بھی ٹوں میں تر
سرخی ہو سے خلق کے سب زرقاں ہیں		یا چوں میں سب ہے دو دم انگوٹھا دہیں ہیں
برپا ہے ایک سمت جو نیمہ فلک و قمار چلا رہی ہے ڈیوڑھی پہ یوں کوئی سو گوار	۱۴۳	آتی ہے پینے کی صد اس سے بار بار صدقے میں تیرے اے مرے بابا کی یادگار
کانپا لکھ قسم کے محتاج کو پانی کو		بکھا کہ رو رہا ہے بن اپنے بھائی کو
ولادہ مل کے ہاتھ کہ یہ ماجرا ہے کیا بیکس پر یہ ستم یہ قصہ کا ہے یہ جفا	۱۴۴	لاکے کمان نصیب بکے و ا مصیبت یارب ہوئی ہے اس ترے بندے سے کیا خطا
یزوں سے صدر تینوں سے تن پور پور ہے		آئی عدا کے عیب کہ یہ بے قصور ہے



کئے نگار کے وہ ذی قدر و نیک نام دربار خدا نے خلق کے بہرہ منی عام	۱۴۵	اللہ کس قدر ہے پر آشوب یہ مقام مرتا ہے بے اجل یہ ستم کش یہ مستقام
اُن سے بشر ذرے نہیں خوف خدا نہیں		جلدی نکل چلو یہ پھرنے کی جائیں
دو چار گام بڑھ کے یہ سوچا وہ تا مور واللہ برگزیدہ حق ہے یہ خوش سیر	۱۴۶	مظلوم کی دعا میں ہے سب طرح کا اثر کر لیجئے اقسام دعا ہاتھ باندھ کر
یتیموں میں اس کے پاس چلو جو خدا کرے		آسان ہوں شکلیں جو یہ بیکس دعا کرے
باتیں یہ کر کے دل سے بڑھا وہ اسیر غم باتوں نے دی ندا کہ بچھکر آٹھا قدم	۱۴۷	لاشوں کو دیکھ دیکھ کے روتا تھا دم بہ دم رتبہ میں یہ زمیں بھی نہیں کچھ بھٹ سے کم
انکھیں ملک بچھاتے ہیں اس ارض پاک پر		یہ سب ورق ہیں مصحف ناطق کے خاک پر
آیا بولا پتا ہوا وہ شاہِ دیں کے پاس بولا جواب دے کے یہ بولے بدرود یاں	۱۴۸	کی عرض السلام ملیک اسے نیک اساس آنا ہوا کہ صرے ترا اسے خدا شناس
عرض اس نے کی غلام شہِ ذوالفقار بولا		بیکس ہوں بنوا ہوں غریب الدیار بولا
لے کی ہے سال بھر میں پھاڑوں کی میں نے راہ اب تک ہے مجھ سے دور و بر منقسم اک	۱۴۹	بچے کہیں تباہ ہیں خادم کہیں تباہ مال و متاع لے کے چلا تھا یہ پُر گناہ
نار تڑپیں ہوتی ہے بضاعت غلام کی		لوٹا ہے راہ میں بچے فوجوں نے شام کی
میں دو دینے فوجِ شتم میں رہا اسیر انتہی مارے کے آئیں سکتا ہے راہ گیر	۱۵۰	مولا علیؑ کے نام کے دشمن ہیں یہ شریہ تب قید سے چٹا ہوں کہ جب ہو گیا فقیر
سر پر ہی کلاہ یہی اک لباس ہے		پر ہوں غنی کہ دولت دیں میرے پاس ہی
دو صاحبوں کے شوق میں پھوڑا ہے میں نے گھر پیلے تو ہوں بھٹ کی زیارت سے بہرہ ور	۱۵۱	حسرت یہ ہے نصیب کرے پادری اگر منظر پھر وہاں سے مدینے کا ہے سفر
اجاؤں گاد ویشیں میں اگر سر نوشت میں		رہتے میں موت آئی تو پہو سنا بشت میں
فرمایا آپ نے کہ مدینے میں گیا ہے کام اس سرزمین پہ ہے مرا آقا مراد نام	۱۵۲	عرض اس نے کیا وہی تو ہے دنیا میں اک مقام برسوں سے جس کے عشق میں روتا ہوں صبح و شام
جہیز کے جان و دل ہیں شہِ مشرقین ہیں		صدتے میں اس جگہ کے وہیں تو حسین ہیں
کیا دن سجد ہو گا میں اس روز کے نثار جو ہو گے دونوں ہاتھ بصد عجز و افتخار	۱۵۳	جس روز اُن کے گرد پھریں گامیں سات بار انکھیں قدم پہ جھک کے ٹولیں گاہ انکسار
دنیا ہو اور فاطمہ کا نورِ عین ہو		دیکھوں اُسے صبح و سلامت تو عین ہو

دشمن بہت امام کے ہیں اور وہ ست کمر	۱۵۳	امت دغا کرے نہ کہیں مجھ کو ہے جسم
اب بخت میں ہے تو انھیں کا ہے ایک دم		عزت گزریں ہے قبر بٹی پر وہ ذبیح
ازدہہ ہیں گر حسین تو زدہہ ہیں چار دم		یارب اس ایک دم کو عطا کر ہزار دم
اک ہر شاہزادہ ہے ام سسکل سے مختلف	۱۵۵	شہرہ ہے جس کی ٹھکی و سٹا کی کا جا بجا
ماں کا مرادوں والا پسر ہے وہ سہ نقا		سلبے میں شہ کے اس کو سلامت رکھے خدا
اس رنگ گل سے دو بر خزاں کی بلا ہے		یارب جی حسین کا پھولا پھولا ہے
یہ سن کے آپ آئے مسافر کے متصل	۱۵۶	پھیلا کے دونوں اچھ کا آگے تو مل
ہاں بھائی پرچ ہے صد مہ فرقت ہے جاں گل		اس دم بہل گیا ترے آنے سے میرا دل
طاقت کلام کی نہیں پاتا یہ ضعف ہے		چہرا ترا نظر نہیں آتا یہ ضعف ہے
ہاں نہ توں سے ہے ہی نرسنگ روزگار	۱۵۷	ہر گل پہ ایک دن ہے نزاں ایک دن بہار
اور دایم بھی ہیں ترے اسے یار غم گسار		قیری طرح لے ہیں یہیں چھوڑ کر دیار
سکھڑھا مسافر راہ تو اب ہیں		اب دیر کو یح میں نہیں یاد رکاب ہیں
کس سے کہیں کہ ہم پہ جو صد مہ گزر گیا	۱۵۸	خالی ہوا عزیزوں سے ٹھہر دشت بھسر گیا
دنیا سے ادھر میں مرا گھر کا گھر گیا		بنیا جوان قتل ہوا بھسائی مرغیا
بہتی نہیں جب آتی ہے منت بگاڑ پر		ٹوٹا ہو گھر ڈرے یہ صحبت پساڑ پر
میرا ہے اب یہ حال کہ دلوں سے چور ہوں	۱۵۹	جنگل میں سوت آئی ہے بستی سے دور ہوں
اک خاکسار بندہ رب غفور ہوں		مالیم ہے اس کی ذات کہ میں بیقصور ہوں
اکنے میں بات آئی ہے یہ کچھ کھلا نہیں		دن تیرا ہے آج کہ پانی ملا نہیں
تو لاسے اچھ جوڑ کے بولا وہ دل کباب	۱۶۰	لے آؤں دوڑ کر مرے شربت میں ہے کچھ آب
کیچے زبان خشک کو تر بہر تو تراب		بڑے ملا کے سر کو شہ آساں جناب
اب انتظار موت کا ہے کیا جوں لگایں		سب پیاسے مر گئے ہیں دپانی بونگایں
درکار جو سمجھے ہو وہ لے بسیر کر دھکار	۱۶۱	پیدل اگر ہے تو تو یہ حاضر ہے راہوار
تا تو بھی لے ترا تو ہے آقا وہ تار		سائل کو جس لے روٹی کے اونٹوں کی دی تظار
حاضر ہے جان و مال کہ ہے یہاں تو		بھائی ہمارے گھر کو بھی گھرا پنا جان تو
اسباب بھی ہے مال بھی ہے بیم و نہر بھی ہے	۱۶۲	وجود راہ بھی ہے زاد حسرت بھی ہے
مغفر بھی ہے زدہ بھی ہے تیغ و سپر بھی ہے		ترتیب کام آئے تو حاضر یہ سر بھی ہے
ایکس ہوں تو کہ آج پہ عالی مقام ہوں		شرمانہ تو کہ میں بھی علی کا غلام ہوں



آقا ترا جو ہے وہی آقا مرا بھی ہے	۱۶۳	بیرا طیب جو وہ مسیحا مرا بھی ہے
جو ہے ولی حق وہی مولیٰ مرا بھی ہے		بھائی علیؑ کے جسے میں حصہ مرا بھی ہے
ہاں الٰہ غیر کثو میں تصرف نہ چاہیے		اپس میں وہ ستوں کو تکلف نہ چاہیے
دیکھی جو یہ عنایت سلطان بہرہ ور	۱۶۴	روئے لگا وہ مرد مسافر جھکا کے سر
دل سے کما خدا کا ولی ہے یہ خوش سیر		اس حال میں غریب کو ازی ہے اس قدر
دیکھی نہ باپ میں یہ محبت نہ بھائی میں		باتکسب اس طرح کے بھی بندے خدائی میں
عرض اس لے کی حضور سے بس ہے یہ التجا	۱۶۵	کیجئے اٹھا کے ہاتھ مرے حق میں یہ دعا
پہو پنچادے بکو قبر عسلے پر مرا خدا		بولانے آسمان کی طرف دیکھ کر کس
جس کو نہیں زوال وہ دولت نصیب ہو		یار پائے علیؑ کی زیارت نصیب ہو
تسلیم اس نے کی تو یہ بوسے شیر انام	۱۶۶	قبر علیؑ پہ جا کے یہ کنا مرا پیام
آتے ہیں آپ درد و مصیبت میں سب کے کام		میں بیکس و غریب بھی ہوں آپ کا غلام
آشنا ہوں دشمنوں میں خبر آ کے لیجئے		ہنگام ذبح گو دین سر آگے لیجئے
سنکر بیان شاہ رہی ضبط کی عتاب	۱۶۷	آنسو ہما کے سر کو جھکایا بعد حجاب
دل سے کما کہ اب ہے لب بام آفتاب		بیکس کے کام آؤ کہ اس میں بھی ہے ثواب
احسان کا یہ عوض ہے کہ احسان کیجئے		اب سر علیؑ کے نام پہ قربان کیجئے
حضرت سے عرض کی کہ نہ جانے گا اب غلام	۱۶۸	بس جی چکا بہت سی مرنے کا ہے مقام
اب وہ بیجئے رضا کہ بڑھوں کھینچ کر حسام		وہ کام چاہیے کہ رہے تابہ حشر نام
دیندار ہوں نہ ترک رفاقت کروں گا میں		اب مرے شیعہ کی زیارت کروں گا میں
زوار جی کا ہوں میں انہیں کی بے تسم	۱۶۹	سر بھی کئے گا اب تو نہ چھوڑوں گایہ قدم
جلوس دکھا رہا ہے بے گلشن ارم		خواریں پکارتی ہیں کہ آ منتظر ہیں اسم
پردے اس کے ہوتے ہیں نظر دور جاتی ہے		گردوں سے مرجا کی صدمہ کو آتی ہے
کھلے بوسے شاہ کو ہاں ہاں قسم نہ کھا	۱۷۰	رستہ ہے یاں سے رات بے کا بخت کو عا
پنجا مرا حال ہے گر جان دی تو یکسا		اسے بھائی تو ہے صاحب و خیر نہ لے رضا
اداسن کو آنسوؤں سے جگوتی ہے راشن		بٹی تری ترے لیے روتی ہے راتوں
رخصت کے وقت وہ جو بگتی تھی وہ بسدم	۱۷۱	وعدہ کیا تھا تو نے کہ آئیں گے جلد ہسم
مرتی ہے انتظار میں وہ صاحب الم		آلودہ اس الم میں ہوں میں بھی اسیر غم
پہران کشیدہ رہے بجا و محن میں ہے		یار ایک میری بھی ملی و ملی میں ہے

۱۷۲	جی کا ذکر سن کے یہ بولا وہ خوش خصال آگاہ اس سے کوئی نہیں غیر ذوالجلال	فرمائیے جناب سے کس نے کہا یہ حال شاید ہے علم غیب میں بھی آپ کو کمال	
۱۷۳	ہر شے کا علم آپ کو اس بیکسی میں ہے بتلائیے برائے خدا بجو اپنا نام	یہ تو صفت امام میں ہے یا نبی میں فرمایا بے نوا و من آوارہ کشند کام	
۱۷۴	بیکس عزیز مردہ اسیر سپاہ شام درد و غم و الم مرے جھکے میں آئے ہیں	عاجز بے رسیدہ ستم دیدہ مستہام یہ سب خطاب میں نے کہاں آگے پائے ہیں	
۱۷۵	قدموں پہ لوٹ کر یہ پکارا وہ دردناک بتلائیے کہ غم سے مراد دل ہے چاک چاک	اظہار احسن اقدس اعلیٰ میں کیا ہے پاک چپ ہو گئے ترشینیے یہ اس کے امام پاک	
۱۷۶	یہ تو بیکس کہا کہ شہر مشرقین ہوں سراپنا پیت کر وہ پکارا بشو رو شین	بولا نے سر تھکا کے کہا میں میلن ہوں جے ہے یہ کیا زباں سے کہا کون صاحبین	
۱۷۷	آئی نذرانک سے بکڑ ہسٹرا کا نور میں انگھر فاطمہ کا لٹ گیا سب اس لڑائی میں	بیشا علی کا سبط شہنشاہ مشرقین بس اک یہی حسین ہے ساری خدائی میں	
۱۷۸	کھینچی ہے نو نے جس کے لیے زحمت سفر دیواں ہے شرب و بخت اسے مرد خوش سیر	لے بے خبری ہے وہ سلطان بکسر و بر شب سے یہاں بنی و علی ہیں برہنہ سر	
۱۷۹	زینب یہ ہے جو دیوڑھی پہ جاں اپنی کھولی اسکا وطن لے جبکہ متصل سنایہ حال	زہرا تو ساتویں سے اسی بن میں رہی ہی خٹک کھاکے پائے شہ پہ گرا وہ تلو خصال	
۱۸۰	اٹھا ترپ کے جب تو پکارا بصد ملال کیا مٹی خبر کہ آپ اس آفت کے بن میں ہیں	یہ کیا قیامت آگئی اسے فاطمہ کے لال میں تو یہ جاننا تھا کہ حضرت وطن میں ہیں	
۱۸۱	مدت سے تھی مجھے تو زیارت کی آرزو اب دیکھیے رضا کہ جگر غم سے ہے سو	خوبی مرے نصیب کی یا شاہ نیک تو مر جاؤں لڑکے فوج سے حضرت کے روبرو	
۱۸۲	لقد چشم پاک کو آب غم نہ کیجئے شہزادیاں امام کی ہوئی ہیں بے پدر	اب اس غلام زادے کا کچھ غم نہ کیجئے کچھ غم نہیں نیم وہ لونڈی ہوئی اگر	
۱۸۳	میں کیا مکان کیا مرا یا شاہ بحر و بر آجی ہو آج در ہمہ برہم تو خوب ہے	جب بے سبب جہاں میں لے فاطمہ کا گھر آئے تمام دفتر عالم تو خوب ہے	
۱۸۴	رو کا بہت مگر کہیں رکنا تھا وہ دیر سیرخان کے ثوق میں تھا سازمگی سے سیر	تو ارے کے فوج پہ جھپٹا مشال شیر اسا لڑا کہ رں میں ہوئے زنجیوں کے دھیر	
۱۸۵	دم بھر رہا تھا عشق شہ مشرقین کے نعرہ تھا دم بہ دم کہ تھدق حسین کے		



۱۸۱	دور الدجہ حسین بن شمس اصفہانی علی کشتی علی جہاز علی ناصحہ علی	گستاخا زخم جب تودہ کستا تھا یا علی مرشد علی امام علی رہنا علی
	دیائے غم سے پار ہے پیر غلام کا	بنازم ہوں سیر گلشن دار السلام کا
۱۸۲	ریتی پہ ٹکڑے ہو کے کراؤ وہ فلک مقام کودی میں لے کے زالو پہ رکھا سیر غلام	اس بے وطن پہ گوشت پڑی جب سپاہ شام زخمی تھے خود پہ اس کے سر ہانے گئے امام
	اے بھائی جان چھوڑ چلے اس غریب کو	ارو کر کھارتے تھے یہ اس خوش نصیب کو
۱۸۳	اے تشنہ لب حسین کے غم خوار الوداع اے پیر ذوالجلال کے زوار الوداع	اے سیری بیکسی کے مددگار الوداع اے بے وطن کے یار و فادار الوداع
	گھبراہو نہ ہم بھی ترے بعد آتے ہیں	جو خوش نصیب ہیں یوں ہی جنت کو جاتے ہیں
۱۸۴	ہنتا تھا دونوں آنکھوں کو کھولے دودی وقار اے نور چشم احقر مرسل ترے نثار	فرما کے یہ حسین نور دتے تھے زار زار پوچھا سبب غوشی کا تو بولا وہ دل نگار
	شفاق جن کا تھا انھیں دیکھا نلام نے	اجل وہ خدا کے نور کا ہے سیرے سامنے
۱۸۵	فرزند کہہ کے لیتے ہیں سخت سے میرا نام فرماتے ہیں کہ پی اے گر تو ہے تشنہ کام	بالائے سر کھڑے ہیں رسول فلک مقام دست علی میں چشمہ کوثر کے دہین جہاں
	حقہ ترایہ ہے تو وہ حقہ حسین کا	اچھی ہے دوست دار مرے نور عین کا
۱۸۶	نام کو قلم نے کھا عرش پر ترا ہمسایہ رسول خدا میں ہے گھر ترا	حقا کہ تھا نظیر کا وسیلہ سفر ترا اب جنت النعیم میں ہو گا گذر ترا
	آیا ہوں عود میں میری زیارت کے واسطے	لادیں ہیں باغ خلد میں خدمت کے واسطے
۱۸۷	فرمایا شاہ نے کہ یہ رونے کا کیا سبب تمہائی حضور کا صدر ہے دل پہ اب	رونے لگا یہ شاہ سے کہہ کر وہ تشنہ لب کی عرض اس نے اے خلعت سید العرب
	ملت جو دے اجل تو پھر اٹھ کر نثار ہوں	انجست جوتن سے روح کی ہے بقرار ہوں
۱۸۸	اب کوچ جلد ہے سوئے ملک عدم مرا پڑیے کوئی دعا کہ نکلتا ہے دم مرا	بجگو ہے غم حضور کا حضرت کو غم مرا منہ نہ تھا نب دیچے شہر عالی اکہم مرا
	کس سے کہوں کہ لاش کو دار سے حضور	ایسا وقت بیکسی ہے ہمارے حضور پر
۱۸۹	بیکس کا بے وطن کا مددگار مرگیا شیر روتے رہ گئے غم خوار مرگیا	یہ کہنے لگتے آہ وہ زوار مرگیا شہداء نام جہد یہ کراہ مرگیا
	پھر گھر گئے حسین عدو کی سپاہ میں	لانے سے آٹھ کے جان کے خیمہ گاہ میں

۱۹۰	تڑپے حسینؑ شوریٰ قیامت بسپا ۱ سجدے میں تن سے فرق مبارک جدا ہوا	بس کیا کون دیتا کہ سید پہ کیا ہوا بر باد خاندان رسول خدا ہوا
	عریان حسینؑ رہ گئے پوشاک لٹ گئی	پر غوں بجا گئے سدا و لا ک لٹ گئی

## سلام

۱	گرد ہے اکبر خاک پر بلا کے سامنے	۱	زرد مٹی کی حقیقت کیا طلا کے سامنے
۲	خاقلہ کبسا اوھر چو پئے آدمہ داخل ہوئے	۲	کر بلا جنت کے جنت کر بلا کے سامنے
۳	جسم کو اک دن فنا کروں گئے جو نگے آہ کے	۳	بات کیا ہے خاک اڑا دینا ہوا کے سامنے
۴	پر وہ پوتہ عاصیاں ہے ان کا ابا پیس	۴	کیا گند کا ڈھانچنا آل عیسا کے سامنے
۵	کتے تھے حضرت علی اکبر کا مرتابہ غضب	۵	ایم نہ دینا سے گئے اس دور باک کے سامنے
۶	جب سبکتے کی زباں میں پیاس کو کاٹتے	۶	سر تھکا کر مشک سے آبی چچا کے سامنے
۷	فخر کی دولت کو کیا خاقی نے بخشا ہے وقار	۷	ہاتھ پھیلاتا ہے سلطان عجمی گدا کے سامنے
۸	ذوالفقار حیدر صفدر سے شرماتی ابرق	۸	ابر نیساں تر ہے نہرا کی ردا کی سامنے
۹	خوف کیا ہے ہر برسش میں گئے شکر نیکر	۹	بندہ حیدر ہوں کمدوں کا خدا کے سامنے
۱۰	خندہ دل طلعہ علی ہوندا ہر گھبرا تا ہر کیوں	۱۰	کیا گرہ کا کھوسا شکل کشا کے سامنے
۱۱	کتے تھے غلامی سے عابد چادر زینب نہ چھین	۱۱	ہاتھ بانڈ سے جائی گئے مشکل کشا کے سامنے
۱۲	یاد دیکھ ظالم پریشاں ہو گا جس طرح	۱۲	خاطمہ جب ہاں کھولے گی خدا کے سامنے
۱۳	نصل پیری بس ہوں دنیا کی توبہ کراشت	۱۳	عشر میں کس سند سے طے گا خدا کے سامنے

تمام شد

	رباعی	
جس دم نزدیک وقت رحلت ہو گا		یارو کیا ہی مقبلاں حسرت ہو گا
کوئی علی نیک نہ ہو گا جس سزا میں		آخر کو وہی رفیق تربت ہو گا



جب فوج خدا قتل ہوئی راہ خدا میں غل آید سرور کا ہوا اہل جفا میں	مرثیہ	کوئی نہ رہا شہ کے عسکر زور فقہا میں بڑھنے لگیں لشکر کی صفیں دشت و فہا میں
تھا حکم کہ کھولے نہ کوئی تیغ کمر سے		لڑنا ہے ابھی قاتل شیر کے پسر سے
اب سحر کہ آئے دعا ہونے لگا وہ شیر عالم کے زبردستوں کو کر دے گادہی زیر	۲	قبضے میں ہے جس کے اسد اللہ کی شمیر ہشمار خبردار کہ آنے میں نہیں دور
تنہا نہ بچھنا خلف شاہ بخت کو		ہوے گا جو براہم تو اکٹھے گا وہ صف کو
غیظ پسر کا طعنے ہے قہر انہی آج اپنی شہادت جو نہ اس غازی نے پائی	۳	صابر کو جلال آیا تو پھر آئی تباہی اک محلے میں بے سر ہیں یہ دولا کھ سپاہی
بربادی استدا سے منظور نہیں ہے		مختار دو عالم ہے وہ بھور نہیں ہے
فرزند وہ آس کا ہے جو شہ قاتل کفار شہیر بھی اقلیم شجاعت کا ہے مختار	۴	خبر میں چلی لاکھوں پہ جس شیر کی تلوار ہے زور و ہی اور وہی تیغ شر بار
دنیا میں کوئی اس پہ نظر پانہیں مکتا		ہو سارا جہاں ایک تو در آنہیں مکتا
گوین شب و روز سے لب تشنہ ہے شیر اک بولا کہ مظلوم ہے وہ بیکس و دل گیر	۵	دکھلانے گا پر فاطمہ کے دودھ کی تاثیر حلقہ کماں اتنی کہ آب کھلے سکے شمیر
باز تو نکلتے ہیں راہ کے الم میں		ٹوٹے ہیں کیجھ علی اکبر کے الم میں
فرزند کو جس وقت سے بر بھی لگی کاری جب ڈھونڈتے تھے لاش کو باگریہ وزاری	۶	اس وقت سے اک صنف ہے شیر پہ کاری دیکھا تھا کہ ریتی پہ گرے تھے کئی باری
احوال یہ تھا ضعف سے فرزند علی کا		لاش نہ اٹھایا گیا ہم شکل بنی کا
جب تیر لگا تھا علی اصغر کے گلے پر مزدور تھا ایسا پسر قاتل خبر	۷	جوں بید کھڑے کا پٹنے تھے ضعف سے سرور ہاتھوں سے گری بڑتی تھی لاش علی اصغر
اس وقت مجب حال سے تھراتے تھے شیر		ہر گام پہ تورا کے ٹھہرتے تھے شیر
قتل پسر کا علی اب کچھ نہیں دشوار کیا لاکھوں سے بر آئے گا وہ بیکس و ناچار	۸	ہمراہ نہ اکبر ہے نہ جہاں میں عسکدار جس کا نہ کوئی یار نہ مونس نہ مددگار
زخمی ہے جگر سہیل رسول مدنی کا		اب بازو وں میں دور کماں تیغ زنی کا
ہاں تیروں کو چنوں سے کمانوں کے ملا دو باقی ہے لڑائی یہی اب جان لڑا دو	۹	اور چوکیاں دریا پہ سواروں کی بٹن دو دنیا سے محمد کی نشانی کو مشاد دو
سب ٹوٹ پڑو دل کے اگر طالب زہر ہو		شیر ہو بے سر تو ہم جنگ کی سر ہو

اب جنگ میں کوشش کرو جاہل نہ چپاؤ مقتل میں ہو سبط پیٹر کا ہساؤ خیمہ سے کاٹو سر فرزند نبی کو	۱۰	سشپٹر کی آمد ہے پرسے جلد جاؤ حاکم کی خوشی کے لیے زہرا کو زلاؤ محل طرد و پراغ لحد مرتضوی کو
جب رہن کو برد آور ہو سے شامشہ عالم پوچھا عمر و سعد نے کیا شور ہے اس دم بگماتے ہیں شہ گھر میں نہیں جاتی میاں رائیں	۱۱	دوڑا یہ خبر کرنے کو لشکر میں اک اعظم وہ بولا کہ ڈیوڑھی پہ ہے اک شہر کا ماتم سرکھولے ہوئے پیچھے چلی آتی ہیں رائیں
گھوڑے کی طرف بڑھتے ہیں جب سبط پیٹر اور چھوٹی سی اک لڑکی ہے پینے ہوئے گواہ اہلاتے ہیں کہ دی میں بھی لے لیتے ہیں خیمہ	۱۲	سیدانیاں قدیوں سے لپٹ جاتی ہیں آکر ہاتھوں سے نہیں چھوڑتی وہ داسیاں سرور رجبہ بچتی ہے تو رو دیتے ہیں سشپٹر
شہ کئے تھے ماں پاس رہو ہم بھی ہیں آتے وہ کستی ہے جی ڈرتا ہے اب پانی ٹکاتے بس اب نہ گرو لاؤ میں بہت رو چکی بابا	۱۳	تم پیاسی ہو ہم پانی کے لینے کو ہیں جاتے پانی ہی اگر لاتے تو جھٹاس دلاتے گو کو تو پانی کے پے کھو چکی بابا
بھلا کئے گھوڑے پر جب چڑھنے لگے شہ حسرت سے ادا ہوا اور آدھرو دیکھ کے کی آہ زہرا سے دیکھ شان بزرگی میں وہ کم تھی	۱۴	کوئی نہ تھا جو تھامے رکاب شہ زوی جاہ نئے سے عیاں ایک ضعیفہ ہوئی ناگاہ یرباں پریشاں تھے مگر صنف سے ختم تھی
چلائی تھی اس طرح وہ گردوں کی ستانی افسوس ہے کس دھمت میں ہوتی ہے جدائی عذر عجب اس دم ہے شہ جن و بشر کو	۱۵	نظر دکر میں لینے کو رکاب آتی ہوں بھائی مرنے کو چلے آپ مجھے موت نہ آئی رہوار بھی رہتا ہے جھکائے ہوئے سر کو
اس بی بی نے جب پکڑی رکاب شہ ابرار پٹی ہوئی گردن سے وہ کستی تھی یہ ناچار ہے وقت رفاقت یہ مصیبت کی گھڑی ہے	۱۶	تب خاطر کا لال ہوا گھوڑے پہ اسوار اسے گھوڑے ٹکڑے کے نواسے سے خبردار اسوار تیار ایک دوش بنوئی ہے
جاسوس نے جس وقت کہا ماجرا سارا اک باز گلر یہ سینوں نے پکارا ہے آج ٹکڑے کے نواسے سے لڑائی	۱۷	ہونے لگے میدان میں صف آرا ستم آرا ہشیار کہ آیا اسد اللہ کا پیارا دریا سے نہ ہٹنا کہ ہے پیارے لڑائی
ناگاہ ہوئے سرور زوی جاہ نمودار اک لڑائی جھام سرور اہ نمودار کس دہر سے شام کے شکر پہ چلے تھے	۱۸	گویا کہ ہوئی قدرت اللہ نمودار سب کہتے تھے ہوتا ہیں یوں ماہ نمودار گویا کہ علی غزوہ خبر پہ چلے تھے



۱۹	تھی فتح و ظفر پڑے رکابِ شیر ابرار اقبال جو خادم تھا تو نصرت تھی نمودار	آنکھوں سے لگاتے تھے ملائک سمجھ و ہوار اور خاطر کی روح تھی بیٹے کی جلو دار
	پہلو میں لو اسے کے بنی خاک بہرے تھے	پر گھوڑے ہوئے حضرت جبریل پہرے تھے
۲۰	چہرے سے ہویدا تھا جلالِ اسد اللہ بے مثل جیسے عالم میں مثالِ اسد اللہ	رحمت تھی بنی کی تو جلالِ اسد اللہ موجود تھے سب وصف کمالِ اسد اللہ
	غربت بھی سخاوت بھی عروت بھی ادب بھی	صوت بھی شجاعت بھی رحم بھی غضب بھی
۲۱	پیشانی روشن سے لعل نورِ رخ بدر تھا مصدرِ عالم خدا کے دو جہاں صدر	رخ تھا سر عید تو گیسو تھے شب قدر سو اس پہ چلے نیرہ امت نے یکساں قدر
	ازمنی کیا وہ سینہ ہر اک دشمن دینے	تیرا ایک طرف پاؤں دھرا ہر عین نے
۲۲	ابرہہ کی گماؤں کی رہے قدر نہ ہے نشان محرابِ عبادت تھی ہے صاحبِ ایمان	ہر گوشہ پہ جن کے ہے دلِ خاطر باں کافر کے بے چرخ ہلالی سرسیدان
	جو ہر سا ہر ایک موٹے سے پیش نہ ہے	تلوار کی آنکھوں پہ شجاعوں کی حرکت ہے
۲۳	وہ دین حق میں مئے وحدت سے ہیں سرشار ہے جس خطا کیے اگر زگس بیمار	دلدادت جوداعت میں خدا کی رہے بیدار آنکھوں کو چراتے ہیں وہاں آہوتا مار
	وہ نور خدا دیکھتے ہیں شام و سحر میں	دنیا کی سیدی و سیاہی ہے نظر میں
۲۴	وہ ریشِ مطہر وہ رخِ حضرت سشپٹر وہ معصوم رہا رتے حربِ تبر و تیسر	تھی سورۃ و ایل پہ داعیِ فجر کی نفسیر جدول کے عوض اس پہ کچھے تھے خطِ ٹمبیر
	ایسی بارہ تھا ہر طرف احوالِ تھاقن کا	شیرازہ کھلا جاتا تھا اجڑاے بدن کا
۲۵	وہ لب کہ جو شری میں تھے قند سے بہتر یا قوت کا کیا رقبہ جو ہوان کے برابر	جو ماتھا جنیں اعدا مرسل نے کر خاقانِ قیامت کا یہ لعل اور وہ پتھر
	وہ جھوٹائی کا سزا دار کہاں ہے	ہو سرخ پہ شری گفتار کہاں ہے
۲۶	یہ لب لب کوڑ ہے لب نہر لبیب ہے دانوں کو کہوں گر کہ ہر اک در عدل ہے	یاں کب وہن نطق کو پار اسے سخن ہے گنتی ہے طبیعت کہ یہ مضمون کس ہے
	اے پارہ الماس نہ کوہِ برائیں کیے	شہ کو فلک حسن تو اخترائیں کیے
۲۷	او عافِ بیاں ہو نہیں سکتے ہیں زباں سے انجاز ہے عیثی کا عیان اس کے بیاں سے	ہے کام اسے حمد خدا نے وہ جان سے برگ گل ترلائے نزاکت یہ کہاں سے
	بے آبی سے اب حال بہت تنگ ہو چلائی	کاسے ہیں پڑے پیاس سے یہ رنگ لہرائی

۲۸	بازو ہیں کہ شایخ شجر حسن و ضیا ہیں دو لون جو کھنکھست ہیں دریائے عطا ہیں	۲۸	ساعت نہیں آئینہ الو اور عدد ۱ ہیں اور انگلیاں مانند علی عقدہ کشا ہیں
	آئینہ کی ہے بد کو ناخن کی یہ صورت ہے		اکل میں کا تراشہ ہوا ناخن میرے لوس ہے
۲۹	کیا لوح کے سینے کی فلم لکھ سکے او عارف کینے سے سدا پاک کدورت سے سدا احسان	۲۹	مصاب سے روشن ہے تو آئینہ سے شفاف ہے خاندانِ کرم و بخشش و احسان
	آئینہ اسرارِ خدا اس میں دھرا ہے		قرآن کی طرح علم انہی سے بھرا ہے
۳۰	قانون میں بھی شکوے کا زباں پر نہیں مذکور نگہِ ستم و جور سے ہے شیشہ دل چور	۳۰	کھانے سے حکم خالی ہے اور پیر سے سکھور زخمِ دل اکبر سے کیجے میں سے ناسور
	سبے ہاں علی اکبر جو ہو اتر ستم سے		مانند کماں خم ہے کمر بارِ الم سے
۳۱	کیا وصف ثبات قدم پاک کردوں سر نلتے نہیں جو ن شمع اگر تن سے کئے سر	۳۱	اگر وہ نہ ثابت قدمی میں بھی ہمسر ہو جاتے ہیں سرکش یہاں پامال سراسر
	اگر چرخ پہ نقش قدم سرور دیں ہو		گردوں ابھی ساکن صفت روئے زمین ہیں
۳۲	خود نور ہیں اور نور کی ہے جسم میں پوشاک ہے جسم میں کیا ٹھیک جہائے شر و لاک	۳۲	عارفِ خدا کا ہے زیب سر پاک ہے گوشہ فردوس بریں جس کا ہر اک چاک
	جیسا ہے بدن ویسی ہی پاکیزہ جیسا ہے		یہ جامہ اسی تن کے لیے قلع ہوا ہے
۳۳	ہے سایہ حق خود سسر سرورِ عالی یہ سورج کے مولائے ارہ تن پہ نہ ڈالی	۳۳	اور شوقِ شہادت سے ہر خساروں پہ لالی زخمِ تیر کی جاگہ رہے خالی
	اک برق سی شمشیر فقط زیب کر ہے		ہے دست علی ہشت کے اوپر یہ سپر ہے
۳۴	وہ وقت زوال اور وہ میدان تب و تاب نہ خشک حرارت سے جگر سینے میں جیاب	۳۴	سایہ نہ ٹھرنے کو نہ پینے کو کہیں اب نہ یار نہ ہمدرد نہ غماز نہ اجاب
	حسرت سے جد ہر دیکھا ستم گز نظر آئے		بہنے کہیں چکے کہیں بخشہ نظر آئے
۳۵	صدتے تھی غریب تو خدا بلیسی و پاس تا تم کہیں اکبر تھے کہیں اور کہیں عباس	۳۵	سب دور تھے اس وقت جو رہتے تھے سد پاس وہ دھوپ وہ بھوک اور کئی روڑ کی وہ پاس
	پر جانب دریا نہ نظر کرتے تھے شمشیر		خشکیدہ زباں شکر سے ترکرتے تھے پیچھا
۳۶	روتے تھے بھی دیکھ کے لاش علی اکبر جب دیکھتے تھے لاشہ عباس و لاور	۳۶	کتنے تھے بھدیاں بھی لاشہ اصغر کتنے تھے مگر مقام کے قبب پائے بر اور
	سب باغ تو پامال ہو اتین پہر میں		اب آپ ہیں اور داغ بستر ہیں جگر میں



بغیر میں تڑپتا ہے جو دل صورت بسمل و شوارہ سے شگفتی ہے ذرا عشق کی منزل	۳۷	فرماتے ہیں یہ میر کا ہنگام ہے اسے دل گھبراہ کہ آسان ہوئی جاتی ہے یہ مشکل
گو یاد و دگر ہر اک بچھ سے جدا ہے		لیکن دہرا سان ہو کہ بیکس کا خدا ہے
کوئی نہیں ہوتا ہے برے وقت میں یاد ر	۳۸	جہاں کماں باب ہیں کماں ہیں علی اکبر
جوسا پہ لطاف خدا کون ہے سر پر		سب چھوڑ گئے ساتھ ہے لیکن مراد اور
جب خلق پر تیغ جفا ہوئے گا میرا		اس دم بھی مرے سر پہ خدا ہوئے گا میرا
ہیں اتنے میں حضرت پہ ہوا ز غنا گفتار	۳۹	تیروں کی تن پاک پہ پڑنے لگی بو چہسار
گھڑے کو بڑھا کر یہ بکار سے مشہور		بتلاؤ کہ میں کون ہوں اسے قوم جفا کار
تم توں میں جسے بھٹکے ہو جامہ ہے یہ کس کا		لوہ یہ کس کی ہے ۴۰ ہے یہ کس کا
اعدائے کہا ہم نہیں پہچانتے ہیں خوب	۴۰	ہو اس کے نواسے کہ خدا کا ہے جو محبوب
ہے آج مگر قتل گھارا ہمیں مطلوب		بچنے کے نہیں تم کسی صورت کسی اسلوب
کچھ غافلہ کے رونے کا دوسواں نہیں ہے		لبوس نبی کا ہمیں کچھ پاس نہیں ہے
حضرت نے کما حق کے غضب سے نہیں ڈرتے	۴۱	وہ بولے کہ ہاں غنہ خدا بھی نہیں کرتے
شہ نے کہا جانوں پہ حد سے ہیں گذرتے		پانی دو کہ سچے ہیں مرے پاس سے مرتے
سب لے کہا پانی سے نہ میرا ب کریں گے		معصوم اگر نواسی اصرار سے مرے گئے
فرمانے کے روکے یہ ملعونوں سے حضرت	۴۲	منظور نہیں آج ہے گریہ شہاد ست
سید ہوں نبی زادہ ہوں وہ اتنی اجازت		نا موس کو میں سولے مدینہ کروں رخصت
حضرت رہے ناسوس رسول عربی کی		بر باد نہ ہوں بیٹیاں زہرا و علی کی
کہوں تو میں حاکم کا تھارے ہوں گنگار	۴۳	وہ بیکس و مجبور ہیں کیا آن سے سر دکار
زہرا سے نہیں رہتے میں کم زربست ناچار		واللہ وہ کرتی ہے مجھے ماں کی طرح پیار
دیکھا نہیں جائے گا مرا قتل بہن سے		وہ نکلی تو زہرا نکلی آنے کی کلن سے
اصانے کا دواہ یہ بانگس ہے گفتار	۴۴	وہیں کسے پھر جائے اگر حضرت اطرار
سرنگے پھر آئیں گے حرم کو سر باندار		چارہ سبز زب سے نہ ہم چھوڑیں گے زہنار
کیا پائیں گے سر آپ کا گر بانجھ کے گا		نا موس کو لوٹیں گے تو زہرا چھ لکے گا
نہ کرے سخن سٹہ کی جہیں پر عرق آیا	۴۵	نہرانے لگا حیدر کردار کا جاسا یا
منہ کر کے سولے عالم بالا یہ سستا یا		باقی کوئی حجت نہ رہی بابو حسد ایا
مجبور سمجھتے ہیں یہ فرزند نبی کو		اب میں بھی علم کرتا ہوں شمشیر علی کو

فرما کے یہ کی سہ سے علم تیخ شرور و یز غیظ شد عالم ہوا ہوا ہوا کو مینر	۴۶	ہیبت سے لرزے لگا میدان بلاخیز جلاک تھا صرصر سے تو بجلی سے کہیں قیز
غل تھا کوئی کیا رو کے گا اس تیخ دوسر کو		سر کو کہ جلال آیا غلہ کے پسر کو
بڑھ کر ہو اس طرح رجزوان شہ ذی قدر بابا ہے مرا قاتل جنگ احد و بدر	۴۷	اس تیخ سے کاٹوں گا ہزاروں کے سر و صدر انا ہے وہ انگشت سے شق جس نے کیا بدر
میں بھی اسد حق کی طرح تلہ کشا ہوں		جو ہر مرے دیکھو کہ میں شمشیر خدا ہوں
ہر چہ کہ تم لا کھوں ہو اور میں تن منسا کیا لطف ہے اک پیا سے کو گریہوں سے مارا	۴۸	اور میں شب و روز کا بھوکا ہوں میں پیا سا نیکے جیسے تم سب میں شجاعت کا ہو دعوے
حزات کو بھی امت کو بھی غربت کو بھی دیکھ		اور فاطمہ کے دو دھ کی طاقت کو بھی دیکھ
لکھا ہے ادھر تھا بن عتبہ کو فی سردار اور چار ہزار اہل خیم کا تھا وہ سالار	۴۹	مرحب کی طرح سرکش و زور آور و جبار شمشیر غنی اس کی دم اژدہ دم پیکار
گینہ تھا اسے سبط رسول عربی سے		باریگا تھا اس کا پدر دست علی سے
کس غیظ سے آیا سر میدان وہ ستر ہوں دیدہ افی تھے جہاں خود کے	۵۰	دوبا ہوا فولاد کے دریا میں سر اسر سرخ آنکھیں بھرا منہ میں لہو دیو سا خود سر
فولادی سپردوش پہ چار آئینہ بریں		اک تیخ کھنچی ہاتھ میں اک تیخ کمر میں
اسپہ دور کا بہ بھی قوی ہیکل و چالاک زنجیروں سے باندھے کمر خنک کو سفاک	۵۱	یزدوں کو دھڑ دوش پہ مرکب کے غھبناک ارو پہ تکر سے گرہ خود سر و بیباک
دوسو ستے زرہ پوش ستر کی جلو میں		اور بیکی تھی سبط پیمبر کے جلو میں
گوڑے سے یہ بولا پسر شاہ و لایت اتھوں سے کہا آج و کھادہ آہن طاقت	۵۲	فاتح پہ تو فاقہ ہے یہ ہے وقت رفاقت قدوں سے کہا بڑھکے نہ ہٹنا کسی صورت
اہم ہوں گے نہ دنیا میں پہ انصاف ہے گا		اس جنگ کا غل قات سے تا قات ہے گا
گوڑے نے کہا جان ہے جت ملک ہوں امراہ ہاتھوں سے صدا آئی کہ اے فاطمہ کے ماہ	۵۳	طاقت ہلکا تو پشت پہ ہے اے شہ ذی جاہ ہم فوت غیر شکنی رکھتے ہیں و اللہ
قدوں نے کہا سر پہ جو اکے بھی چلیں گے		وہ کوہ گراں ہیں کہ بھی نہ ملیں گے
اتنے میں وہ نزدیک شہر بحر و بر آیا اللہ کا دریا اے غضب جوش پر آیا	۵۴	اس وقت تو غصے میں علی کا پسر آیا رہوار بھی اک برقی مجسم نظر آیا
خمیشہ علی بیان سے باہر نکل آئی		انجاز سے خود تیخ دو پیکر نکل آئی



۵۵	نعرہ کیا جوش نے ہلا گبندہ و دار جیت سے جوئے شیر گریزاں سوئے کسار	طبقات اراضی کو تزلزل ہوا ایک بار فرمایا کہ ہاں دار کرد عالم خدا ر
	اگوفاتے سے ہوں زخمی ہوں اور شہ جگر ہوں	سبقت دکر دغا کیں حیدر کا پسر ہوں
۵۶	یہ سنتے ہی بس تول کے نیزے کو وہ مگر پوچھی تھی سناں حاصل سینہ کہ ناگاہ	اس طنطنہ سے آیا کہ آ عظمتہ شہ تر تھی چلی جوں صاحبہ شمشیر پد اللہ
	اس سیف کا تھا وار کہ سیلی کی دعا تھی	ایک ایک گرہ نیزے کی دیکھی تو جدا تھی
۵۷	قبضے میں کہاں لے کے برحالت وہ جفا کار تاکا تھا نثار کہ پکار سے شہ ابرار	چلے سے یہ تعیل ملایا سب سو فار ہاں میں بھی جگر گو شہ حیدر ہوں خبردار
	یہ کہتے ہی پھیٹا فرس گرم عناں کو	نیزے سے اڑا لے گئے جوں جیر کہاں کو
۵۸	شمشیر کو پھونکنے لڑتے لگا تار ی اُس عاشق باری پہ یہ عفتہ ہوا طاری	حضرت کی سپر سے ہوئی تلوار بھی عاری فرمایا خبردار کہ اب ہے مری باری
	اس پھرتی سے اس ظالم پر کید پہ آئے	جس طرح کہ شہباز اجل صید پہ آئے
۵۹	وہی طرف اس شامی نے کھوڑے کو اڈایا تیغ دو زبان کو شہ عالم نے اٹھایا	حضرت کا بھی رہوار وہاں برق سا آیا سرنک وہ سپر ہاتھ سے لانے بھی آیا
	اس طرح چمک کر یہ چلی فرق میں پر	سب نے یہی جانا کہ کری برق زمیں پر
۶۰	سر پہ پڑی دو ہوئے خود سر و گردن جوشی سے جو آتری تو یسارین کا دامن	گردن سے گئی تابہ مگر کاٹ کے جوشن دامن سے چلی تیز تو دو ہو گیا تو سن
	قبضہ تو رہا دست جناب شہ دیں ہیں	اور تا سر دنیا در آئی وہ زمیں میں
۶۱	فرزندِ محمد نے کیا نسرہ بکسر تھا شور کہ زہرا کے یہ ہے دودھ کی تاثیر	نہرا نے نگاہوں سے سب شکر بے پیر دیگی تھی نہ ضرب ایسی نہ اس طرح کی شمشیر
	قبضے میں اسی تیغ و دھپسکر کے قضا ہے	اس ضرب کو اعجاز جو کیے تو بجا ہے
۶۲	شکر کے غودار کو حضرت نے جو مارا اعداء پہ چلا خود اسد اللہ کا پیارا	لاکھوں میں بچنے کا نہ تھا ایک کو مارا کرنے لگیں رو ص قفس تن سے کسارا
	ہر وار میں دوئی تھی بر ش تیغ دو دم میں	جس صف پہ جھکے شاہ فنا ہو گئی دم میں
۶۳	کال ہی نہ بس بھر شجاعت میں وہ تلوار جو کوئی قریب آیا رجز خواں دم پیکار	شل الف و ص گرے جاتے تھے کسار سام تھا کو بے قاصدہ رکن اس کے ہوئے چار
	ایا روتے کہ سکتے تھا ہر اک اہل حسد کو	یقین کیا تیغ نے ہر سرعہ وقتہ کو

۶۴	ہر چند رویت ایک کا تھا ایک ستر تھے رو بہ قضا وقت و غائب وہ بہ اختر آن جس کا جلا نثرہ تیغ دو سر سے	۶۴	ہوں قافیہ پیچے تھی مگر تیغ دو دھیر ہو سکتا تھا تیغ اجل سے کوئی سریر وصل اس کا رہا تا بہ ابد ناپسند
۶۵	رکلی کی طرح کو نہ تا تھا فوج میں رہا پے کھلے کی کیا کیا تگ و دو کرتے تھے کفار باندہ تصور بھی پاں تھا بھی واں تھا	۶۵	قطراتِ حق جسم پہ تھے اختہ سیار اس تک نہ پہنچ سکتا تھا پر وہ ہم خطا کار آنکھوں میں تو پھر تا تھا یہ نظروں سے غفلت
۶۶	باغی رویش بہرہ ہوسے جاتے تھے پامال رنج و درد تھے ڈر سے یہ ساء کاروں کا تھا حال خمیر کے پھل سے لہر تارہ لے گئے تھے	۶۶	سر گر رہے تھے برگِ نازان دیدہ کی تماش تھا شور کہ سر سبز ہوا عالم کا حال اے اے غزاں مٹی پہ گل زخم کھلے تھے
۶۷	گرتی تھی چمک کر جو حسام شہر ذی شاں سکانِ سادات بھی تھے ششدر و جہراں اندھ بھانے طبقِ ارض و سما کو	۶۷	جی گاؤں زمین زہر میں خوف سے لرزاں جنت میں غل تھا کہ نہیں بچنے کی اب جاں آج آیا ہے غصہ پسیر شہر حسد کو
۶۸	دیتے تھے غم کی دودھائی جو ستمگار آئی یہ صدا احوالِ مختار کی اک بار دیتے تھے غم کی دودھائی جو ستمگار	۶۸	کیا رحم ہے قہم جاتے تھے اس دم شہر اہل میں تیری شجاعت کے قدا اسے مرے دلدار خود آج تھا خواں ترار بہر دو جہاں ہو
۶۹	اب روکے تھے خمیر کو اسے میرے گل اندام پیا سے ہو کئی دن کے شہادت کا پوچھا جام بٹھو تو خمیر یہ مرضی خدا ہے	۶۹	لازم ہے رحم کہ یہ بچے ہیں مرا نام تاہوے گنگاروں کی بخشش کا سراپا نام اے عاشقِ صادق دمِ سلیم و رضا ہے
۷۰	سن کر یہ صداٹھ نے رکلی میان میں تلوار بند ہے کہ ہے خوشنودی مولائے سرور کار امید ہے جب طق نہ تیغ جفا ہو	۷۰	کی عرض کہ امت پہ خدا ہے مرا گھر بار کرتا ہوں و کائنات سے کیا تھا جو کچھ اقرار پیشانی کو سجدے میں ہوا دل بہ دعا ہو
۷۱	زینب دو ہنچہ پہ یہ اس وقت پکاری دلفن نہ کرو بھاگ چلی فوج تو ساری اعز نہیں ہے رنجِ لڑائی کوئی دم کو	۷۱	کیوں روک لی تلوار بہن ہو گئی واری بھرا کے کیوں گھر نہ لے لشکر ناری صدے گئی دم لینے نہ دلفنِ شہم کو
۷۲	کوفاتے سے جو اور کئی دن کے ہو پیا سے ماں کیسی پدر کیسا ہے کس کے ہو نواسے جن لوگوں نے اکبر کو مرے قتل کیا ہے	۷۲	پر اربِ شجاعت ہے نہیں شیر خدا سے لوگوں عزیزاں کا طعن اہل جفا سے تم کرتے ہو رحم آن پہنچ کی یہ جاہی



۷۳	یہ وہ ہیں کہ برباد کیا فاطمہ کا گھر عباسؑ کو پانی کے لیے غلوں میں کیا تر	یہ وہ ہیں کہ دو دھوا کو جھوٹوں نے کیا بے سر مجدوح کیا تیرے حلق علیؑ اسفند
	بر بھی مرے اکبرؑ کو لگائی ہے اکیس بنے	تصور پر محمدؑ کی مٹائی ہے انھیں نے
۷۴	فرمانے لگے رو کے بہن سے شر ابرار اک سطر میں چاہوں تو فنا ہوں یہ خطا کار	دیتے ہیں محمدؑ کی دہائی یہ ستم کار نانا کا گریاس ہے اسے خواہ اسیر غم غوار
	اند پر اسد اللہ دکھایا نہیں جاتا	اب اتھ تو امت پر اٹھایا نہیں جاتا
۷۵	حیدر کی شجاعت تو بہن میں نے دکھائی غربت بھی تو میراث میں حیدر کی ہے پائی	اندوہ کو بہت یاد رہے گی یہ لڑائی منظوری بھی حق کو تو دکھائے یہ مسدائی
	غل غوروں کے روئے کا ہے میدان تیرا	سر کھوئے ہوئے آتی ہیں اماں کوئی دم میں
۷۶	اعدائے سنی جب شر والا کی یہ تقریر پھر آن کے تنہا کے مقابل ہوئے بے پر	ثابت ہوا اب جنگ نہیں کرنے کے شیر بخوت لگانے لگے تیغ و جسر و تیر
	شر کھاتے تھے تلوار میں موتی جاتی تھی زیب	ہر وار یہ پچھے سے نکل آتی تھی زیب
۷۷	چلاتی تھی لوگوں مرے بھائی کو نہ مارو نہ مجھے فاطمہؑ کے لال پہ وارو	شیرؑ کے بدے مرا سرتن سے اتارو شر کہتے تھے عاشق یہ بہن ہے مری یارو
	گھروا بھی زخمی نہ کرو تیغ و تبرے	ادھل جھل جھلے ہو لینے دو زینبؑ کی نظریے
۷۸	صف ہاندہ کے پا کر لو تھیں سجے کا پردا واں ذوق کرو ہے جہاں عباسؑ کا لا شا	یا کھیرے ہوئے لے چلو بکوب دریا تادیکھے نہ سر کھٹے ہوت و خیر ز سدا
	صدہ نہیں دنیا میں جدائی کے برابر	شیرؑ کی بھی لاش ہو بھائی کے برابر
۷۹	حضرت کی کوئی بات نہ سنتے تھے وہ اعلم سر صنعت سے ہرنے پہ جھکا جاتا تھا اس دم	حوبے تن اقدس پہ لگے جاتے تھے ہیس جیلے تھے لب لعل تھا یہ پیاس کا عالم
	زخمی بھی سراپا ہیں حرارت بھی غضب ہے	ہر وار پہ غم غلوں سے پالی کی طلب ہے
۸۰	وہ گرم ہوا جیش کی وہ تشنہ و پانی طلقہ کے شمشیر بہ کف ظلم کے پانی	کچھ کہتے تھے اور منہ سے نکل جاتا تھا پانی ہر ایک دل آزار ہر اک دشمن جانی
	طاری تھا جو عش دوش محمدؑ کے کیس پر	جھک جھک کے سنبھل جیتے تھے خاندان پر
۸۱	لکھا ہے کہ جس روز تھا یہ سا رخ در پیش کیا دیکھتا ہے آنکھ اٹھا کر وہ جگر ریش	وارد ہوا اس دشت بلا میں کوئی درویش اک زخمی کو نگیرے ہوئے ہیں لاکھ جنا کیش
	بیکس پہ ہیں شمشیر پہ شمشیر لگاتے	یہ کٹا ہے پانی دو وہ ہیں تیر لگاتے

۸۲	بے ساختہ درو کے مگائے وہ دیندار اس طرح کا ہوگا نہ کوئی بیکس و ناچار یہ نظم دستم کون سے در سب میں روا ہے	کس دکھ میں یہ بندہ ہے ترا اسے مرے غفار پانی بھی پلاتے نہیں ایسا ہے گنگا ر کیوں قتل اسے کرتے ہیں کیا ان کی خطا ہے
۸۳	کافر کو بھی پانی تو پلاتے ہیں مسلمان بیکس ہے یہ چہرے سے شرافت ہے نمایاں انہی اسے کرتے ہیں عدو تیغ و سناں سے	یہ تو ترا بندہ ہے کوئی صاحب ایساں ہیں سوکے ہوئے ہونٹ ترسے نہ کہ میں خنداں بخش کر نکلتا نہیں کچھ اس کی رباں سے
۸۴	کیا صبر ہے اس طرح کا صابر ہیں دیکھا ثابت قدم ریسادیم آخر نہیں دیکھا کیا ظم نہیں کون سی بیداد نہیں ہے	کیا شکر ہے اس طرح کا شا کر نہیں دیکھا آوارہ وطن ایسا مسافر نہیں دیکھا کچھ اس کو ترسے نام سوا یاد نہیں ہے
۸۵	ایسے بھی تھے بندہ مقبول ہیں سو لا جب تیغ ستم آتی ہے سردیتے ہیں خوراک چہرے یہ بٹاشت ہے کہ ہنگام اجل ہے	کھر پٹنے کا غم جن کو نہ سر کٹنے کا دھڑکا آن کرتے نہیں سینے پر جب گلتا ہے نیرزا بہنے کو سمجھتے ہیں کہ یہ زمیست کا پھل ہے
۸۶	یہ کہہ کے بھد در د بہت رو یا وہ ٹھگین ساغر یے ہاتھوں پہ گیا پیش شہ دیں یہ دکھ نہیں پڑتا کسی محتاج و غنی پر	اور مشک سے سیراب کیا کاسنچو ہیں کی عرض اسے پی لو کہ تاول کو ہو تشکیں دل ہوتا ہے ٹکڑے تری نشہ دہنی پر
۸۷	اس بندہ بیکس ترا کیا جرم ہے بھلا کیا نو نے عزیزوں کو ہے ان لوگوں کے مارا مارا جو انہیں تو نے تو افسوس کی جا ہی	بے وجہ کوئی قتل کسی کو نہیں کرتا گنتے یہ وہی ہیں جو پڑے ہیں لب و ریا مرد ہے کوئی ان میں کوئی ماہ نقار
۸۸	دریا کی ترائی میں جو سوتا ہے یہ مرد یہ تارہ جواں فوں میں بھرے جس کے ہیں گیسو دولٹا جو سناں کھائے یہ رونا ہے زہیں پر	کرتلے قلم اپنے جری کے کوئی بازو مارا اسے کیا صاحب اولاد نہ بھٹا تو کچھ رحم نہ آیا تجھے اس ماہ جہیں پر
۸۹	پھر دیکھ کے وہ لاشہ اصفیہ پکارا اک بچے کا کس طرح ہوا قتل گوارا بہن و تشہد دنیا سے سفر کر گیا ہوگا	وہ سب توڑے ہون گئے جو تو نے انہیں مارا کیا جوئے گا حال اس کا یہ جس ماں کا ہے پیارا جتنا ربا ہوگا کہ بد و حرکیسا ہوگا
۹۰	درویش کے سکر یہ سخن رونے لگے شاہ ترا یا کہ تو حال سے میرے نہیں آگاہ سب میرے گناہ ہیں یہ جن کا تجھے غم ہے	قتل کی زمیں بل گئی اس درد سے کی آہ کیا اپنی مصیبت کون اسے بندہ اللہ یہ بارغ مرا ہے کہ جو تیغوں سے قلم ہے



بے دست ہے جو نہر پہ وہ ہے مرا بھائی	۹۱	ٹوٹی ہے کمر اس سے ہوئی جب سے جدائی
یہ شیر کہ سینے پہ سناں جس نے ہے کھائی		بگڑا پ کی اٹھارہ برس کی ہے کھائی
وہ طفل جو ریتی پہ ستارہ سا بڑا ہے		چھوٹا ہے یہ بیٹا پہ الم اس کا بڑا ہے
باقی مرے پیاروں پہ چلی نظم کی شمشیر	۹۲	سب قتل ہوئے باقی ہوں میں بیکس و دگیر
بے جرم مرے قتل پہ آمادہ ہوں بے پیر		کرتا ہوں ہدایت انھیں یہ ہے مری تقصیر
جہاں پہ کسی نے تم ایسا بھی کیا ہے		دو روز سے پانی نہیں پئے کو دیا ہے
اے شخص تجھے رعم مرے حال پہ آیا	۹۳	اس وقت میں پانی تو مرے واسطے لایا
جسہ اس کا خدا دے کہ بڑا رنج اٹھایا		پانی مرے بچوں میں کسی نے نہیں پایا
اب خاک ہیں سوچتے جو پانی سے بھرے ہوں		کیونکر وہ پئے جس کے پیر پیاسے مرے ہوں
دنیا میں تجھے پانی کے پئے سے ہے انکار	۹۴	دو لکھ میں ہوں کو نزد حسینم کا غنیمت
حجت کے لیے پانی کا اُن سے ہوں طلبگار		حساں میں منظور کسی کا نہیں زینگار
عبدالرحمن کی طرح تارک دنیا کے دنی ہیں		نکار میں ہیں مستلح گردل کے غنی ہیں
مشکل کوئی بچھڑو تو آساں ابھی کر دیں	۹۵	اس جام کو تو کہ تو زرد و مال سے بھر دیں
ہیں دل کے غنی سر کا جو سا مل ہو تو سر دیں		ہم وہ ہیں کہ قطرہ کوئی مانگے نہ گھر دیں
حق میں کسی دشمن کے دماغ بد نہیں کرتے		خاقوں میں سوال طرار و نہیں کرتے
درویش سے یہ کہہ کے لیا پانی کا ساغر	۹۶	تکے کے حسرت سے سولے لا خراہ سحر
دل پیاسی سیکھنے کے لیے ہو گیا مضطر		دیکھا طرف خیمہ کئی مرتبہ مڑ کر
آنکھوں سے بے اشک داغ سرور ہیں پر		اس پانی کو بس پھینک دیا روئے زہیر
پھر دست کد میں وہ دیا کاسہ خالی	۹۷	اور خاک اٹھا تھوڑی سی اس جام میں ڈالی
اللہ سے اعجاز کف سرور عالی		بہر زخمی اس کاسہ میں یافت و قالی
ہجرت ہوئی درویش کو اس صفت و کرم پر		بس گر بڑا وہ دوزخ کا صفت کے قدم پر
کتا تھا یہ آنکھوں سے نکا گرفتار شاہ	۹۸	سو لاجھے نام اپنا بتا دیجیے لہ
بہن آپ دھی یا کہ ہیں پیغمبر ذی جاہ		کیا قوم ہے کس جا ہے وطن کیجئے آگاہ
بند سے کسی میں یہ گرامت نہیں دیگی		واللہ یہ ہمت یہ سخاوت نہیں دیگی
حضرت نے کہا نام سے میرے تجھے کیا کام	۹۹	منہوم مرا نام ہے سید ہے مرا نام
بیکس ہوں مسافر ہوں نہ راحت ہے نہ آرام		دنیا سے کوئی دم میں سفر کا ہے سرا بخام
ہجرت کی جگہ منزل دنیا سے دنی ہے		گھر قبر کا گوشہ ہے وطن بن وطن ہے

۱۰۰	اور مولد و مسکن ہے مرا برب و بلیا بشاہوں میں جڈر سے شر عقدہ کشا کا مظلوم ہوں اب سر پہ مرے کوئی نہیں	کیا پوچھتا ہے تو مانی کا ہوں فواسا اور وہ ہے کہنے میں جسے حضرت زہرا ان میں سے ہر ایک گشت جنت کا کیس
۱۰۱	ہیں آپ حسینؑ ابن علیؑ یا ستہ ابراہ شہزادہ کو یمن اور اس دکھ میں گرفتار حضرت کے حوض پنج و شش کھانکے مر میں	کئے لگا سر پیٹ کے ہاتھوں سے وہ دیندار آقا تمہیں بندے نے نہ پہچانا تھا زہار انوار مجھے دیجیے کہ جنگ ان سے کروں میں
۱۰۲	ہم اس پر خدا ہیں جو ہمارا ہے ہوا خواہ لے راہ وطن جلد کہ ہم بھی اس سہ راہ ہم قبر میں شکی تو ہی آسان کریں گے	فرمانے کے رورو کے یہ سرور ذی جاہ تو قتل ہو منظور نہیں ہے مجھے واللہ ہرگز نہ فراموش یہ احسان کریں گے
۱۰۳	تربت میں کریں گے شبِ اولیٰ تو کیا اعداد کہو مری غربت پہ سدا تا لک و فریاد لکھے گا اسے خالق اکبر شہدائیں	راضی ہو خدا تجھ سے کہ ہم تجھ سے ہوئے شاد پر بھو یومست پیاس ہمارے یہ رہے یاد اروئے گامری پیاس پہ جو بزم عزائیں
۱۰۴	میدان سے نکلا تھا کہ پھر غل جو اکبلا اور کانٹے لے جاتا ہے سر شمر ستمگار سہیلی مجھے سے چلی آئی ہے زینبؑ	فرمانے سے حضرت کے وہ رخصت ہوا ناچار دیکھا کہ نڑپتا ہے تنہا سینہ ابراہ بارامرے بھائی کو یہ چلائی ہے زینبؑ
۱۰۵	مارا گیا پیڑ محمدؐ کی دُہائی ہے ہوئی کن بھائی کی زینبؑ مری جائی بانو مری بے وارث و والی ہوئی ہے	زہراؑ کی صدا ہے کہ گئی میری کسائی پانی کی مرے لال نے اک بوتل د پائی انجام مرے پیڑ سے خالی ہوئی ہے
۱۰۶	جو حاجتیں ان لوگوں کی ہیں آں کو روا کر موقوف جو بوسوں ہوں تو قرض ان کا ادا کر اور حشر میں ہوں ساتھ جیٹی ابھی علیؑ کے	ہے وقت و عاشق سے انیس اب تو دعا کر ان تعزیر وادوں پہ تو ا لطف عطا کر تحتاج نہ ہوں تیرے سوا اور کسی کے
رباعی		
ہیٹا راہیں تو مسافر اب سے اب خواب سے چونک سات آخر باد		بالوں پہ بجا ریشم ظاہر اب ہے پیدا ہے سپیدی بھر پیر کا
رباعی		
یہ چند دم جات کیو نہر گذرے اب دیکھیں کد کی دات کیو نہر گذرے		ورود الم مات کیو نہر گذرے مرنے کا تو دن گذر گیا فکر انیس





کیا وصف کر کے کوئی ایسا بیان کہاں	۱۰	ظاہر جو سلیس سے ایسی زبان کہاں
ذرا کہاں وہ ہر جہلی نشان کہاں		نسبت ہے کیا زمین کہاں آسمان کہاں
خفا کہ پختن کے شرف پقیاس ہیں		پانچوں حواس آپ یہاں بے حواس ہیں
بنا ہوئی جو چشم تو نور خدا کسا	۱۱	عقدہ کھلا کہ عقل نے شکل کشا کسا
مطلب ہوا حصول تو حاجت روا کسا		پایا ڈر مراد تو بحیرہ کسا
ام خوش ہوئے کہ مدح کے دریا بادیے		کیا بڑھ گیا جو بحر میں قطرے ملا دیے
یوسف کے حسن سے انہیں گرد بیجے شال	۱۲	وہ ماہتاب اور یہ غور شید بے زوال
سر سبز ہر طرح ہے رسول خدا کی آل		ہے شرف نلاحت محبوب زاد اہلال
یوسف سارہ نقا کوئی زیر فلک نہ تھا		پر کیا مزہ جو حسن میں آؤں کے نہک نہ تھا
بائی رہے بس آپ سے شبیہ مر و ماہ	۱۳	رخ ایک کاپے در دو ہے ایک کا سیاہ
مغزش یہاں خطا ہے قلعی یہاں گناہ		بشار اسے قدم کہ دم تیغ پر ہے، ر ۱۵
یہ کیا کمانہ جائے گا کیا کیا نہ کر گئے		ساک ہزار ہا اسی منزل میں لگے
خانقہ ہو در و در سے ہاں اے زبان پاک	۱۴	دکھلا دے فیض چشمہ کو فردا ہاں پاک
قرباں بے جاں احمد رسل پہ جان پاک		جھکتا ہے عرش دیکھ کے وہ آستان پاک
کائنات زبان کو لوح پہ گربے گل چلے		بچے کی جا بے کیوں نہ قلم سب کے بن چلے
شیر سا جہاں میں نہیں دتر شاہ وار	۱۵	نانا چچہ عربی فخر ر و زگار
بابا سر جہاں کے لئے تاج افتخار		مادر جناب کا طے زہرا سی ذی وقار
نکلا یہ نور نور رسالت آب سے		جس طرح کوئی قطر نکالے گلاب سے
آئینہ بطلالت محبوب زاد اہلال	۱۶	تصویر شوکت اسد حق دم جہد ال
خلق حسن تو عصمت زہرا سے خوش خصال		کیا گل تھا جس سے باغ دو عالم ہوا انال
دنیا ہو یا بہشت ہو فیض اُن کا عام ہے		طوبی اسی مثال کے سایہ کا نام ہے
مکن نہیں ہے مثل چرا اسے سپر جو د	۱۷	ہے شکل لمتنع قسم واجب الوجود
کیا امر صدق میں ہے بھلا حاجت شہود		ایسے بشر کی مدح کرے کیا بجز درود
دشوار سے مثال دتر بے مثال کی		ساحل ملک نہ پہنچے گی کشتی خیال کی
گفت اور ہی امام ام مسدق التفات	۱۸	مقباح دین سراج ہیں ہادی الہدی
تیاض آب کوثر و ساقی اویسا		نور حسد امین حسد ا تحت حسد
الفس ہیں یلوں کے جگر داغ داغ ہیں		آنکھوں بہشت قری بہشت کے باغ ہیں

ملہ نمود تجہ تبارہ منی ارباب محہ نی عصم پر کوکر لاری بر فرزت قافیہ رادف فرزت شدر تلک بھناجہ سراج کھنچسراغ ۱۷



قربان تیرے نام کے اے دارش فیصل	۱۹	عہ تے ترے جلال کے اے سیر جلیس
حاجت رواںے فطرس و مولائے چریں		بے لختی حضور سے یہ بندہ ذیسل
مولا قسم ہے آپ کو خیر الانام کی		بیچے گا قبر میں خبر آ کر غلام کی
اندیشہ فشار سے صغط میں ہے یہ جاں	۲۰	نکلے دماغ پاؤں کے ناخن سے الاماں
سختی سے آشنائیں اب تک یہ استخوان		آقا بچائے گا مرا جسم ناتواں
ہوگی اگر زباں کو طاقت کلام کی		جلاؤں گامین خود کو ہائی امام کی
عطر گل حد یقہ ایماں حسین ہے	۲۱	ازہ ہو جس سے روح وہ ریمیاں حسین ہے
زالو بنی کا رحل تو قرآن حسین ہے		یانی ملانے جس کو وہ سماں حسین ہے
تھا جس گلے کا نور فزول اشتاب سے		وہ خشک حلق تر ہوا خنجر کی آب سے
سید کی کون سی تھی خطا کیا گناہ آہ	۲۲	دولا کہ اہل ظلم اور اک بے پناہ آہ
شمیر و بوسہ گا و رسالت پناہ آہ		زالوے شمر و سیٹھ شپیر آہ آہ
صحرائے کربلا میں ہوا کیا بری چلی		فاقہ تھا تیسرا کھلے پر چھری چلی
ما شور کو جو لئے لگا فاطمہ کا باغ	۲۳	تاریک ہو گئے کئی گھر گل ہوئے چسراغ
جان علیؑ کو سو فواہم سے نہ تھا فراغ		دل سخت سخت تھا تو کیجھ تھا داغ داغ
ہونا تھا جو مشارق قدم پر امام کے		رہ جاتے تھے حسینؑ کیلئے کو تمام کے
یعقوبؑ سے چٹھا تھا جو پیری میں ایک لال	۲۴	شہور بے فراق میں جو کچھ ہوا تھا مال
یاں دو پہر میں ہو گیا سب باغ پائشاں		تیغوں سے کٹ گیا علی اکبرؑ سا لوہاں
شلوہ نہ بخت کا نہ فلک کا گلا کیا		لاشہ پسر کا دیکھ کے شکر خدا کیا
سولہ پہر حسینؑ کو گزرے جو پیاس میں	۲۵	طاقت نہ تھی کلام کی اس حق شناس میں
شکر خدا تھا لب پہ اس اندوہ و یاس میں		اللہ سے ہر فرق نہ تھا کچھ ہو اس میں
سب کھر رشاد یا فقہ اتنی سی بات پر		مولا شاریرے قدم کے ثبات پر
ایوبؑ نے شاہی نہ ہوگا کبھی یہ صبر	۲۶	اک جاں لاکھ درد دئے اک دل ہزار جہر
ترپے نہ مثل برق نہ روئے شاں ابر		غربت میں اپنے ہاتھوں سے کھودی پسر کی قبر
دیکھا جو منہ سے دو دو اگلے صغیر کو		اپنے جگر سے کیجھ یسا آپ تیسر کو
امت نے کی نئی کے نواسے کی کچھ نہ قدر	۲۷	باران تیر ظلم کماں اور کماں وہ صدر
آشوب ایسا چٹھرنے دیکھا کبھی نہ ندر		بدلی میں فوج شام کی تھا فاطمہ کا بدر
باران تیر کیں تھا ہوائی پھری ہوئی		نئی چارست دشت میں بدلی گھری ہوئی

۲۸	وہ فوج وہ سیاہی... مہراٹے فی ودق ترخوں میں مختار حق نہ ہرا کا ہر ورق	۲۸	گرمی وہ روزِ جنگ کی وہ پیاس کا عسل کوئی نہ تھا حسیں کے سر پر سواٹے حق
	تھما سب پہ اوج دوش بئی کے سوار کو		تولے ہوئے تھے مثل علیؑ ذوالفقار کو
۲۹	سلوک کچھ نہ ہوتی تھی سولہ پیر کی پیاس شیروں کو وقت مرگ بھی ہوتا نہیں ہراس	۲۹	شوکت وہی تھی اور وہی تہور وہی حواس کیا رعب سے بھری ہوئی تھی چشم حق شناس
	ابرو کے خم کو دیکھ کے تینیں بھی کنگھیں		پہلی ادھر پہلی کہ صغیر وں اٹھ گھٹیں
۳۰	تھا چٹخٹا سے جو چہرہ اقدس کا رنگ لال اللہ سے جوشِ برأت سرور ہے جلال	۳۰	غل تھا کہ سرخ روزِ ناز سے ہے رنگ لال بل کھار ہے ہیں دوش پہ زلف رسا کے بال
	بھلی جو کو نہ جاتی بے چہرے کے لور سے		حوریں تیار ہوتی ہیں ہنس ہنس کے دوسرے
۳۱	روہوں وہ پیاس اور وہ گرمی کی وہ پیر دستِ ثرہ سے پیتی تھیں پتلیاں بھی سر	۳۱	تیزی تھی دھوپ میں کہ جلی جاتی تھی نظر تھے تر پیر پینے میں سلطانِ بحر و بر
	قطرے عرق کے دیکھ کے روئے جناب پر		غل تھا پڑی ہے اوس گل آفتاب پر
۳۲	شکاک کی عیب و از وہ اور ابروؤں کے خم مردم سے تھا اشارہ چشم شرم ام	۳۲	بھیں ہی اتھرتیخ پہ رکھتی تھیں دم بدم محبوبہ کردگار کے ہیں نور عین ہم
	روشن تھا رخ سوادِ خطِ مشکبار میں		تھا فرقِ بال بھر کا طلب اور تھار میں
۳۳	جناتِ عدن ہے رخ شاہنشہ زمین وہ مثلِ بک بات میں دیں حاصلِ عین	۳۳	سے سبیل چشم تو کوڑھے یہ دہن دنیاں وہ جن کے سامنے ادنیٰ ڈر عدن
	کیا ذکر رخ کا اور خطِ جنہرِ سرشت کا		پہلو ملا ہوا ہے بخت سے بہشت کا
۳۴	ریشِ سیاہ روئے دل آرام ایک جا ہیں سوئی و میخ خوش انجام ایک جا	۳۴	قدرتِ خدا کی ہے سحر و شام ایک جا رکن و مقام کعبہ و اسلام ایک جا
	لاریب فیہ مصطفیٰ ناطق کے آئے ہیں		رخسارِ پاک ہاتھوں پہ قرآن اٹھائے ہیں
۳۵	گوہرِ شاراخترِ ندان کے نور پر صدقے ہزار جاں لبِ پاک حضور پر	۳۵	ہشتی ہے صاف جن کی چمک برقی طور پر گویا دھرے ہیں مثلِ عین دستِ حور پر
	ماقم نے جن بھوں کو جو اہرِ رقم کیا		اس مثلِ لب پہ سنگ لگائے شمر کیا
۳۶	جو نازگی میں ہوں گل تر سے زیادہ تر اپنی زباں چسائیں بے سید البشر	۳۶	واہ سر تا وہ پانی کو ترسین گئی پیر وہ مثلِ لب کریں ہر طرف تیر بد گمر
	دریا پہ کشند کام شہ نیک نور ہے		پانی کی پھر جاں میں خاک آبرو ہے



۳۷	اٹاس میں کہاں دیر دنداں کی برق و شرق خود آسپ شرم میں گہرے بنا ہیں غرق لب سکر کے گوہر یکتا دکھاتے ہیں	۳۷	ناروں میں اور ان میں زمیں آسمان کا فرق خوبے کہ بات بات میں یاں کوندنی ہے برق سمن در بخت کی مسکا دکھاتے ہیں
۳۸	نار آسمان ہے چہرہ شاہ ام کا نور سرتاج آسمان و زمیں ہے قدم کا نور عکس رخ جناب سے سب فیض پاہیں	۳۸	کوئیں میں بھٹ ہے ابر کرم کا نور دیکھا ہے یہ کسی نے کسی ایک دم کا نور ذراے چمک کے کہتے ہیں ہم آفتاب ہیں
۳۹	کعبہ ہے روئے اقدس فردیہ بو تراب کس آئینہ میں ہے یہ صفائی یہ آب و تاب پیلے ثنائے چاودق کو رقم کریں	۳۹	ہیں مفت شوہا پنجتنی کو یہاں تو اب طاق حرم ہے ابرو شاہ خاک جناب زمزم سے غسل کر کے طواف نرم کریں
۴۰	معراج مصطفیٰ کی ہے شب زلف جنوں سجدے کے بھی نشان پہ تارے کا ہے یقین ارو بھی ہیں جھکے ہوئے راز و نیاز میں	۴۰	ہے صبح عید پر تو آئینہ کربیں صادق ہیں ہیں صبح کے ہوئے میں شک نہیں بیشک دور کہتیں ہیں سحر کی نازیں
۴۱	رکتا ہے دم گلے کی ثنا کیا کروں میں آہ سردار خلق شمع شبستان عز و جاہ خجر سے وہ گلے مبارک جو کٹ گیا	۴۱	نور بیاض حسن محمد کی بوسہ گاہ تھاجس کی روشنی سے نخل نور مرد ماہ حیرت ہے کیوں ورق نہ زمیں کا اڈ گیا
۴۲	دودوش ہیں شفاعت امت کا جن پہ بار گوری کلائیوں کی صفائی پہ میں نثار پہو پنجاہاں بات خلی تھی جلی ہوئی	۴۲	بازوئے باب دیں ہیں یہ بازوئے استوار خالوں آستیں سے تجلی ہے آشکار سایچے میں نور کے ہیں یہ شمعیں ادلی ہوئی
۴۳	ہاتھوں کو یاد آیا ہے زور ید الہی بر چند بازوؤں میں وہ طاقت نہیں رہی فتح و ظفر کو بیج کے سروں لیتے ہیں	۴۳	خداقی میں جوئے غول انھیں ہاتھوں سے تھی بھی غیر سارہ رکوئی ہوئے تو پھر سہی ناخن ہوں یہ نہ ہوں یا کرہ کول دیتے ہیں
۴۴	قرآن ہے سینہ ظہر سید انام قرآن حق ہے اس کی بزرگی میں کیا کلام دل اس طرح ہے سینہ شاہ شہیدیں	۴۴	منذوقی علم صبر کا گھر حلم کا مقام لازم ہے سب کو مصحف ایساں کا احترام نہیں جس طرح ہے کلام مجید میں
۴۵	انصاف کا مقام ہے اسے چرخ بے مدار محبوب کبریا کا دل اور بر پھیوں کے دار گرمی میں ان بھائے سے تن کی بھاپ سحر	۴۵	وہ صدر پاک ظلم کے تیروں سے ہو نثار سیر خدا کے نور کا اور پائے چکر دار وہ پسلیاں شکستہ ہوں گھوڑوں کی آپ سے

۴۶	زہرا قیص نرم پنھائے بعد غلاشش تینوں کے پھل سے اس کا بدن ہوئے پائش	۴۶	آپھول سے بدن کو نہ پہونچے کیس خواش تار بیں پڑی رہے جنگل میں اس کی لاش
	گردن جو قبلہ رو تھی رہ بے نیاز میں		ظاہر یہ تھا کہ ذبح ہوئے ہیں نماز میں
۴۷	بے وارثوں کے مردے تو قبریں جہاں میں پائیں وہ دشت اولناک جو کرتا تھا سائیں سائیں	۴۷	اور لاشہ حسینؑ در بندوں میں پھوڑ جائیں !! آفت تھی بہر حفظ جو شیر خدا آئیں
	سایہ کسی طرح کا بجسز آسمان نہ تھا		سید کی لاش کا بھی کوئی پاسبان نہ تھا
۴۸	ٹوٹا ہوا ہے بابر الم سے کمر کا بند پیش نظر ہے لاشہؑ فرزند ارجمند	۴۸	خم ہے یہ صورتِ مرہ نو قامت بلند مدہ جگر پہ من پہ تعب روح پر گزند
	کیا غم نہیں ہے کون سا رنج و الم نہیں		مدے یہ ہیں پہ کسبت کے باہر قدم نہیں
۴۹	جب رن میں فوجِ شام کے کالے علم بڑھے فرما کے یہ ادھر سے امامِ اہم بڑھے	۴۹	تینوں کو کول کول کے اہل ستم بڑھے اسے سرکشانِ شام خبردار اہم بڑھے
	آوت نہیں دکھاتے ہیں اس جہم زار کی		لوگو ندائی ہے برقی غضبِ ذوالفقار کی
۵۰	ہے جوشِ بحرِ قہر اقی مرا غضب ہاں نیزہ بازو جنگ میں تاخیر کیوں ہے اب	۵۰	تم لا کہ اہل ظلم ہاں میں ایک تشنہ لب ہاں اسے کان کٹو بٹھے رو کو تو سب کے سب
	لوگوں سے برہیوں کی بجھے روکتے ہیں		شیر خدا کے شیر کو اب لوکتے نہیں
۵۱	میں شیرِ بیٹا اسیرِ کردگار ہوں جس کے قریں رسولؐ تھے وہ شہسوار ہوں	۵۱	زیرِ نین زمانہ ہے وہ نام دار ہوں بیا ابوزائب کا ہوں خاکسار ہوں
	اک بندہ حقیر ہوں رب غفور کا		منہ سے کبھی نہ نکلے گا لکھ غرور کا
۵۲	ہر چند جزو کل پہ مرا اختیار ہے دینا ہے یوفا تو خاک سے مدار ہے	۵۲	پیا سا بوں میں یہ مصلحتِ کردگار ہے مثلِ جنابِ زیست کا کیا اعتبار ہے
	عرصہ فقط ہے چند نفس کا اخیر ہوں		اکبرؑ انہواں نہ رہا میں تو پیر ہوں
۵۳	عباسؑ نامہ ار کے مرنے کے تھے یہ دن رو میں گئے نامرادی قائم پہ انس و جن	۵۳	بیتواں برس تو کچھ ایسا نہیں ہے دن کیاں ہے آگے موت کے بچے ہو یا سن
	آبادِ کھر جہاں میں کوئی یوں نہانا تھا		اٹھ کر دیکھو دودھ بھی جس کا چھٹانا تھا
۵۴	ہنسو برس میں رنگِ نظر آگے ہنسزار سُفصل میں کہ جیتے تھے محبوبِ کردگار	۵۴	دیچی کبھی چمن پہ خزاں اور کبھی ہزار او بچا کبھی نہ دامنِ خاطر سے کوئی خار
	بکشتی مسافران کے مرنے سے بے غور ہو گئی		رنگِ آؤ گیا گلوں کا آؤ اور ہو گئی



پاماں تھے جو خار وہ سر کھینچے گئے ایدا رسول کی محل تر کھینچے گئے	۵۵	باغی ستم کے باغ کا زر کھینچے گئے لمواریں ہم پہ باغی شہر کھینچے گئے
بھوٹا کما پسر کو جناب رسول کے		تاغم خود غلط ہوئے قرآن کو بھول گئے
اک دن وہ تھا کہ سینہ زہرا تھا خواجہ	۵۶	ایک دن تھا سر کا بازوئے ہنسی گہرا
وہ پیار والدین کا وہ بھائیوں کی چاہ		اک دن یہ ہے کہ کوئی نہیں سر پرست آہ
ما تم کایوں تو کھر میں سدا شور و شین تھا		ایسا کسی نہ بیکس و تنہا حسین تھا
بڑھکر پکارا شمر کہ یاد رکھو گئے عباس کیا ہوئے علی اکبر کہ مر گئے	۵۷	بیدل ہیں آپ کیوں وہ دلاور کہ مر گئے اسے غلطہ کے لال وہ گوہر کہ مر گئے
جو یا پسر کا صورت یعقوب کون ہے		غلبہ ہے کس کی فوج کا مغلوب کون ہے
خزار دم و شام جن کی زبردستیوں سے زیر اس دشت کین میں ڈرتے تھے جو شال شیر	۵۸	اب آپ کی مدد کو نہیں آتے وہ دیسر شاید انہیں کی لاشوں کے ہیں خاک پریندھیر
سب کے پاش پاش ہیں تن ریز ریز ہیں		لمواریں کیا ریزا کے شکر کی تیز ہیں
دیکھو تو کس کے سینے میں برچی کا ہے یہ پھل دولہ کے خواب کرنے کا کیا تھا یہی محل	۵۹	انہار دیں برس میں کسے کا کئی اجسل دریا پہ کس کی لاش پڑی ہے وہ سمیٹ کے ریل
محتاج بد مرگ جو گور و کفن کے ہیں		کس محل کے غریب یہ محل کس چن کے ہیں
شہ لے کما یہ سب مرے گلشن کے پھول ہیں کسی ہے بہت اُن کو وہ رستے چھوٹے ہیں	۶۰	کیونکر نہ سرخرو ہوں کہ اعلیٰ رسول ہیں تن پر جو سر نہیں تو یہ نذر ہیں قبول ہیں
قدسی درود بھیجتے ہیں اُن کی شان پر		تن اُن کے ہیں زمیں پہ سر آسمان پر
ساکب جو ہیں وہ راہِ رضا بھولتے نہیں حسن کو اپنے اہل و عشا بھولتے نہیں	۶۱	جو دوست ہیں ولی کے ولا بھولتے نہیں ہم لوگ مر کے یاد خدا بھولتے نہیں
تن خاک ہو پر اس میں بھی الفت کی بوسے		نیزہ پر سرِ عیاض تو نہ جسدِ رور ہے
کیونکر نہ یہ کلام کرے تو ہوا یہ سب سند پہ ناز ہے نہ شرفِ مکتب ہے	۶۲	خود سو ہو سبب تو راہی رضا پر ہے مرحان میں فقیر کو تیکہ سند ہے
مٹی ہو یا کہ خزانہ ہو تن پاک کے تے		امد آبرو کو رکھے خاک کے تے
برچی کا حسین علی اکبر میں پھل ہے تر ہر بار یہ دعا تھی کہ پھولے پھلے شجر	۶۳	ظالم یہی تو باغِ شہادت کا ہے ثمر بابائے انساں ہے کہ برو سند ہے پسر
کیا کیا گل مراد مراد ہاتھ آئے ہیں		باغ جہاں میں آئے یہ پھل کس لے پائے ہیں

۶۳	قاسم اگر نہیں تو عین بلو یکا ہر اس روئے کی وجہ کیا ہوئی بھانجوں سے یا س	۶۳	بس سن چکا کہ مر گئے بھائیں حق شناس بس کوئی جس کے عہد تھے پوچھے اکیلے پاس
	اچھ دن جو میرے پاس رہے مستعار تھے		یہ حال سب امانت پر وہ روگا رہتے تھے
۶۵	لاکھوں سے یہ ہنر جو تنہا لڑے لڑے بوتے ہیں غازیوں کے ارادے بڑے بڑے	۶۵	تینوں کے پھل جو پھول سے تن پر پڑے پڑے چاہیں نور و دم و شام کو لے بس کھڑے کھڑے
	بالادوش ڈھال تھی قبضے پہ ہاتھ تھا		خیر میں کون شہر اکیس کے ساتھ تھا
۶۶	شہروں میں جنگ بدر کا شہرہ ہے آج تک بالائے عرش ناؤ علی پڑتے تھے ملک	۶۶	نسل ہلاک تیغ کی تھی جا بجا چمک خندق میں کس نے کی اسد اللہ کی کمک
	زور خدا تھا دست و ہی رسول میں		دو کر دیا تھا عمرو کے قامت کو ٹول میں
۶۷	کیوں غزوہ جہنم میں بھاگے تھے تم کہ اسم تم کوہ میں چھپے تھے بروز دہم کہ اسم	۶۷	سرکش ادھر کے پس گئے تھے زیر سم کہ اسم دہشت سے اس طرف کے دلاور تھے تم کہ اسم
	بکلی سی تیغ کو عقی تھی کس جواں کی		آتی تھی کس طرف سے صدالاماں کی
۶۸	تھا ملتہ اکھریر میں یک جا تمام شہر چمکی جو دوا انقار تو آیا حسد اکا قہر	۶۸	برہمنی تھیں یوں صفیں کہ سمندر میں جیسے لہر کیا جنگ نہرواں میں یہ سائی تھی غول کی نہر
	کیوں وہ فراریوں کی دوہائی بھی یاد ہے		صفین میں صفوں کی صفائی بھی یاد ہے
۶۹	بیرالام کی آگ کا روشن ہے سب پہ جان اس چاہ پر تھے نہ یہ رستم کی تھی مجاں	۶۹	دو شخص جلی کے رہ گئے تھے صورت نہال جاتے ہی اُس میں کود پڑے شیر ذوا بجلال
	لشکر جنوں کا خوف سے بیتاب ہو گیا		دہشت سے آگ کا بھی جگر آب ہو گیا
۷۰	تباں جنوں پہ تیغ امام غنی رہی اندھیر ہو گیا وہیں یوں روشنی رہی	۷۰	زیر زمیں بھی شیر کی چھاتی تھی رہی ڈرے جنوں کی جاں پہ کیا کیا بنی رہی
	زہرے ہوئے جو آب تو ایساں کی چاد کی		آنے لگی کنویں سے صدالاک کی
۷۱	ایمان جنوں نے جب ارل دجاں کیا قبول گذرے تھے تین روز نئی تھے بہت ملول	۷۱	تلاب تھے آپ جن کے وہ باتیں ہوئیں حصول سکر صداعلیٰ کی خوشی ہو گئے رسول
	باہر کنویں کے آئے عجب عزم چاہ سے		نل تھا کہ نکلے یوسف صدیق چاہ سے
۷۲	نئی دشت نشت فتح سیماں دیں کی دھوم خالی ہوئی جنوں کے جو شر سے وہ مر و بوم	۷۲	لشکر میں مصطفیٰ کے خوشی تھی علیٰ العموم بالائے چاہ جانوروں نے کیسا ہجوم
	خٹلے رہے نہ سانپ نہ وہ اثر دے رہے		دو تین روز چاہ پہ کیا پیچھے رہے



تینیں بنی امیہ کی ہیں خاک آبدار پہل اس کا آگ ہے تو زبانیں ہیں شعلہ بار	۷۳	جل جادے گی گرے گی اگر برقی ذوالفقار وہا رہا ہے قزیم غضب حق کا اس کی دھار
دم پھر پناہ گھاٹ سے اس کے پناؤ گے		طوفان نوح لٹے گا کہ سب ڈوب جاؤ گے
میں نور چشم فراعہ ذات ارتقا ہوں کرار ہوں نئی ہوں ولی ہوں شجاع ہوں	۷۴	ایہ مرا رفیع ہے عرش ارتقا ہوں جگر ہیں آفتاب تو میں بھی شجاع ہوں
دوری میں بھی ام ایسے خدا کے حضور ہیں		بکھو نہ پختی کو جہا ایک نور ہیں
میر خلی حق انھیں بسندوں پہ ہے جلی فاطم سے فاطمہ ہے اور اعلیٰ سے ہے علی	۷۵	محبوب ہے خدا کا کوئی اور کوئی ولی حسن سے ہے حسنؑ یہ شرافت ہے نجلی
ایک ایک ان میں تاج ہر مشرقین ہے		احسان سے جان میں نام حسینؑ ہے
زیور جو عرش کا ہیں ہمارے ہی نام ہیں حوریں جو لونڈیاں ہیں تو غلام ہیں	۷۶	ساتی حوض قاسم دار السلام ہیں احمد کے جانشین ہیں امام کے امام ہیں
زمینت ہیں آسمان کی رونق زمین کی		دنیا کی آبرو ہیں تو عزت ہیں دین کی
ناگاہ ابن اسعد پکارا کہ صفدر و خوں میں بنی کی آل کو سرتا قدم بھرو	۷۷	ہاں نور چشم شیر خدا سے وعنا کرو کم رہ گیا ہے دن بہت اب اسے دلاورد
نکلے تھوں پہ زیور جنگی سنوار کے		پڑھو لاری عصر کی سید کو مار کے
تن سے جدا کرو سپر فاطمہ کا سر ڈھالوں میں بھر کے لایو صل و زرد گہر	۷۸	پھر تم کو کوشنا ہے رسول خدا کا گھر ایسا نہ ہو کہ رات کو سر کا دین مال و زر
تیدی ہوں اہل بیت مشرقین کے		دوست کئی گھروں کی ہے گھر میں حسینؑ کے
ہے آرزو حکومت کے کی بجھے کمال ہے تب حلال ذبح ہو جب فاطمہ کا لال	۷۹	حصہ وہ فوج کا ہے ملے جو متاع و مال دیکھوں کہ ہیں کھلے ہوئے رنیل کے سر کے بال
اس طرح گھر بتساہ رسول خدا کا ہو		سید ایون کے منہ پہ نہ پردہ ردا کا ہو
پونچے گی شہر شام میں جب آلِ ظاہرہ شکر نے کیوں یہ کر کی باتیں جو ظاہرہ	۸۰	ہو جائے گا سپاہ کا دونا مشاہرہ دریا سے مثل موج بڑی فوج قباہرہ
اگتی ہجوم فوج سے جنبش میں آگئی		کافی گھاس سپاہ کی جنگ میں پچھا گئی
جلوں سے کج نہاد ملاسنے لگے خدنگ خبر رکھے کریم دودھارے چٹا کے سنگ	۸۱	نہ ترکشوں نے کھول دیے صورت ہنگ برچھے ہلا کے فوج نے جولاں کیے سرنگ
سوزنگ شام گرز گراں تو نے لگے		بڑھ برہ کے ہر قون کو عدد کھوسنے لگے

۸۲	کالے علم نشان یہ کالی سب سپاہ تھانا لا نظیر کہ بیکس کو دو دہناہ	گو یا زبیں کے سینے سے اٹھتا تھا دو دو آو شستا کی یہ صدائق کہ سید ہے بے گناہ
	سکر دہلے شور تیسے دہلتے تھے	تھرا کے جہاں بھی کھنکھناتے تھے
۸۳	دہ نول بھریوں کے وہ دل شام و روم کے سنا حسین بیچ میں تھے اس نجوم کے	اندھی سیاہ انگلی کہ گھٹا آئی نجوم کے تواری نیام سے قبضے کو نجوم کے
	اٹھا سخی کا ہاتھ یہ اللہ کی شاں سے	نکلا ہاتھ اور شرف آشاں سے
۸۴	بابر ہوئی نیام سے شیر شعلہ بار یا کبلی کو جہاز کے نکلا سیاہ مار	یا ابر سے نکل کے ہوئی برق بقیہ رار یا آتشی سے یہ بیضا تھا آشکار
	اسلی غرور فتح کا فائدہ جدا ہوا	یا نامہ ظفر سے فائدہ جدا ہوا
۸۵	کاٹنی خشی ذوالفقار کی یا تھا اجل کا گھر گھونٹا تھا کہ برق سی چکی ادھر ادھر	جگہ تھا یا نقاب رخ یسلی ظفر گو یا دھن مجاہد سے کلی جھکا کے سر
	ادکھلائی سب کو منہ کی صفائی لڑائی میں	جانیں ہزار وجہ سے یں روٹائی میں
۸۶	قبضہ دہ صبا کی حرب سے اللہ کی پناہ باڑھ ایسی صبا کے گھاٹ پہ کشتی تن بساہ	نابین وہ دہ دم جو دکھائیں عدم کی راہ وہ تیز منہ کہ کوہ کو کھائے شال کا ہ
	جو ہر یہ ہیں کہ تیغ شہ لافنی کی ہے	تختہ یہ : اس کا ہے کہ عنایت خدا کی ہے
۸۷	ہر سرگ میں یا در مشعل کشا رانی جو اس کی ابتدا تھی وہی انتہا رہی	سید سے کر بلا میں مذم بھر جسہ ادہی عاشق رہی پیر پر پسر پر منہ ادہی
	ایکٹا تھی ذوالفقار یہ تعلق دیل ہے	جو تیغ دولوں بائیں کسے وہ اہل ہے
۸۸	کلی وہ جائگہ از عجب برق و شرق سے چٹک یہ دم بدم تھی ہر ایک اہل زرق سے	صاف آئی الھفظ کی آواز برق سے آتی ہوں میں سروں پہ ذرا فرق فرق سے
	دیا نے قمر حضرت پروردگار ہوں	طوفاں اٹھے گایاں سے میں وہ ذوالفقار ہوں
۸۹	بیض خد ہوں نام ہے دست اجل مرا نگزار تیغ میں ہے ازل سے عمل مرا	شہر ہوں مرگ کا رگ جاں ہے کل مرا جس کو نہ اعتبار ہو چکے وہ پھسل مرا
	دونوں عزیز ہیں مجھ میں کہ رحمت ہوں قہر ہوں	امرت ہوں دوست کے لیے دشمن کو دہر ہوں
۹۰	بت میں نے ایک ضرب میں توڑے ہیں دیر کے مولا کے ہاتھ میں ہوں کہ قبضے میں غیر کے	شہرے ہیں شہر شہر مرے امیر خسر کے دشمن کے سر سے انگی ہوں دو ہاتھ پیر کے
	جاتی ہوں جس پر شل اجل چوڑتی نہیں	جوشن جو یا کہ خود ہو منہ موڑتی نہیں



دیبا میں بچھ سی تیغ علی سا جواں نہیں جھاگو گئے دشت کیسے کدھ میں کہاں نہیں	۹۱	کیوں ہوں خوش کیا مرے منہ میں زباں نہیں دشمن کوئی حسین کا مجھ سے ہنساں نہیں
فریاد و ایفاٹ کو کب مانتی ہوں میں		سید کے قاتلو! تمہیں پہچانتی ہوں میں
اوٹے تھے آستیں جو شمشاد سر فراز اعدائی فوج پر تھی زباں تیغ کی دراز	۹۲	جلیاں تھی کر بلا کی زمیں صورت جہاں کہتے تھے کانپ کانپ کے آپس میں فتنہ ساز
کیونکر جواب دے کوئی دم بند کے ہیں		غل تھا کہ زود الفقار کے فقرے غصب کے ہیں
کوئی جو برق طاقت گفتار گھٹ گئی آبت ہوا ہراک پہ کہ دنیا اٹ گئی	۹۳	جو صف پے مصاف بڑھی تھی وہ اسٹ گئی آپو پھی تھی پہ در کے قیامت پلٹ گئی
پچھتر تھا جو رحم نہ آتا حضور کو		نوح سے ملا چکے تھے سرافیل حضور کو
نوا کیسا چلی غضب آیا کریم کا سب زور تھا زمانہ ناہم عظیم کا	۹۴	تھی جنگ یا کہ زور تھا اسید و بیم کا جل جل کے منہ سیاہ ہوا ہر عظیم کا
شمیر بادشاہ سیلاں بساط تھی		کیا تھمتے کافروں کے قدم وہ صراط تھی
چلتی تھی ذوالفقار جوشن سنا ادھر ادھر کٹ کٹ کے گر رہے تھے سرو تن ادھر ادھر	۹۵	داشت سے چھتے پھرتے دشمن ادھر ادھر مکڑے پڑے تھے خاک پہ جوشن ادھر ادھر
ڈر دیکے جو سوار گرے وہ مرے گرے		صف پر گری جو صف تو ریں پر رہے گرے
رویش توں کے جسم کے ٹکڑے اڑا دیے گردن بھی کسی کی تو شانے اڑا دیے	۹۶	ہاتھوں کو کاٹ کاٹ کے پرزے اڑا دیے پو پچا جو سر پہ ہاتھ تو پو پیچے اڑا دیے
او پچا بھی وار گر کسی دشمن کو لگ گیا		تن جا رہا تڑپ کے الگ سر الگ گیا
دل کا ہنسنے دیکھ کے اس کیج ادا کا منہ اڑو کے منہ سے کم نہ تھا اس جاگز کا منہ	۹۷	ناہیں فنا کی راہ تو قبضہ قضا کا منہ آفت کی چال قمر کی گری بلا کا منہ
پو پیچے یہ و اں اجل کا بھی جس جاگز ہو		لوہے کو کاٹے یوں کہ زباں کو حشر ہو
جب ہاتھ اٹھا تو چرخ پہ تیغ دو سر چڑھی یہ گردنوں پر سسوکے بے سب کے سر چڑھی	۹۸	آتری ادھر کہ خون کی ندی ادھر چڑھی بس صاف کر دیا اسے جو صف نظر چڑھی
ادریائے خون فرات کے ساحل گئے		وہ یار اتر گئی یہ اسی گھاٹ رہ گئے
یہی وہ تیغ جب تو سنگر نہ آٹھ سکا ڈوبایا کس جہاز پہ سنگر نہ آٹھ سکا	۹۹	لاکھوں سے بار تیغ دو پیکر نہ آٹھ سکا دہشت سے کافروں کا کبھی سنگر نہ آٹھ سکا
یوں فرق پر چڑھی رہی اپنی خلافت کے		مرکز کے جس طرح سے قدم سر پہ کاف کے

سر سے جدا تھا خود تو سر تھے جیسے دور	۱۰۰	تنبھوں سے تیغیں دور تھیں ہاتھ آستیں سے دور
جاں جسم سے تو جسم تھے جہاں حزیں سے دور		کارہ کیوں مکاں سے مکاں تھے کیوں سے دور
اس تیغ جاں ستاں سے خطا سر قلم تھے		الذریعہ تفریق کے غنا صرہم نہ تھے
ہر سو پڑے تھے خاک یہ اٹھنا جسد اجداد	۱۰۱	سرگردنوں سے ہم سے تھے دست و پا جدا
ایدا جسد اٹھی رو بج پہ غیر جسد اجداد		پانی جدا تھا خاک جدا تھی ہوا جسد ا
پیدا ہوئے تھے نار میں جانے کے واسطے		اک آگ رہ گئی تھی جلانے کے واسطے
علمہ جو پیدا ہوں پہ کیا شہسوار نے	۱۰۲	ڈرڈر کے سر قدم پہ گئے سب اُتار نے
پھوڑا نہ حید منیم آہو شکار نے		زردوں کو چن کے ذبح کیا ذوالفقار نے
اکنتی تھی گرچہ پیٹ کا بھرنا محال ہے		ہاں پی لوں خوب سا کہ ہو یہ حلال ہے
جب وہ بلند ہوتی تھی مانند ماہ نو	۱۰۳	جاتی تھی دور دور بیاباں میں اس کی ضرور
اس کی نہ ایک ضرب نہ اعدا کے دار سو		کشت حیات اہل ستم ہو گئی دور و
سرکش سب ایک دم میں گونسا ہو گئے		کٹ کر سروں کے کھیت میں انبار ہو گئے
بے جاں پئے نہ تیغ شیر لاقی پھری	۱۰۴	وہ جس طرف پھری اسی جانب تھسا پھری
دل پر جدا اعدو کے گلے پر جدا پھری		دم لے کے جس طرف پھری مثل بلا پھری
اس ناز سے چلتی ہوئی راس و جب گئی		کیا رعد کی بساط ہے بھلی ٹپ گئی
دست کشادہ دیکھ کے سب تنگ دل چھے	۱۰۵	کیونکر بڑے قدم جو دم جنگ دل چھے
ڈھالوں کی اوٹ میں وہ یہ رنگے دل چھے		ہلکی جوتی مثل شرر سنگ دل چھے
یوں بکھو فوج کیوں میں حسین و لیر کو		دیکھا ہو گر کبھی صف آہو میں شیر کو
دشمن کا پاؤں رن میں ٹھرتا نہیں کبھی	۱۰۶	دم اس کا وہ غضب ہے کہ بھرتا نہیں کبھی
یہ جس کو کاٹتی ہے وہ مارتا نہیں کبھی		چڑھتا ہے دہریوں کو اترتا نہیں کبھی
صد مہ غضب کا ہوتا ہے دوزخ میں جاں پر		گنتی اجل کی رات ہی ہے برسوں زبان پر
کیا لشکر پرید پر رنج و عن پر ا	۱۰۷	عاج جو بخش تھے تو اُن تھیں پر گمن پر ا
لاشے پہ لاش سر پہ سر اور قن پہ قن پر ا		کتنی تھی موت بھی کہ قیامت کا رن پر ا
اد پر تلے جو کشتوں کے انبار پاتی تھی		گنتی کو بار بار اجل بھول جاتی تھی
کشتے تڑپا رہے تھے برابر زمین پر	۱۰۸	زعمے تھے خون قتل سے مضطر زمین پر
آئی جو حسن سے تیغ دو ہیکر زمین پر		گردن نے دھڑے پھینکے یا سر زمین پر
سلطان دیں کے پاؤں پہ سرکشا کر پڑا		تن مارے ڈر کے چند قدم ہٹ کر پڑا



کٹ کٹ گئے جو خود تو مر گئے حسود	۱۰۹	لاکھوں ہوں یا کر دڑا ہوں کیا آن کے ہست و بود
ظالم جو بے نمود ہوں وہ کیا کریں نمود		سرتن سے مفت کوئے یہ نقصاں ہوا کہ سود
جھکرا بھی ختم ہو گیا وہ آن بھی گئی		عزت بھی آرد بھی گئی جان بھی گئی
حرب بھی قتل گاہ سے منہ موڑنے لگے	۱۱۰	ہٹ ہٹ کے پیچھے ہاتھ تیر جوڑنے لگے
ڈر ڈر کے مورچوں کو جری چوڑنے لگے		تینیں ہٹک کے خاک پہ دم توڑنے لگے
چلاتی تھیں کمانیں کہ اب رہ نہ سکیں		ڈاپیں تھیں مضطرب کہ گئے ہم سر کریں
وڈمانک کی کمان کو کبا دابسا دیا	۱۱۱	تیروں کو کاٹ کاٹ کے تو دابسا دیا
رہ کی زین کو ٹون سے دریا بسا دیا		ہر جزو تن کو لایجنری بسا دیا
دیتے تھے تیر کٹ کے صدا الا مان کی		پنوں کی طرح اڑتی تھیں شائیں گمان کی
ڈھالوں پر آئی نیزوں کو جب دیکھ بھال کے	۱۱۲	پہل بھی لگان تھا کہ گرے پھول ڈھال کے
تھرائے تیرور سے شیرخوش خصال کے		تھیں اماں طلب ہوئیں دماں نکال کے
وہ منہ کے پل پڑے تھے جو بھلے اٹھائے تھے		دست اماں کو برہمنوں والے اٹھائے تھے
تھی شعلہ درجو آتش شمشیر آب گوں	۱۱۳	جل جل گئے تھے اہل دغا کے دروں دروں
زہرے تھے آب آب جگر ہو گئے تھے خوں		تھیں برقیں زید کے شکر کی سرگوں
نوبت یہ پہنچی تھی کہ علم کا نشانہ تھا		جیدر کی ذوالفقار کا ڈنکا کساں تھا
ہر چند ساری فوج پہ ڈھالوں کی آڑ تھی	۱۱۴	بھاری تھی ضرب یہ کہ لڑائی پہاڑ تھی
غلبہ تھا دین کا کفر کی ہستی ا جاڑ تھی		میدان معرکہ میں عجب مار دھار تھی
ڈرڈر کے منہ سے رہر سبھوں نے اگل دیے		گھوڑے کے سم نے نوزیوں کے سر کھل دیے
سن سن چلی جوتیخ توجی سنسا گئے	۱۱۵	دریا کے چوکیدار لو میں سنسا گئے
دھوئی تھا مروی کا پہ آنکھیں چرا گئے		بیخ بیخ کے آب تیخ کے چھینٹوں میں آگئے
سنی نے بھی عزیز نہ ان کا ہو کیا		دم بھر میں ذوالفقار نے بے آبرو کیا
اشی تھا منہ کھلا رہا جب تک زباں چلی	۱۱۶	فوکیں جسے لگیں وہ پکارا سنساں چلی
غل تھا کہ سر گئی کہ سر آئی کساں چلی		اس نے کہا ہاں وہ پکارا و ہاں چلی
ہاں ہاں کا شور تھا کسی لب پر نہیں نہ تھی		جلوہ تھا ہر ستارہ پہ اور پھر کہیں نہ تھی
برچی سے پہل گمان کیا لی سے زہ گری	۱۱۷	نیزوں کی ڈاڈکٹ کے گرہ پر گرہ گری
سرجم سے جدا ہوا تھا سے زہ گری		بند کمر کھلا تو ہوا غل کہ یہ گری
ابرو کے ایک اشارے میں مطلب ادا کیا		مشکل کشا کی تیخ سے عقدوں کو ادا کیا

دربائے قہر حق انہیں کتنا سند ہوا	۱۱۸	سولا گئے بڑھے تو عجب جزر و مد ہوا
جس نے خدنگ توں میں جوڑا وہ رد ہوا		مردے بنے جو تیر تو ترکش مسد ہوا
انہوں سے کبھت کبھی یوں نہ تھا		سینٹی اسٹری ای بھی چلہ کھنچا نہ تھا
ڈھالیں تو تھیں بڑھال عجب چال ڈھال تھی	۱۱۹	برپا تھا شررں میں قیامت کی چال تھی
کاٹا تھا باغ کفر تو کیسی خصال تھی		پیاسے جو تھے حیثیت تو غصے سے لال تھی
اکڑا کلا تو سانس نہ دھمن سے لی گئی		دریا پہ جس کو پایا ہو اس کا پی گئی
آفت تھی قہر تھی غصہ تھی دودا بھال تھی	۱۲۰	بھلی تھی صاف تھی فنا تھی زوال تھی
نجر تھی نیچہ تھی کشاری تھی بھال تھی		اعداء کو ذبح کرنے کو سحر صال تھی
جیتا تو سانسے سے کوئی کم نکل گیا		نہ اس کا جس نے دیکھ لیا دم نکل گیا
یکتا تھی بے نظیر تھی اور بے مثال تھی	۱۲۱	کیا آرزو وہ کار تھی کیا ذی کمال تھی
بھلی زیں پہ تھی تو فلک پر ہلال تھی		اعداء پر تیغ مبتلا عالم پہ ڈھال تھی
آگے رہی ہر سے بھی کچھ رزم گاہ میں		گمراہ کی ڈھال بھی تھی اسی کی پناہ میں
تیغ خدا تھی ضرب سے اس کی کساں پناہ	۱۲۲	پستی ہو یا کہ اورج نہ یاں اور نہ واں پناہ
کو نگرہ خلق اس کو کئے آساں پناہ		جس تیغ کی پناہ میں خود ہو جہاں پناہ
انصرت بھی اک لقب دم تیغ دوسر کا تھا		برسوں سے اس کی پشت پہ تکیہ نظر کا تھا
رو میں کیوں سفر میں بدن رن میں رہ گئے	۱۲۳	جو شیریں کے آئے تھے وہ بن میں رہ گئے
جانبیں کہاں کی زخم فقط تن میں رہ گئے		ہاں طوق معن طعن کے گردن میں رہ گئے
دورخ میں سراٹھانے کی کب آن کو بار ہے		اب گردنوں پہ تیغ بھرا سوار ہے
غل تھا کہ اس کی ضرب سنبھالی نہ جائے گی	۱۲۴	بے جاں بے یہ تیغ ہلا لی نہ جائے گی
جب آئے گی سروں پہ تو خالی نہ جائے گی		یہ وہ بلائے بد سے کرمانی نہ جائے گی
جو ہر ننس ہے تیغ شہر خوش خصال پر		سینٹی کھنسی ہوئی ہے دھائے ہلال پر
بھلی سی جس پر ہے وہ چل پھر کے رہ گئی	۱۲۵	خادم کی طرح ساتھ اجل پھر کے رہ گئی
ہر صف میں ہر جنگ جب دل پھر کے رہ گئی		پھر کر تھا جو اسب تو کل پھر کے رہ گئی
بیدم ہوا کوئی کوئی سرکش کچل گیا		آنکھوں کے سانسے سے پھلاوا نکل گیا
مشتوق بزدلنگ تھی وہ تیغ حضری	۱۲۶	لب پر ہو سے پان کی لالی سی تھی جسی
دیکھی علی کے وقت سے فوجوں کی برہمی		آتش مزاج سحر کہ آرا کسی دی
برسوں رہی بفل میں شہر شریفین کی		جیسے ہوئے لڑا یساں ہر وہ جین کی



تلاویں پیچ دتاب سے بل کھلے رکشیں	۱۲۷	بھلی یوں اڑے کہ بر چھیاں چھرا کے رکشیں
کے جو دل کما میں بھی چلا کے رہ گئیں		چشم زورہ کی چھلیاں پتھرا کے رہ گئیں
اڈالوں کے رنگ فوت سے کافور ہو گئے		چار آئینوں کے شبستہ دل پور ہو گئے
سراڑ گئے تنوں سے جد ہر سر سری پٹی	۱۲۸	خسکی سے خوں میں دوب کے سوئے تری چلی
خالی ہوئے پرے تو غضب میں بھری چلی		غل تھا کہ لود کما کے لگا وٹ پر ی چلی
انجرائیں کے ان کا ہو چائے لگے		دیوانے آپ اپنے لگے کاٹنے لگے
چلنے میں گر کہیں کمر اس کی چمک گئی	۱۲۹	ڈھالوں کی ابر تیرہ میں یکی چمک گئی
اڑنے لگیں جو خون کی چھینٹیں سرک گئی		گڑ آئی سر پر کبھی سوئے تلک گئی
بر سے نہ اس ترک سے بادل سازہ کے		قربان ذوالفقار تری کھٹاٹ بازہ کے
چھوٹیں کمانیں قبضوں سے اور چکیوں سے قیسر	۱۳۰	کبھی لڑائی سے ہوئے تھے جو ان و پیسر
ماری تھے تیغ زن قدر انداز گوشت گیر		اپنے لمبوں لوٹے پھرتے تھے پھر شہریر
شکر یہ رخوں کا جو پاماں ہو گیا		مارے خوشی کے تیغ کا منہ لال ہو گیا
بڑھتی تھی زور شور سے ہر دم بسان رود	۱۳۱	گر گر کے برہے تھے شاں جباب خود
نیزے کے ہوئے تھے تو ٹوٹے ہوئے عمود		خالی تھارن بھری تھی سروں سے اجل کی گود
انگنتی نہ تھی جو تیغ شہر قین کی		جنگل میں شور تھا کہ ڈوہانی حسین کی
اسے بحر طبع بس یہ رودانی کہاں تلک	۱۳۲	ہاں اسے زباں یہ چرب زبانی کہاں تلک
اسے ذوالفقار شعلہ فشاں کہاں تلک		قند تمام کر یہ کہانی کہاں تلک
انجڑ ہے اور گلوتے شہ مشرقینا ہے		خاموش ہو یہ وقت ناز حسین ہے
بھولیں گے مومنوں کو نہ پیاد نگار بسند	۱۳۳	فرصت ملے تو کہہ کے سناؤں ہزار بسند
برسوں نہ ہو زباں فصاحت خصار بسند		سن لو کہ گر یہ خیز ہیں یہ پانچ چار بسند
دی ہے جو مصطفیٰ کی قسم فوج شام لے		تلاور رک لے بہ تھار امام نے
پہونچا ہے عنقریب لب بام آفتاب	۱۳۴	شوق ناز عصر میں ہیں مضطرب جناب
دریا پہ ہیں مگر نہیں ملتا دھوکہ آب		سید کو تیرا رتے ہیں خانان خراب
منظور ہے نہ جنگ نہ ہاتھوں میں مہیہ		بجلی جو تھم گئی ہے تو کیا مہ کا شور ہے
لکنا ہے جب خدنگ تو چھیتی ہے خوں کی دھار	۱۳۵	کاشی میں فرط ظلم سے تڑپتی ہے ذوالفقار
کتے تھے روئے شاہ کہ اب کیوں ہے بیقرار		بس بس کہ قتل ہو چکے دشمن کئی اسرار
کینک دغا میلن کا دل درد مند ہے		اسے ذوالفقار صبر حسد اکو پند ہے

آقا شہید ہوتا ہے گھوڑے کو ہے یہ غم فرماتے ہیں حسینؑ کو اسے ذوا بجناح قہم	۱۳۶	حربوں سے شاہ دیں کو بچاتا ہے دم بدم پھر میں اور تر پڑوں گا مٹا یاں سے گو قدم
دعدہ ہے خون میں بھرنے کا رب قدرے		بشا اب بکا نہ بچے تیغ و تیرے
سینے پہ اب چڑھے گا مرے شہر و سیاہ دو دن سے میرے ساتھ ہے بے دانہ و گیہا	۱۳۷	تھر سے نہ دیکھا جائے تو جا سوئے نیم گاہ شرمندہ تھکے ہوں بہت اسے میرے پیر خواہ
عادل کا سنا ہے شہر مشرقین کو		مارا ہو کر کبھی تو بھل کر حسینؑ کو
کتاب ہے رو کے شاہ سے اس پر وفا شعار رخصت کے وقت مجھ پر جو حضرت ہوئے سوار	۱۳۸	جب تک کہ دم قدم کو نہ چھوڑیگا جاں نثار بنت علیؑ نے مجھ سے کسا تھا بجا ل راہ
پھر ایک بار ڈیوڑھی پہ لانا حسینؑ کو		اسے ذوا بجناح چھوڑ نہ آنا حسینؑ کو
دو دن سے خود حضور ہیں بے آب و بے طعام بچپن سے میرے حال پہ شفقت رہی مدام	۱۳۹	میں کیا ہوں اسے حسینؑ سیکنے ہے تشد کام میں کس زبان سے شکر کروں اسے شہر انام
برہن چڑھے پہ دل سے اتارا کبھی نہیں		تقصیر پر بھی آپ نے مارا کبھی نہیں
یہ ذکر تھا بھی کہ بڑی فوج اشیسا زہراؑ نے خاک اڑا کے جو عریان سر کیا	۱۴۰	دو لاکھ نے امام کو حلقہ میں لے لیا تھرا گیا مزار شہنشاہ انبیا
نیزے لگے جو قن پہ حسینؑ دیر کے		بستی بخت کی ہل گئی نعروں سے شیر کے
مارا ابوا کھنوق میں نے گلے پہ تیرے بچکے لگا جو غش میں علیؑ کا سر	۱۴۱	خون ہو کے حلق شہ سے بہا فاطمہؑ کا شیر بھاگا لگا کے فرق پہ شمشیر اک شریر
یتیموں سے پیچ سبز عمامے کے کٹ گئے		گردن سے ذوا بجناح کی جھک کر لٹ گئے
ان اے حسینو یہ نصیبت کا وقت ہے روئے میں فاطمہؑ کی رفاقت کا وقت ہے	۱۴۲	سر پٹنے کا وقت ہے رقت کا وقت ہے کرتا ہے عرش حق یہ قیامت کا وقت ہے
انکلی رکاب پائے شہر مشرقین سے		گھوڑے پہ اب تھا نہیں جاتا حسینؑ سے
لوگر پڑے زمیں پہ پشیر ہے غضب پھر بر چھیاں لگاتے ہیں بے پیر ہے غضب	۱۴۳	دوبی ہو میں زلف گرہ گیر ہے غضب دخمی گلے پہ اور لگا تیرے ہے غضب
اگر پڑتے ہیں زمیں پہ کبھی گر سنبھلتے ہیں		جھک جھک کے منہ سے خون کے نچنے اگلے ہیں
دربعدن عقیق میں بن گئے ہیں سبب ہرزخم پر نعینوں سے پانی کی ہے طلب	۱۴۴	فیروز فی ہیں پیاس کی شدت سے صل لب دیتا نہیں جواب مگر کوئی بے ادب
اب تک وہن سے بات بھی وقت سے آتی ہے		طاری ہے صفت یہ کہ زباں لڑکھڑاتی ہے



ڈوبے ہوئے ہو میں ادھائے ہیں دونوں بات	۱۴۵	خالق سے یہ دعا ہے کہ اے رب پاک ذات
شیعوں کو میرے آتش دوزخ سے دے نجات		عزت حیات میں ہو تو راحت پس از وفات
زیر زمیں بھی مورد لطف و کرم رہیں		یہ سب کے سب صراط پر ثابت قدم رہیں
سب پر بھی یہ دعا کہ لگا تیرا سرق پر	۱۴۶	ریش مخشاب دار ہوئی سب لو میں تر
سجدے میں حق کے جھک گئے ہاتھوں کو ٹیک کر		واں آئیں آٹ کے بڑے شہر بہ گھر
زانور کھا جو چھاتی پہ لہڑا کے جائے کی		دانی طرنت سے آئی صد اہائے کی
تھرا کے دیکھنے جو لگا وہ ادھر آدھر	۱۴۷	دیکھا کفر ہے اچھو مرسل برہنہ سر
حیدر بہت قریب ہیں تھامے ہوئے جگر		دہرا کی سبے صدا کہ سید کو ذبح کر
ڈر قمر حق سے دست درازی کو پھوڑے		صدقہ نبی کا میرے نازی کو چھوڑ دے
بیکس کی کون سی ہے خطا کون سا گناہ	۱۴۸	بے ہے مرا حسیں تو ہے سب کا شہر خواہ
بے کس اگر ہوا یہ غریبوں کا بادشاہ		ہو جائیں گی سفر میں غنی ز ادیاں تباہ
یہ ظلم و جور احمد و حیدر کے سامنے		بیٹے کو ذبح کرتا ہے مادر کے سامنے
پہننے لگا جو ڈور کے وہ مرد جفا شعار	۱۴۹	چلا یا بڑھ کے یوں پسر مسدانا بکار
ڈرتا ہے کیوں یہ سحر ہے اسے مرد نامدار		بلدی پھر ادسے شہ کے گلے پر پھری کی و سار
اب حشر ہو گا اس جسد پاش پاش پر		سر کوٹے زینب آتی ہے بھائی کی لاش پر
سید پہ ہو رہا ہے آدھو نظم بر ملا	۱۵۰	زخمی گلے پہ دوڑ کے رکھ دے گی وہ کلا
بنت علیٰ کو روک کے محاکوئی بکسلا		ڈر ہے آٹ نہ جائے کیس دلت کر بلا
خلعت لے اسپ لے گھر شاہ وارے		نہی سے سر حسین کو جلدی ۱۶۷ لے
یہ سن کے اس شتی سے بڑھسا پھر وہ کینہ جو	۱۵۱	خبر رکھا گلے پہ عسکر کے روبرو
بولے یہ آنکھیں کھول کے پیٹر نیک خو		اماں تڑپ رہی ہیں زمیں پر کشادہ رو
ثابت ہو ابٹھ کہ اجل اب قریب ہے		کدے ابھی ہے دور کہ زینب قریب ہے
خبر ہٹا کے حلق سے ظالم نے یہ کسا	۱۵۲	سیدانی ایک بھی ہے غم سے بے ردا
شہر بولے یاں سے سامنا ہے خیر گاہ کا		لے چل بٹھے نشیب میں اسے بانی جفا
بھائی کے مرتے وقت بہن کا گڈڑ ہو		یوں ذبح کر بٹھے کسی کو خبر نہ ہو
یہ کہہ کے خود نشیب کی جانب چلے امام	۱۵۳	مردم کے دیکھتے تھے مگر جانب حشام
سجدے میں واں پہونچ کے جھکے پھر شہ انام		فریاد انیشت قیامت کا ہے مقام
خبر سے فوج جان و دل فاطمہ ہو ا		جس جاٹھی تل گاہ وہیں حال نہ ہو ا

اس وقت پہونچی زینب نا شاد و نہ گر بھری ہوئی تھیں چہرے پہ زلفیں ادھر ادھر	۱۵۴	جب شہر اتم میں لیے جاتا تھا شہ کا سر زخار دلوں زرد تھے اور ہونٹوں سے تر
حق خاک مجدہ گاہ جین سیٹ کی		اکھیں کھلی تھیں فاطمہ کے نور میں کی
قرآن پڑھ رہا تھا سر ایں بو تر اب روشن تھا بد قتل بھی وہ شل آفتاب	۱۵۵	اور ریش میں کھلا ہوا تھا جا بجا خضاب ظاہر تھا یہ لبوں سے کہ پاپا باتیں ہے آب
انکوں سے یہ جہاں تھا کہ دنیا سے جائیں		نابت یہ غشک ہونٹوں سے تھا سکرانے پر
جلانی سر کوبیٹ کے زینب جگر فگار سید تری کھلی ہوئی آنکھوں کے میں شار	۱۵۶	ہے شہید ہو گیا تانا کا یادگار بھیا بن کے آنے کا تھا تم کو انتظار
شاہد ابھی چل ہے چھری حلق پاک پر		اس وجہ سے ہو یہ ٹیکتا ہے خاک پر
کیا چکے چکے جان دی اے شاہ دیں پشاہ آئی صد اک بات کی فرصت ملی نہ آہ	۱۵۷	سرخ سے کٹ گیا نہ پکارے ہیں کو داہ زینب اما سے حال کی ہے فاطمہ گو داہ
بھگتے پہ سینے پہ قاتل سوار تھا		اس جہر میں بن مرا کیا اختیار تھا
قاتل بڑھا جو سے کے سر سرور زین پھیلا کے دلوں ہاتھوں کو دھڑی وہ یون	۱۵۸	کس یاس سے کہا کہ خدا حافظ اے بن آئی صد اے دختر محبوب زو المن
بٹی ترے شہید برادر کے ساتھ ہوں		تو جا کے ڈھونڈ لاش کو میں سر کے ساتھ ہوں
جلانی وہ کہلا شہ عریاں ہے کس طرف اے ظار وہ فخر سیلاں ہے کس طرف	۱۵۹	ہے تن امام غریباں ہے کس طرف اے دشت گر بلا ترا مہاں ہے کس طرف
زہرا کی عمر بھر کی کمانی کو کیا کیا		بتلا دے اے زمیں مرے بھائی کو کیا کیا
ہے کس مقام پر مرے سید کی قتل گاہ اے ارض یمنو اسبھے ملتی نہیں ہے راہ	۱۶۰	اے خاک کس لشیب میں ہے فاطمہ کا ماہ اے آساں یہ کیا ہے کہ دن ہو گیا سیاہ
اے شام غم وہ گیمووں والا کہہ کر گیا		اے آفتاب تیرا اجالا کہہ کر گیا
برکتی تھی کہ وہ سہ جے سر نظر پڑا پلائی اے بھائی یہ کیا ستم ہوا	۱۶۱	بس دوز کر پت گئی وہ غم کی بستلا آئی صد ایہ لاش سے جو مرضی خدا
کچھ غم نہیں جو ذراچ میں ناکام ہو گیا		است کی مغفرت کا سر انجام ہو گیا
بس اے ایمن اتو ہے شورہ نقان و آہ آباد کنور ہے تاحشر یا آہ	۱۶۲	آیں زبان دل سے کہیں عاشقان شاہ رکھو سب دوستوں کو جہاں میں بعز و جاہ
یارب ہر ابھرا چن آرزو رہے		جب تک چن میں گل رہے اور گل میں بور ہے



یارب کسی کا بارغ تمنا خزاں نہ ہو ماں باپ سے جدا پسر نوجوان نہ ہو اگر لا علاج ہے تو کیجئے کا داغ ہے	مرثیہ	دنیا میں بے چراغ کوئی غا غماں نہ ہو چھٹ جائیں سب یہ فرقت آرام جاں نہ ہو بد تر وہ قبر سے ہے جو گھر بے چراغ ہے
دشمن کو بھی جہاں میں عراقی پسر نہ ہو ہوں سب طرح کے درد پہ درج جگر نہ ہو مٹی ہے سلطنت جو ملے کائنات کی	۲	دیراں کسی غریب کا آباد گھر نہ ہو یارب کسی کو صدمہ نہ فورہ نظر نہ ہو بیٹا نہ ہو تو خاک ہے لذت حیات کی
یعقوب سے جو یوسف عالی گھر چٹا راحت چٹائی الم میں صنیفی میں گھر چٹا مخروج تھا جو دل تو کیجیہ فگار تھا	۳	گیارہ پسر تورہ گئے ایک بکھر چٹا چلاتے تھے کہ پاس پر سے پسر چٹا راحت نہ رات کو تھی نہ دن کو قرار تھا
فرزند گرچہ کچھ نہیں آتا کسی کے کام لیکن وہ یہ نہیں ہے کہ رہتا ہے جس سے نام دشمن کو بھی نہ اپنی کمانی سے پاس ہو	۴	اس سے پردہ کو رخ پو پختے ہیں صبح و شام دم بھر پسر جدا ہو تو ہے زندگی حرام عسرت رہے یہ دولت اولاد پاس ہو
زالو پہ مر گیا جو برابر کا لور میں جب ہو جگر پہ رخم تو کیا آئے دل کو چین پھر تو نہ کوئی آس نہ کوئی امید تھی	۵	غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا جھک گئے حسین اللہ سے غم کہ پیر ہوئے شاہ شریں چہرہ تھا زرد ریش مبارک سفید تھی
فراتے تھے کہ لے خبر اب جلد اسے اجل ساعت ہے ایک سال مہینہ ہے ایک پل موت اس کی زندگی ہے جسے سب سے پاس ہو	۶	اسے دم خدا کے واسطے اب جسم سے نکل اسے تیغ ثمر اب کہیں جلدی گئے پہ چسل بابا کی قبر بھی علی اکبر کے پاس ہو
فرما کے یہ پسر جو شہنشاہ تھے سب حضرت پکارے اسے حرم سید عرسب بھائی کو رد چکے انھیں اب رو کے آئے ہیں	۷	دیکھا کہ در پہ رور ہے ہیں اہلیت سب اکبر بھی مر چکے کوئی باقی نہیں ہے اب بانو تنہا رہے وہ کوہ کو کے آئے ہیں
بے جاں ہوا جوان پسر و امیبتا توڑا پسر نے بند کسر و امیبتا واں مجڑوں کو سان پہ اعدا چڑباتے ہیں	۸	خالی ہوا حسین کا گھر و امیبتا بیکس ہوا غریب پر و امیبتا لو او داغ مرے کو اس نام بھی جاتے ہیں
جس دم شاہ امام دو عالم سے یہ کلام اکبر کا غم بھی بھول گئیں بیباں متسام بھائی کا حال دیکھ کے دل کو نہ کی پڑی	۹	ثابت ہوا ہراک پہ کہ مرنے سے کلام ڈیوڑھی کے پاس گر پڑی ماڑے نیک نام پردہ آلت کے دختر زہرا گل پڑی

۱۰	قدوں پہ رکھ کے سر کو یہ بولی وہ سوگوار روئے ہوئے جو آئے شہنشاہ نامدار	خیمے میں چلے آئے شہزادہ ہن نشاں ہنشی پر سے آ کے سیکھنے جگر و گار
	افلت پہ اس کی ٹکڑے کیجئے کہ جوتے ہیں	سب یہاں بھی روتی ہیں طہرت بھی روتی ہیں
۱۱	شہکتے تھے کہ کم کرو اہلت سیکھ جاں سینے پہ منہ کو رکھ کے درو و بعد فناں	ہم ہیں تمہارے پاس کوئی دم کے یہمساں اب ہو گا کوئی آں میں لالوے شہریاں
	سرد گرد دان کو جو اہلت کے باب ہیں	بی بی ہم اب مسافر پا در رکاب ہیں
۱۲	شراب سے موت لائی تھی ہم کو سنے عراق ہر چند درد بھر عزیزاں ہے دل پہ شاق	موت سے وصل جتو پر رکا ہے اشیاق انجام اتحاد مسافر کا ہے نسراہی
	تم سب کو حکم صبر ہے رخت نہ چاہیئے	بی بی مسافروں سے محبت نہ چاہیئے
۱۳	کیوں میرے منہ کو دیکھ کے روتی ہو بار بار دبا سے اٹھ گئے ہیں یوں ہی سب بزرگوار	مرضی میں کبریا کی مرا کیا ہے اختیار کرتا ہے رعم و مہمت بیٹوں پہ کردگار
	اس قافلہ میں خلق کا حاجت روا ہے	اچھا جو کوئی سر نہ ہو گا خدا تو ہے
۱۴	یہ کہہ کے روئے حضرت زینبؓ پہ کی نظر آتش بیا کے کئے لگے شاہ بحر و بر	دیکھا بھرا ہے اکٹھے میں غم اور پشنا ہے سر زینبؓ تمہارے غم سے بے فکر ہے مرا جگر
	پیو نہ سر خدا و پیکر کے واسطے	کیا اپنی جان دو گی برادر کے واسطے
۱۵	آنکھوں کے سامنے ہوا اماں کا انتقال بھائی حسنؓ کے مرنے کا کچھ کم نہ تھا طلال	دنیا سے تیغ کھا کے گئے شیر ذوالجلال ان افقوں میں یہ نہ ہوا تھا تمہارا حال
	سرخک پر ٹپک کے بکٹی ہو روتی ہو	میں ایسا کیا ہوں جس کے لیے جان کوئی ہو
۱۶	بہینا طریقہ جہلا ہے فغاں و آہ درپیش ہر بشر کو ہے یہ ناگزیر راہ	بندے کے صبر میں ہے رضا سندی آہ نہ موت سے فقیر ہے گا نہ بادشاہ
	بیٹوں سے باپ بہنوں سے بھائی جدا ہو	تھے اس مکاں میں پہلے جو ہم سے وہ کیا ہو
۱۷	دیکھو کہ جینے تک تھے مرے سب رفیق و یار افسوس و دہر میں خزاں ہو گئی بہسار	اب ہے نہ کوئی دوست نہ ہدم نہ جاں نثار خونچے ہے رنج ہے نہ گل ہے نہ برگ و بار
	برسوں میں جس کو سج کیا تھا وہ مر گئے	گویا کبھی ہماں میں نہ تھے یوں گذر گئے
۱۸	مرا پھر ایک دن ہے جو ہو سورس جیاست ہوتا جو زندگی کے مئے غن میں ثبات	قافی ہیں سب اگر ہے تو باقی اسی کی ذات آٹختے کبھی جہاں سے نہ سردار کا ثبات
	بر چند آج مالک پر وہ نے زمیں یوں میں	سوچو نہیں کلاں سے تو بہتر نہیں ہوں میں



۱۹	اب والدہ کہاں ہیں کہاں شاہِ بحر و بر اتن کی ہیں خبر نہ ہماری اکھیں جبر جس دم طلب ہوئے تو اکیلے چلے گئے	افضل کہیں تھے مجھ سے مرے مادر و پدر بیٹوں سے باپ چھوٹ گئے باپ سے پسر پیارے تھے سب پہ ساتھ کسی کو نہ لے گئے
۲۰	راضی تھیں بیٹنوں سے نہ تھا دل میں کچھ عناد کچھ منہ سے غیر شکر نہ بولیں وہ خوش نساد امت کے حق میں آپ بھی بددعا نہ کی	امان کا صبر و شکر تو سب ہو گا تم کو یاد وہ پہ ہوا جو ظلم کا ہر بانی مناد کیا کہ اتم ہوئے پہ شکایت ذرا نہ کی
۲۱	مریخ کا پ جاتا تھا جن کے عتاب سے سجد میں خود جگا دیا قاتل کو خواب سے فرمایا چل لاز کو کیوں بے حواس ہے	افضل نہ تھا جاں میں کوئی بو تراب سے کس سے وہ صبر ہو جو اس جناب سے ہر چند جانتے تھے کہ تیغ اس کے پاس ہے
۲۲	تڑپو نہ مثل برق نہ روو شالِ ابر آخر ہے سب کے واسطے آزارِ مرگ و قمر ہنوں سے بھائی بھائی سے نہیں بچھڑ گئیں	در ش میں تم نے پایا ہے دو صابروں کا صبر شاگرد ہو ہزار ستم ہوں ہزار جبر ایاں سیکڑوں غی ہوئیں مشکلیں گر گئیں
۲۳	مرا ج پنج گئے تو سی مرحلہ ہے کل دنیا میں صبر سے نہیں بہتر کوئی غسل ہوئے پدر کے واسطے برسوں کو کیا ہوا	ہوتا اگر نہ قتل تو آتی نہ گیس ا جل رہنے کی ہے نہ جانہ ٹھرنے کا ہے محل آتا نہیں وہ پھر کے کبھی جو جدا ہوا
۲۴	پر گونہ کر اپنے دل کو میں سمجھاؤں یا امام کس گھر پاکیزہ میں ہو اب یہ قتل عام پتھر سے نہ بیر رہے نہ جواں رہے	نہیب نے عرض کی کہ بکا ہے یہ سب کلام انصاف کیجیے یہ بکا کا نہیں منقام پتھروں سے جوئے اشک نہ کیوں کر رواں رہے
۲۵	تھامیر سر پہ ایک کے بعد ایک ٹنگسار بیا کی ماں بھائی، ہیں آپ یادگار پھر کون سر پرست ہے جب آپ اٹھ گئے	بچے تھے گھر سے چار جنازے نہ ایک بار اب تو فقط ہیں آپ ہی یا شاہِ نامدار اولاد قتل ہو گئی ماں باپ اٹھ گئے
۲۶	جھکو اجل بھی بھول گئی یا شمشِ زماں اتک جان میں بیتی ہے یہ چرنا تو اں اماں کا کمر اچڑ گیا اور بس نہر مہر گئی	دنیا میں کوئی مجھ سا نہ ہوئے گا سخت جاں دنیا سے اٹھ گیا علی اکبر سا نوجواں اب پیری عمر آہ و بکا میں گذر گئی
۲۷	حضرت سے یہ کہا تھا کہ نہیب سے ہر منشیار اب مجھ کو سونپنے ہیں کے ستارہ مدار کچھ تو بہن کے باب میں ارشاد کیجیے	انسانے ماں نے بھائی نے ہنگامِ احتضار پیر ہے مختار ہے حواسِ یہ سو جو مدار اماں کو کہ گئی ہیں اسے یاد کیجیے

۲۸	بچوں کہاں جو فوج ستم لوٹنے کو آئے اے مرے نصیب ڈاپے میں آئے آئے	۲۸	اتنا تو ہو کوئی کہ یہ کہنے رو دیا بچا سنے اماں کو آج ڈھونڈو کے زینب کہاں سے لائے
	چادر اوڑھائے کون جو عریان سر بھڑوں		قسمت میں یہ لکھا ہے کہ میں در بدر بھڑوں
۲۹	شہنے کہا نہیں نہیں لازم یہ اضطراب گرفتہ ہو گئیں تو پھڑا لے گا کر دھار	۲۹	راہ خدا میں ہے یہ ایسری بھی افتخار ہے ذات اس کی راحم و ستار و پردہ دار
	بچھو مرے سخن کو بہن بائیز ہو		میں اُس کو سوختا ہوں کہ جس کی کینز ہو
۳۰	والود اراغ جا کے پھر اب ہم نہ آئیں گے سرد سے کے عاصیوں کے گنہ بخشو امیں گے	۳۰	اس تین دن کی بھوک میں تلواریں کھائیں گے اب بعد عصر نانا کی خدمت میں جائیں گے
	اشیاریں سے رہو کہ ناروں کے پالے میں		زینب یہ سب مہم تمہارے حوالے ہیں
۳۱	شب کو جو بگو ڈھونڈو کے روئے سکینہ جان لو بیہو کریم تمہارا نگا بسان	۳۱	زینب خدا کے واسطے رکھو تم اس کا دھیان لو شہر باؤ ہوتا ہے رخصت یہ یہاں
	اگلی کہہ رہے دلیر ہر اکو دیکھ لے		سجاد کو جگا دو کہ بابا کو دیکھ لے
۳۲	یہ کہہ کے خود چلے گئے شہنشاہ بکرو و بر دو بیہیاں سنبھالے ہیں بازو ادھر ادھر	۳۲	دیکھا کہ آپ آتے ہیں بسٹا دلو نہ گر ہے دستہ قمش میں عصا اور جھکا ہے سر
	اچر سے ہے عیاں کہ سراپا میں درد ہے		اتند زخراں ریخ پر نور زرد ہے
۳۳	کہنے لگے یہ بڑے کے امام نیک اساس کیا حال اب مزاج کا ہے اس خدا شناس	۳۳	کیوں آئے تم کہ آتے تھے ہم لو دتھارے پاس خود بے خبر میں صبح سے ہے یہ بجوم پاس
	ہم سا بھی کوئی ہو گا نہ بیکس زمانے میں		آیا ہے وقت لڑکا لائے اٹھانے میں
۳۴	یہ سب قبا پہ سینہ اکبر کا ہے ہو یہ بھیجی یعنی سب ہے اسی کے بدن کی ہو	۳۴	بے جاں ہوا ہے گود میں میری وہ ماہ رو ہم سر کشا کے مرنے گئے اس کے رو رو
	نیزہ شہ کا چاند سے سب سے پہ چل گیا		وہ کیا بچھڑ گئے کہ کلیجہ نکل گیا
۳۵	شکر خدا کہ اب نہیں باقی کسی کا دم ادم نہیں ہے کوئی بجز خیر و دم	۳۵	شہر دتن میں ہے فقط اپنا ہی ایک دم متسل ہے سب کی لاشیں اٹھا لائے ہیں ہسم
	گشت کر یہ سرسناں پہ جو چڑھنے کو جائے گا		حیرت ہے کون لاش ہماری اٹھانے کا
۳۶	جس دم مناہیں سے یہ درد کا بیباں بنلوں میں ہاتھ دے کے یہ بولے شہ زماں	۳۶	رو کر قدم پہ گر پڑے ستاؤ نا تو اں بس میں غش آئے جائے کہیں اسے پرد کی جاں
	اس تپ میں بیروں کی نصیبت اٹھاتی ہے		بیٹا ابھی بہت نہیں آفت اٹھاتی ہے



بستر پہ جا کے بیٹھ رہو اور کوئی دم بولا یہ ہاتھ جوڑ کے تب وہ اسیر غم	۳۷	ملّت نہ دیں گے پھر کھین یہ بانی ستم چوڑوں گامیں نہ قبلہ کو نین کے قدم
بٹیا نہ ایسے وقت میں بابا کے ساتھ ہو		بیار چاہیے کہ سیسکا کے ساتھ ہو
قابل نہیں ہے تیغ کے گو دستِ رعشہ دار کچھ غم نہیں جو تب سے دکھتا ہے جسم زار	۳۸	کھانے گا نیز آپ کے بد سے یہ جان نثار لہنے کو جب چڑھے تو اتر جائے گا بھار
رٹا ہے سہل قید میں جایا نہ جاہ کا		خادوم سے بارِ طوق اٹھایا نہ جائے گا
شہ نے کہا کہ اس میں نہیں جائے دم زدن بکھوڑاں سے تم نہ شکایت کے کچھ سخن	۳۹	بٹیا یہی ہے مصلحتِ ربِ ذوالمنن نقصان کیا ہے طوق ہو گردن میں یارس
ہے اختیار طاقِ عادل کے واسطے		ظلمت کن کی بے مہر کال کے واسطے
عالم ہے ذاتِ پاکِ خدا سے مجستہ خو ہر وقت چاہیے میرِ طاعت رہے فرو	۴۰	عمرہ وہی دیا اسے لائق تھا جس کے جو راحت ہے اس کی راہ میں ایذا جو ہو سو ہو
سب اس جان میں آئے ہیں بٹنے کے واسطے		پیدا ہوئے ہیں رنج اٹھانے کے واسطے
قاسم کے تن کے واسطے تھے خیر و حسام اکبر کو حکم تھا کہ سناں کھا کے ہوں تمام	۴۱	بے دست ہو یہ تھا مرے بھائی کے پانے نام گردن سٹائیں تیغ سے یہ ہے ہمارا کام
حکمِ خدا میں بس ہے ذماں کا نہ باپ کا		پہلو گئے بس طوق یہ حصہ ہے آپ کا
صبرِ اب تھا رازِ شاہ ہے یہ جانتے ہیں سب بچوں کا باں کے قمر ہے اللہ کا غضب	۴۲	ہوتا ہے تپ سے شیر کی طاعت میں فرق کب سب عاجزی یہ بخشش امت کا ہے سبب
بستر پہ وہ جو مر چکی ربِّ العباد ہے		بے نور عین صبرِ تھارا اجساد ہے
باند ہیں اگر رسن میں گلا یہ ستم شمار ہر شے کا ہر مقام پہ موقع ہے میں نثار	۴۳	تم جازنو کہ دم ہوے داوا کے ورثہ دار کیا کیا نہ کافروں سے لڑے شیرِ کر و گار
توڑا تھا ایک دن درِ خیرِ جان میں		اک روڑ تھا انہیں کا کلا رہیمان میں
اس دن جو کرتے جنگ تو تھا دین کا ضرر موقع نہ تیغ کا ہو تو پھر ڈال دے پھر	۴۴	جرات کے سوا پلن میں تیجاعت کے سو ہنر دیسای روزِ آج ہے صدقے ہو یہ پھر
کردن جھکا دو آج جو اس میں فلاح ہے		حکمِ نبی تھا وہ یہ ہماری صلاح ہے
آب تو نہیں ہو وارثِ نورِ یسیتِ بدر بے جاں ہوئے تو کون سنبھالے گا میرا گھر	۴۵	محرم کوئی تو ہو جو کلیں بیبیوں کے سر قائم رہے گی تم سے مری نسل اسے پسر
ناموسِ مصطفیٰ کے مدارِ الحسام ہو		تم میرے بعد سارے جاں کے امام ہو

۴۶	گھر چلتے وقت تم کو اگر آگیا جہلاں نہ بخیر و طوق سائے لائیں جو بد نصلاں مطلق نہ ہو سنا کوئی ناری جو گرم ہو	ہو جائے گی تباہ رسولِ خدا کی آل تم میری بیگنی کی طرف کیجیو عیساں دکھلاؤ وہ صبر کہ آہیں بھی نرم ہو
۴۷	حق نے کیا ہے اب تمہیں سردارِ قافلہ کہاں بھی چلتے رہیں خدا دے ہو وہ صلہ چشموں سے خوشی میں رواں جو لے اشک	مبار جو ہیں زباں سے وہ کرتے نہیں کلمہ پٹری کو جانو کہ ہے بخشش کا سلسلہ گردن میں ہوں ہو طوق کہ قریٰ و رشک ہو
۴۸	بوسے یہ باہ جوڑے بستاد کشن کام اچھا اسیر ہونے کو حاضر ہے یہ غلام جب تک کہ بیڑیوں میں اسیر نہ رہوں	جو مصلحت کریم کی جو مرضی امام پیدل خدا کی راہ میں جاؤں گا تاہ شام حضرت دعا کریں کہ میں ثابت قدم رہوں
۴۹	فرمایا شاہ نے کہ خدا کا فضا اے پسر یہ جو بہن کو گود میں ملنے گئے جو گھر یہنا خبر رس میں اگر ان کا ہاتھ ہو	فرصت ملے تو آئیو باا کی و ش پر اپنی عبا اڑھاؤ ماں کا کھلے ہو سر زینب فقار سے ساتھ ہیں ام ان کے ساتھ ہو
۵۰	جب دن میں بعد عصر شہر بھر دو چلے چلائی دوڑ کر یہ سیکڑے کہ صبر چلے وہ بولی کیا اب آپ نہ تشریف لائیں گے	بچے امام دیں گے مسرے نئے سر چلے فرمایا شہ لے خالق اکبر کے گھر چلے تر کر کہا حسین نے ہاں اب نہ آئیں گے
۵۱	بیت الشرف سے نکلے جو سلطانِ بحر و بر حضرت نے باگِ قحطام کے دیکھا ادھر ادھر تسلیٰ حسین پہ نہ ہر آنے رو دیا	دیکھا کہ خدا بھناج کھڑا ہے جھکائے سر کوئی نہ دوست تھا نہ برادر نہ بھٹا پسر غربت پہ اپنی خود شہر والا نے رو دیا
۵۲	اُس دم یہ جبرئیل کو حق کا ہوا خطاب گردن جھکائے روتا ہے وہ مالک الرقاب کام آئے گی ہر اک کو محبتِ حسین کی	سب مرچکے ایکسلا ہے فرزندِ بو تراب ہاں جا کے قحطام لے مرے پیئر کی رکاب بس آخری راہی ہے یہ خدمتِ حسین کی
۵۳	روحِ الایں نے آکے جو تھامی رکابِ شاہ القدری شان و شوکتِ اقبالِ دعو و جاہ نہاک عروجِ خلق کے سر تاج کے لیے	کھڑے پہ جلوہ گر ہوا وہ سرش بارگاہ گویا براق پر تھے رتوں فلک پناہ غل تھا حسین جاتے ہیں معراج کے لیے
۵۴	وہیں تھیں ساتھ ساغر کو ڈیے ہوئے جبریل تھے نجات کا دفتر دیے ہوئے لےتے ہیں پھول وادی بھر سرشت میں	قدسی جلو میں تھے طبع زر دیے ہوئے بھولی میں تھی فیم نکل تر دیے ہوئے وہ تھا برات لے کے چلا ہے بہشت میں



پیدا تھی سر سے تا پہ قدم مرتضیٰ کی شان ایسے میں بھی ہونے ہیں بندے خدا کی شان	۵۵	چہرے آشکار تھی خیر اور ہی کی شان زہرا کا من اور حسن بختی کی شان
جلوہ تھا ایک چادر میں چار آفتاب کا		اشد رنگ تھے دیکھ کے چہرہ جناب کا
شانے پہ بھی کھلا نہ کبھی بن کا بیچ و حسن تاریک شب ہے دیکھ کے چل راہ اسے قلم	۵۶	ان گیسوؤں کی مدح کرے یکا کوئی رقم رکتے ہیں پوشگاہت بھی یاں سوچ کر قدم
غرض شو کہ بال سے باریک راہ ہے		اسے بے خبریہ کو چہ زلف سیاہ ہے
سو گئیں اگر یہ بو تو ملائیک پڑھیں درود زدیدہ اک گیا ہے سنبھل کی یکا غود	۵۷	کیا ذکر عطر و عنبر و مشک و عیسیر و عود کرتی ہے بوئے زلف رسا عرش تک صود
عنبر میں کب یہ بو ہے کہ سارا جہاں بے		گنت سے گیسوؤں کی زمین آسماں بے
پیدا اسود شام میں ہے جلوہ سحر ہاں اب درود پڑھ کے جیس پر کرو نظر	۵۸	چہرہ ہے گیسوؤں میں کہ اسے میں ہے رقم طول اس کلام میں ہے بہت قصہ مختصر
دیکھو اس آئینہ میں عجب کے نو رکو		یاں کیا فردغ روشنی کوہ طور کو
قرباں ہے ابروؤں کی کشش پر ہر ایک کماں دیکھیں تمام عمر تو خاطر نہ ہوں نشان	۵۹	تاہا یہ صبح کا ہے کہ سجدے کا ہے نشان ہر تیر پر طرہ کے تصدیق ہزار جاں
زگس کے بھول پھینک دو صدقے تار کے		شرمندہ حسن چشم سے آہ تار کے
نسبت بھلا ہے لعل بدخشاں سے ان کو کب سو دیر لے نہ اسے آب ہے غضب	۶۰	یلم ہیں گو کہ فرط عطش سے جیتی لب اپنی زباں چوسائیں جسے سید انعم لب
وہ کون ہیں جو دیتے ہیں پانی درخت کو		ایسی تھی دشمنی عہد خیر و بخت کو
شتاق بن کے کو ٹرو تسنیم و سلیق بیزوں کو بھی صفا میں ہے دعوائے بے دلیل	۶۱	قربان آب کو ہر دمداں سے عسلی پایا ہے اخروں لے یہ کب رتبہ جلیل
یہ نور کی صدف کے گہری وہ سنگ ہے		ان میں یہ آب و ناب نہ یہ رنگ و رنگ
رفتہ تھیں ہے کچھ بھی رسالت آب سے یہ شیر خاٹے سے بنے وہ سحاب سے	۶۲	پوچھے یہ جو ہرنی کوئی در خوش آب سے ادنیٰ کا کیا مقابلہ عالی جناب سے
دعویٰ ہے کیا بد سے ہوئے در پیہم ہیں		یہ زریب انگو شوارہ عرش عظیم ہیں
گوا کہ یون بیل سے کھلا ہے آفتاب دن اس سے بہرہ مند ہے شب اس کو فیضیاب	۶۳	وہ دریش پاک روئے ضیا پر وہ جناب وہ صبح شیب کی ہے تو یہ ہے شب شباب
ایسی ہو رمل صنف زخار کے لیے		ہو اس طرح کا چاند شب تار کے لیے

۶۴	آئینہ گلے بارک کو کیا لکھوں یا شیخ بزم قاطع و مرتضیٰ لکھوں	۶۴	بدرد جانی تاؤں کہ شمس اقصیٰ لکھوں یا بوسہ محاورہ حضرت خیرالوری لکھوں
	پروانہ دار صدقے میں عاشق حضور کے		احالہ ہے شیخ طور کو سانپے میں نور کے
۶۵	شانہ وہ ہیں کہ جن پہ شفاعت کا بار ہے ساحل میں قوت اسد گردگار ہے	۶۵	بازو کی آستین سے ضیا آشکار ہے پنچہ وہ جس کے قبضے میں خود ذوالفقار ہے
	ہے چاندی صبا کف نیکو سرشت کی		دس انگلیاں کلید ہیں آٹھوں بہشت کی
۶۶	کیونکر بشر سے ہو صفت سینہ امام قرآن کا اور اس کا برابر ہے احترام	۶۶	ایمان کی جان علم کا گھر مدد کا مقام رہے میں کیا سخن ہے برابر میں کیا کلام
	صحف ہے آن کے سینہ انور کے واسطے		سینہ ہے آن کا مصحف اکبر کے واسطے
۶۷	کیسا یہ انقلاب ہے اسے چرخ بے مدار سینہ ہو جس کا مخزن اسرار گردگار	۶۷	تیرہمیں اسی پر رکھے پائے چکسہ دار دوڑا میں گھوڑے اس پہ ہزاروں کارزار
	دشمن بھی یوں بلا میں کوئی مبتلا نہ ہو		ایسے تم یوں اور قیامت بسانہ ہو
۶۸	کیا بات اس ولی کے قدم کے ثبات کی تسلیم بنا انھیں سے ہے صوم و صلوٰۃ کی	۶۸	جتنی جس کے فیض سے برکت کا ثبات کی ہر نقش پا دکھاتا ہے صورت سخاوت کی
	لکھی ہوئی ہے سیرام سر نوشت میں		پروا انھیں کے جاؤں گے سیدھے بہشت میں
۶۹	بالائے سر عمامہ محبوب کر دگار حزقہ کی ذوال دوش پہ قبضے میں ذوالفقار	۶۹	گورادہ رنگ اور وہ ریش خضاب دار ریش سے خدا کے شیر کا سارعب آشکار
	سہ خیرگی نگاہ کو حسن جناب سے		آنکھیں لا سکا ہے کوئی آفتاب سے
۷۰	چتر زری نگائے تھاواں ابن سعد شوم وہ شورہ اردو گیر کا وہ فوج کا ہجوم	۷۰	دوسو تھے گرد و پیش ریشاں شام و روم وہ جا بجا نقیبوں کا قل صف کش کی دھوم
	چھایا ہوا تھا ابر شمع میہمان پر		کیا آہنی تھی بیکس و تنہا کی جان پر
۷۱	چپکا کھڑا تھا حوب میں زہرا کا ناز میں ریش سے پسینہ پونچھ کے کتے تھے شاہ دیں	۷۱	لپٹیں فرس اٹھا تھا جلتی تھی یہ ز میں بیٹے خبر غلام کی یا ختم تر سلیں
	سر پر خدا ہے یا مرے ملک حضور ہیں		امت کا حال کس سے کہوں آپ در ہیں
۷۲	اناہیں اب لو اسے کو جلدی بلائیے کوثر سے بھر کے جام کوئی ساتھ لائیے	۷۲	مقتل میں آکے حال مراد بیکھ جائیے پاسا ہوں تین روز کا پانی پلائیے
	ہوتا ہے وہ ختم عروت سے دور ہے		امت سے پوچھئے کہ مرا کیا قصور ہے



عالم مسافرت کا ہے یا سید البشر	۳۳	تنہا ہوں آب کوئی نہ برادر نہ ہے پسر بچوں کو لے کے جائیں گی سید انیان کو دھر
غار ت گروں کا غول جو درانہ آئے گا		اس وقت کون چادر زینت بچائے گا
حضرت کی آل پاک کے دشمن ہیں تیغ زن	۳۴	ان باغیوں نے لوٹ لیا آپ کا چسپن اکبر کی لاش کو کوئی دیتا نہیں کفن
کشتے سب اپنے دفن یکے یا شبہ زن		کھوٹے پھرانے ہیں مرے قاسم کی لاش
سب نقش ہیں سکوں کے تن پاش پاش پر		
آئی صدائے حضرت محبوب کر دگار	۳۵	اے بکس و غریب نواستہ باز نہ نثار امت نہ بگئی آہ تجھے میسری یا دگار
پیارے میں دیکھتا ہوں یہ سب تیرا حال زار		
تجھ پر یہ پیاس کے نہیں صدے گزرتے ہیں		خبر سے اہل ظلم مجھے ذبح کرتے ہیں
روتے ہیں آج صبح سے حیدر ترے لیے	۳۶	شیر بے قرار ہیں شہر ترے لیے میں پھرتا ہوں اے مری و بہر ترے لیے
پھرتی ہے مضطرب تری مادر ترے لیے		
خالی ہے اے حسین تری جا بہشت میں		تو میرے پاس رات کو ہوگا بہشت میں
کس جا چھپیں گے رور قیامت کو اہل شام	۳۷	اللہ سب سے لے گا ترے غول کا انتقام بس آج عمر تک ہے یہ سب مر عدا تمام
گھبراؤ بوانہ اے مرے شیر تشنہ کام		یا پتوں خدا کے کو رہم آج ہو میں گے
ایذا کے دن گذر گئے راحت سے سو میں گے		
رضواں کھڑا ہے کھولے ہوئے درے پائے	۳۸	آراستہ ہوا ہے نیا گھر ترے لیے ہرار پا ہے چشمہ کوثر ترے لیے
رکھے ہیں سلسیل کے ساغر ترے لیے		
غرفے کھلے ہیں فوج ملک کا ہجوم ہے		حورون کے غول میں تری آمد کی دھوم ہے
پھولا نہیں سنا ہے فردوس کا چین	۳۹	بایدگی سے کڑے ہوا جاتا ہے بدن پینے ہو جیسے پھولوں کا گنسا نئی دھن
عالم یہ ہے بہشت کا اے میرے کم کن		نمل ہے حسین آتے ہیں دو لہجے ہوئے
کیا کیا ہیں قصر لعل کے اعلیٰ بنے ہوئے		
زکس کی چشم تر کو ترا انتظار ہے	۴۰	ہر نمل بیوہ داز کو منکر نثار ہے اے گل اتر افراق درختوں پہ بار ہے
طوبی کے برگ برگ کا دل بے قرار ہے		
بھڑکی ہے آگ عشق کی لار کے داغ میں		سب لایاں بھی گرد میں ڈالے ہیں باغ میں
خیر انسا کے ماہ پہ جب چھا گئی سیاہ	۴۱	کچھ شبہ پر آئی کچھ سوئے وریا نوا سیاہ نیزہ اٹھا اٹھا کے فریب آگنی سیاہ
تنہا جو ابن فاطمہ کو پا گئی سیاہ		
ڈالی جو سب نے آنکھ شہ ار جھنڈ پر		مجھے سبھل کے قبلہ عالم سمندر پر

کاندھے پہ ذوالفقار کو رکھ کر یہ دی حد ۱	۸۲	بتلاؤ کیا ارادہ ہے اسے قوم اشیبا
تہا تو ہوں مگر بخدا وہی حسد ۱		سروٹے پھر یں گے بیاباں میں جا بجا
پھر دم نہ لے گی تینا علی خوں میں پیر کے		یچھے قدم اٹھاؤ جو طالب ہو خیر کے
ہم شیر مانتے ہیں بکھی بھوک پیاس کو	۸۳	چڑھتی ہے ہم تک آتے ہوئے تپ ہراس کو
بیش و طرب سمجھتے ہیں امدود پیاس کو		جس دن سے ہوش ہے نہیں چوڑا ہراس کو
دل خوں ہوا پے چشم کو پر غم نہیں کیا		اکبر سے نوبوان کا بھی ماتم نہیں کیا
غالب رہے سدا سپر روم و شام پر	۸۴	نصرت کا ہے مدار ہماری حسام پر
رعنت ہیں نہ آب پہ پے نے طسام پر		عزت پہ جان دے دیتے ہیں مرتے ہیں نام پر
بیتے ہیں کچھ تو خالق اکبر سے لیتے ہیں		ہم آپ فاقے کرتے ہیں سائل کو دیتے ہیں
دنیا کو بیچ پوچ سدا پاسکتے ہیں	۸۵	وہ خود برے ہیں جو اسے اچھا سمجھتے ہیں
دانا ہو ہیں وہ مزرعہ عقبی سمجھتے ہیں		پہل و مختصر ہم اسے کیا سمجھتے ہیں
نعمت سے غرض ہے نہ شاہی سے کام ہی		درویش کو رخسائے انہی سے کام ہے
ناحق شکستہ دل کو ستانے سے کیا حصول	۸۶	دکھتے جوے جگر کو دکھانے سے کیا حصول
بیکس پہ تینیں تول کے آنے سے کیا حصول		اک بے گز کے خون بہانے سے کیا حصول
مضطرب ہیں ورثہ دار جناب امیر کے		واللہ مال و زر نہیں گمیں فقیر کے
ہیں میرے ساتھ چند جو سید انیاں عزیز	۸۷	بیکس عزیز مردہ جفاکش بلا نصیب
ان سب کو دوست رکھتا ہے اللہ کا حبیب		رشتے میں ہیں رسول خدا سے بہت قریب
نئی غیر فخر کو نسیا دولت علی کے پاس		زر کیا زہر دتک نہیں ثابت کسی کے پاس
نوتی ہے زیور ان کا تو شرم و حیا بس اس	۸۸	ہاں ایک نقد عصمت و عفت ہے سب کے پاس
ہیں سائیک طریق بتوں فلک اس اس		اک اک خدا پرست ہے ایک ایک حق شناس
سب مرعنی علی کے چلن ان کو یاد ہیں		ایہ ایمیں شکر کرتی ہیں قانون میں شاد ہیں
ہر دم ہیں نحو بندگی رہے بے نیاز	۸۹	سبدے میں حق سے کتنی ہیں اپنے دلوں کا راز
روتی ہیں جب تو ہوتا ہے پتھر کا دل گداز		داس وہ پاک ہیں کہ فرشتے پڑھیں غار
کچھ قدر مال و زر نہیں ان کی نگاہ میں		بیٹوں کو صدقے کر دیا خالق کی راہ میں
بتلایا اس صد شرم پستہ و جو ل	۹۰	یہ غمنا پسند ہے یہ عذر نا قبول
تویش گے بہہ فتح و فخر خانہ قبول		تیغ و دودم کو کھینچے باتوں سے کیا حصول
مرسل ہو یا نام ہو کچھ مانتے نہیں		پھر ہیں طلب رعم کو ہم جانتے نہیں



۹۱	کیا رحم کی جوالی اکسیر پہنتی نہ جسا ہنگام نزع اپنی زباں کو دکھا دکھا بچہ بیوں کی گھر سے قسم کھا کے آئے ہیں	مارا اسے خبر نہ ہوئی ہم کو مطلقاً ہنستے تھے مانگتا تھا جو پانی وہ مسہ وقت گھوڑے اسی کی لاش پہ دوڑا کے آئے ہیں
۹۲	غیظ آگیا یہ سن کے شاہ نادر کو جلوہ دیا جو صاعقہ شعلہ بار کو سب کو یقین ہوا کہ دو عالم آٹ گئے	کھینچا کر سے ٹل ملے نو و افقار کو دہشت سے تپ چڑھی فلک بے مدار کو روح آلا میں بھی چھوڑ کے سیدرہ کو ہر گز
۹۳	نعرے دشت گو بج گیا ہل گئے جبال شہروں کے تن پہ ڈرے کھرب ہو گئے تھے بال بجلی سے گوہ تک ہوش راڈ کے آئے تھے	جھکتے تھے بار بار درختوں کا تنہا یہ حال دیکھے ہونے تھے چو کڑی بھوے ہوئے غزال دہشت سے اڑ رہے بھی دم اپنا چرائے تھے
۹۴	چلی آدھر تو تیخ شہنشاہ قلعہ گیر شوخی میں بے بدل تعافراست میں بے نظیر حصر صحرایی کی ہے بھلا اور تیخ میں	کو ہوا ادھر زمیں پہ مسند فلک سریر کی تیز رونے جست کہ نکلا کہاں سے تیر آتر اصفوں کو پھاند کے شکر کے یخ میں
۹۵	بجلی گری کہ تیخ شہر و بر چلی پہونچی شکست ادھر یہ عدد کش جدھر چلی اگر گز کے پائیاں زبردست ہو گئے	بجلی کرے بڑھ کے تو با لائے سر چلی آگے چلی جو رفع تو پیچھے ظفر چلی شکر کے سر بلند جواں پست ہو گئے
۹۶	دھالیں اٹھا کے جب وہ شہر کی گنا بڑھی ہر سو اٹھا یہ شور کہ سیل فنا بڑھی آفت کی تیخ تھی تو قیامت کا ہاتھ تھا	مانند برق کو ہمد کے یہ جاں گز ا بڑھی وہ کیا بڑھی ہر کھولے ہوئے نہ قضا بڑھی گوا چھری بیے ملک الموت ساتھ تھا
۹۷	یا زو کسی کا تن سے جدا تھا کسی کا سر کوئی تڑپ رہا تھا ادھر اور کوئی ادھر بھاگڑ میں اہل ہوش بھی سب بھواس تھے	دو ہاتھ بہ نکل لا کوئی گردن سے تاکر بیٹے سے پھٹ گیا تھا پدر باپ سے پسر زمرہ جو تھے وہ کشتہ تیخ ہر اس تھے
۹۸	اک دوار رو گستاخیں دشوار ہو گیا جو آژمودہ کا رتھا بیکار ہو گیا ہر صف ہو کے آنسوؤں سے رو کے رو گئی	دو ہاتھ جس جواں پہ چلے چٹار ہو گیا کھڑک سرون کا کھیت میں انبار ہو گیا سارے شہر کی کشت درد ہو کے رہ گئی
۹۹	حق نے دیا تھا تیغ علی ولی کو جس پیدل تھے راس و چپ تو چادے تھے پیش و پس سر آون کے رڈ گئے جھین دھوئی بدل کا تھا	آفت تھی اس کی باڑھ قیامت تھا اس کا کس یکس وہ جب چلی نہ چلا کچھ کسی کا بس رو کے پسر کے وہ ملا پنچہ اہل کا تھا

جس صف پہ جس پر ہے وہ خون خوار چل گئی گو یا چمکے کے برقی گرمی اور نکل گئی	۱۰۰	ساتھ اس دشمنوں کے سروں پر ابل گئی کشتے تو کیا زمین بھی حرارت سے جل گئی
ارگتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے		شعلہ پناہ مانگتے تھے اس کی آغ سے
بھڑکی تھی آگِ نظم کی جھٹل میں ہر طرف لا سح تھی تیغِ شام کے بادل میں ہر طرف	۱۰۱	اک الاماں کا شور تھا مقتل میں ہر طرف گرتی تھی برقی کوئند کے ہرقل میں ہر طرف
گر گر کے رینگ گرم پہ ناری پھڑکتے تھے		تن سے لوہہ اڑتا تھا شعلے بھڑکتے تھے
کبیر کی صدا تو ادھر سے بلند تھی یونج آبِ ذوالفقار کی سر سے بلند تھی	۱۰۲	فریادِ آہِ شکر تر سے بلند تھی نڈی ہو کی رن میں کمر سے بلند تھی
سب خوں گرفتہ کشتہ تیغِ عذاب تھے		سو جین تھیں دستِ پاکی سروں کے جاہل
غل تھا علی کی تیغ کا منہ ہے کہ قمر ہے	۱۰۳	دم خم میں گھاٹ بازو میں بٹائے دہر ہے
لوہے میں اس کے آب ہے پانی میں زہر ہے		تواری کی چمک نہیں افنی کی لہر ہے
دل کا پتا ہے کون ابل سے دو چار ہو		اس کی ہوائے تو گلیجے کے پار ہو
رستم بھی اس کے منہ پہ گھڑتا نہیں بھی	۱۰۴	ڈوبے جو گھاٹ پر وہ ابھرتا نہیں بھی
وہ زخم ہے اسی کا جو بھرتا نہیں بھی		زہر اس کا جب پڑتا تو اترتا نہیں بھی
جناات اس کے سائے سے پرہیز کرتے تھے		یہ وہ بلائے بد ہے کہ ساحر بھی ڈرتے تھے
چکی وہ جب تو ہاتھوں سے ہتھیار گر پڑے سرکٹ کے پانچ سات کے اکبار گر پڑے	۱۰۵	گھوڑوں سے ڈر کے خاک پہ اسوار گر پڑے آگے سے جو دو بھاگ گئے چار گر پڑے
کس اس کا دیکھ لیتی تھی وہ جس میں کھوٹ تھی		طوار کی بھی چاک پہ ہر بار چوٹ تھی
جب دن میں وقتِ عصر کے تنہا لڑے حبیب ایسا لڑا نہ کوئی کہ جیسا لڑے حبیب	۱۰۶	مطلع چاند سیدر کی شان سے سب دریا لڑے حبیب اللہ ری حرب لاکھوں سے تنہا لڑے حبیب
غل تھا خدا کی راہ میں بس دو ولی لڑے		باغیچے کا لال لڑا یا علی لڑے
وہ ہاتھ لگنے لگنے کے ہر ذوالفقار ایمان قوی جو اس سے تو دیں اس سے استوار	۱۰۷	دستِ حبیب و دستِ ید اللہ نامدار روئی وہ شرع کی تو یہ اسلام کا وقار
عقدے ظفر کے اوروں کے ناخن بکریا گھلیں		ہاتھ ایسے ہوں تو جو ہر تیغ خدا اکھلیں
اللہ سے حبیب کا وہ آخری جہاد ہر ضربِ برقی ولی دے رہے تھے داد	۱۰۸	بھولے گی حشر تک نہ زمانے کو جس کی یاد رزان تھا خوف سے عمر سعد بد نہاد
فوجیں کئی بڑی ہوئی تھیں ردم و شام کی		جنگل میں شور تھا کہ دہائی امام کی



گوڑا بڑھا کے شاہ یہ سکتے تھے بار بار	۱۰۹	دیگی رسول حق کے نواسے کی کارزار
سب طرح کا دیا ہے بچے حق نے اختیار		عالم نہیں میں فتح کا اسے قوم کا بکار
امت کی مغفرت سے ہے مطلب حسین کو		لو آؤ بس شہید کرو اب حسین کو
آئی صدا سے حضرت محبوب ذوالجلال	۱۱۰	ان اتو وقت عصر بھی ہے لئے علی کے لال
یہ سنگشہ کو شوق شہادت ہوا کمال		تواریکھ کے میان میں بولادہ خوش خصال
اب غریب خلق سے رحلت ہماری ہے		لے ذوالفقار تجھ سے بھی رحمت ہماری ہے
یاں اسلہ اتار کے رکھتے تھے زیریں پہ شاہ	۱۱۱	جو پھر پڑی شکست انتہائی ادنی سپاہ
ابرسم میں گھر گیا خیر النساء کا ماہ		تینوں کی بچیاں تھیں کہ اللہ کی پناہ
سینہ ملی کے شیر کا غریباں بن گیا		ناوک ہزار ہا جو چلے جسم چھن گیا
برچوں کا نوکیں اور تن شیشہ ہائے ہائے	۱۱۲	سینہ خدا کے نور کا اور پیر ہائے ہائے
بازو وہ اور نیزہ و شمشیر ہائے ہائے		اک جان اور سیکڑوں بے پیر ہائے ہائے
غش آگیا حبیب خدا کے حبیب کو		اتنا نہ تھا کوئی کہ سبھائے غریب کو
تینوں کے وار شاہ پہ چلتے تھے بار بار	۱۱۳	زخموں کا خون چہرے پہ ملتے تھے بار بار
کڑے ہو کے منہ سے نکلتے تھے بار بار		بھکتے تھے بار بار "سبھلتے" تھے بار بار
یہ بیکی قبول کے آرام جاں پہ تھی		لیکن دعا کے امت ماعنی رہاں پہ تھی
گوڑے پر بھومتا تھا وہ امت کا خیر خواہ	۱۱۴	مارا کسی نے تیرسہ شہدائے گئے پہ آہ
تر ہو گئی ہو میں محمد کی بوسہ گاہ		رکھ کر گلے پہ ہاتھ پکارا علی کا ماہ
اچھا تاؤ روز عداوت قریب ہے		اے ساکنان شام قیامت قریب ہے
یہ کہہ کے ذوالجناح سے وہ مقتد اگر	۱۱۵	ہرزخم سے بدن کے ہو جا بجسا گرا
آوار دی زمین نے کعرش عسلا گرا		زہرا پکاری ہائے مرا لا ڈلا گرا
ڈیوڑھی پہ اہل بیت ادھر بیٹھے گئے		تجاو غش سے چونک کے سر پیٹنے گئے
فصہ کو دیکھ کر یہ پکارا وہ نوحہ گر	۱۱۶	دیکھا ہے میں نے خواب میں بابا کو ننگے سر
روتا ہے در پہ کون پھوپھی جان میں کدھر		جلدی بتا بیٹھے شہ والا کی کچھ خبر
چلائی وہ کہ آل نبی در پہ روتے ہیں		مناست گھر امام الم ذبح ہوتے ہیں
اٹھ کر اچھو ضعف سے وہ زار و ناتواں	۱۱۷	تیکے پہ سر پٹک کے کہا ہائے بابا جان
بنت علی کے ہیں سے لرزاں تھا آسمان		بانو شہ شاہ دین کو سبھائے تھیں بیہیاں
سیدائینوں کے رونے سے بچے جلتے تھے		پردے سے سزکال کے میداں کو کتے تھے

پر وہ اٹھا کے نئے سے ہاتھوں سے بار بار منزل سے بابا جان چلے آؤا میں نثار گردن کٹا کے آج اسی بن میں سوئیں گے	۱۱۸	چلائی تھی یہ منہ کو سکیہ جسگر فگار رو کر خدا یہ دیتے تھے شہر نامدار اسٹ جاؤ دے تم کہ ہم اب ذکا ہوئیں گے
جی بھر کے دیکھ لیں دم آخر جو تم کو پائیں کس طرح خون بھری ہوئی صورت تمہیں دکھائیں سر سے کریں گے آج ادا فرض عین کو	۱۱۹	یتھوں سے پرے پرے ہی سب جسم کیونکر آئیں بی بی دہاں تک آنے کی طاقت کہاں سے لائیں بابا نثار صبر کرو اب حسین کو
لکھنا ہے ایک راوی غم کیس دہاں کا حال شکر خدا کے نام لے لوئے خوش حال کعبہ کے بنت فاطمہ! ہر نکل پڑی	۱۲۰	امراہ تھا سکیہ کے چوٹا حسی کا لال نکلا تڑپ کے لیے سے باہر وہ خود سال بیتھ کے ساتھ ماں بھی کھلے سر نکل پڑی
تصویر تمنا حسن کی سراپا وہ ماہر و عمو کا اشتیاق شہادت کی آرزو دل بے قرار ہاتھ جگر پر دھرا ہوئے	۱۲۱	چہرہ تو آفتاب سا اور چاند سا نکلو گردن میں حق و دوش پہ گیسوئے مشک بو آنکھیں تو زنگی گر آنسو بھرے ہوئے
کر تادہ نرم جسم پہ وہ پھول سا بدن وہ محل بک کہ جس پہ خدا برگ یاسمن یعنی پسریوں باد شہ مشرقین کا	۱۲۲	خوشبو کو جس کی ہوسنے نہ دوست کا پیراں عقادہ سر پہ سبز قبا سرخ ریب تن بیٹا حسن کا ہون تو بیتجا حسین کا
بازو پکڑ کے بنت ید اللہ نے کسا چلائی ہاتھ جوڑ کے ماں غم کی بتلا فامر گئے بہشت میں آن سے تو اس ہے	۱۲۳	چل گھر میں اے یتیم حسن! تجھ پہ میں خدا بیوہ ہوں تجھ پہ رعم کر اے میرے دلربا اب آسرا خدا کا ہے با تیری آس ہے
دیکھا یہ سالخہ تو پکارے شہ ز من ا خدا کے ہاتھ سے نہ بچے گا یہ کلبدن اس کا نکلا بھی تیر ستم کا ہدف ہوا	۱۲۴	بیجا ذ پھیر کر اسے گئے میں اے بہن ڈر رہے مجھے کہ دیکھ نہ لیں اس کو تیغ زن دیکھو حسن حسن کی نشانی تلف نہ ہوا
پس ہوئی تھی نہ نیت نکلیں و سو گوار لیکن ہو کہ بوش سے دل تھا جو بے قرار ماں اپنا ہا تقدیر کتنی تھی جب دست پاک پر	۱۲۵	ان بچے نئے پاؤں پہ گرتی تھی بار بار ہرگز نہ مانتا تھا کسی کی وہ گل عسدار ہٹا ہٹا کے پچھلے پاؤں بچنا تھا خاک پر
ماں کہتی تھی کہ آؤ میں منہ مان جاؤں آؤ وہ کتنا تھا لباس کے بدے گفن پنھاؤ عمو کے ساتھ خدمت جیلد میں جائیں گے	۱۲۶	کڑا پٹا ہوا ہے بدل دون تو رن میں جاؤ اماں خدا کے واسطے اب ہم سے ہاتھ اٹھاؤ گر جان جائے گی تو نہ اب گھر میں آئیں گے



دیکھو تو حالِ بیکٹی شاد و مسرور نکڑے ہیں بیچ بہرِ غم کے سرور	۱۲۷	ہے علی کے لال کا ہرہ ہے فوں میں تر کاکا کے زخم دیکھ رہے ہیں ادھر ادھر
کیوں کہ اس ولی کو بچانے میں کد کرنا		یہ دکھ ہو عمر پہ تو ہم اس کی مدد کریں
ماں سر پہ ہاتھ مار کے کسی نفی ہے غضب وہ کہتا تھا کسی کا خوس دھیان جگوا ب	۱۲۸	کیا ہو کیا پھوٹی کا بھی اس دم نہیں ادب رن میں اکیلے ہیں مرے عوی تشنہ لب
ایک ہے کسی کا حال کوئی جانتا نہیں		میں کیا کروں ارے مرادول مانتا نہیں
یشیں بچا پہ پلتی ہیں کیوں کرتے جانیں ہم کیوں کر چھپا کے بد سے نہ تلواریں کھائیں ہم	۱۲۹	پالابے میں نے کام نہ آج اس کے آئینا ہم اتھا اگر بچے تو کے منہ و کھ میں ہم
بتلاؤ گھر میں کون ہے سب کو بچ کر گئے		قاسم دو لجن کو چھوڑ کے کیوں آج مر گئے
ماں رو کے کستی نفی تری ہمت کے میں نثار وہ کہتا بیچ چاہیے کیا ہم کو آوار	۱۳۰	لے آؤ بیچ تو کوئی ہسر کا رزار یہ لئے تھے ہاتھ ہمارے ہیں خود افسار
جو سیت گہرا ہیں پسر اس ولی کے ہیں		سب بکھو جاتے ہیں کہ پونے علی کے ہیں
ماں کستی تھی ارے ترے مرنے کے ہیں یہ دن لے بچہ کو منع کرے اس سلطان اس وجہ	۱۳۱	اے دلبر حن نہ جیوں گی میں ترے رہیں وہ کہتا تھا بتائیے اٹھ کر کا کیا تھا رہیں
پوچھے ریاضِ غلہ میں کس آن بان سے		گردن پہ تیر کھا کے سدھارے جہان سے
ناکام صاف آئی یہ آوار بخت یہ فوں کا جوش ہے نہ تڑکے گا یہ مر بخت	۱۳۲	زینب اب اس کے روکنے سے فائدہ ہے کیا قاسم کی ماں سے کہہ دو کہ اب اس سے ہاتھ اٹھا
پتھر سے یہ ایسے وقت میں کیوں کر حبیل کو		بھائی پہ صدقے ہوئے دو اس نورین کو
بیٹے کو روکتی ہے جو گر کے پاؤں پر صدقے حبیل پر ہوں جو ایسے ہوں تو پسر	۱۳۳	کیا غافلہ کے لال کی اس کو ہیں خبر ہوتا جو آج میں تو کٹ تا خود اپنا سر
موقوف بچے جوان پہ بیٹے خود سال پر		مخز اس کا بونشار ہوز ہر کے لال پر
تھر گئی یہ سن کے صد ازینب حسد جاہو بچا قتل ہو وہ میں وہ طفل رہ جس	۱۳۴	مادر بھی گر کے خاک پر غش ہو گئی وہیں غش میں رہیں بہرِ غم رہے تھے امام دیں
مخرا کے ہاتھ پاؤں کیوں آٹ گئیں		پھیلا کے دو ہوں ہاتھ چچا سے لپٹ گیا
نئے لگا جو منہ سے منہ اپنا وہ گلزار کیوں اس بلا میں گھر سے نکل آئے میں نثار	۱۳۵	بوسے یہ غش سے چومکے تباہ فلک و قمار دنیا میں ہو کھیں مرے بھائی کی یاد گار
بہیں ہیں بقرار پوچھا بیسلائی ہیں		لو جاؤ گھر میں جاؤ کہ ماں نکلی آئی ہیں

۱۳۷	ہنسنا تھا گرد شاہ کے پھر کے وہ لار مقام گھر میں نہ جب ہوں آپ کو پھر گھر سے کیا ہے کام	۱۳۷	ہیں بیکسی پہ آپ کی قربان کیا امام حضرت جہاں رہیں گے رہے گا وہیں منام
	قائم اسی شیشہ پیئر کے ساتھ ہیں		اب گھر کہاں کا ہم علی اصغر کے ساتھ ہیں
۱۳۸	آتے تھے جنیں توں کے حضرت پہ جب شر کھتے تھے ایک ایک سے شاہ نکل سر	۱۳۸	بڑے بڑے کے ظالموں کو ہٹاتا تھا وہ صغیر اس کے عوض لگاؤ لے کر زودیت و تیسر
	سوم ہے غیم ہے اور خود سال ہے		اسے اہل شام بہ زین جوہ کالال ہے
۱۳۹	وہ کتنا تھا چا پند ہمیں عسلم کرد موتوں عسزم قتل امام امام کرد	۱۳۹	متصور ان پہ جو ہے وہ بھہہ ہر ستم کرد جھکتا چوں میں بدن سے مرا سر ستم کرد
	بکھر بخت اس شہ عالی مقام کو		دنیا میں پھر نہ پاؤ گے ایسے امام کو
۱۴۰	تہا رتوں کے جو بڑھا اک مدد دے دس بولا بڑھا کے کرتے کی نخی سی آشیرا	۱۴۰	گہرا نگ قرب کیا وہ فضل سر جبین کیا میرے ہم کو قتل کرے گا تو اسے میں
	کافر بھی ہو کوئی تو نہ ایسا علی کرے		جادور ہو خدا ترے ہاتھوں کو خشن کرے
۱۴۱	سن کر بیات غنٹا میں آیا وہ نا بکار موصوم نے بڑھا دیا ہاتھوں کو ایک بار	۱۴۱	چاہا کہ اسے شاہ کو شمشیر آبدار دونوں کلابجوں پہ لگا اک ستم کا وار
	عمر رہا احسن کے دل دردناک پر		بیچے کے دونوں ہاتھ گرے کٹ کے خاک پر
۱۴۲	ترہا جو گرے گود میں شہ کے وہ تو خال ان نکل یغمد گاہ سے بکھرا سر کے مال	۱۴۲	آئی عداائے فاطمہ ہے ہے حق کے لال سر پٹے تھما تھوں سے شمشیر خوش خصال
	ہے ہے نیم کر کے جو ماں بلال ہے		رہا سے حسن کے رونے کی آواز آتی ہو
۱۴۳	مانی چچا سے لگتا تھا وہ نہ مینر لکھنچا جو شہ نے نیر تو حالت ہوئی تینر	۱۴۳	مارا کسی نے جاند سی گردن پہ ایک تیر ہوش سے خواب کے گرا خاک پر صغیر
	کڑتا نام خون سے گردن کی بھر گیا		دامن میں شہ کے ہچکیاں لے ملے مر گیا
۱۴۴	نڈکر کے سوے چرخ ہکا رہے شہرام دکھ رہے دکھ چہا پر جفا اور غم پر غم	۱۴۴	یارب ترے ہمیں گدہ ہوتے ہیں یہ ستم ایک نہیں ڈگے میں زفا راہ سے قدم
	احدا میں قید زینب عالی صفا ہے		دوزخ سے طیبسان علی کی نجات ہو
۱۴۵	غش ہو گئے یہ کیا جو شمشیر نا ہو شمر و ستانہ نول دجہاج ہیں کدھر	۱۴۵	ہٹایا نوح کو پسر حسد مد کدھر ہاں جلد کاٹا لو پسر فاطمہ کا سر
	بچھوڑ جب تک میر شمشیر کٹ نہ جائے		زینب تن جس سے آڑ پٹ نہ جائے



۱۴۵	نکلے اٹھائے تینوں کو چا لیں اہل کیں تھاغش میں قبلہ رو پسر ختم مرسلین رکے تھے دولوں اتھ بھینچے کی لاش پر	تاکید کر کے جوں ہی ہشادہ عدو سے دیں تھسراے آسمان رز نے لگی زمیں چادر تھی اک سو کی تن پاشا پاش پر
۱۴۶	حضرت نے آنکھیں کھول کے دیکھا ادھر ادم جو پوچھتا تھا کتنا تھا اس سے وہ بد گھر بہوب حق کی گود میں ہے سر حبیبی کا	بڑھ کر بن افس جو ہیں آیا قریب تر بھاگاتھی زمیں پہ تلوار پھینک کر کاٹوں گا میں گلہ نہ شہ شہرتین کا
۱۴۷	غیر کا نیز کر کے بڑھا شہر رومیہ بیٹو ہر دہ کو ذبح ہوئے شاہ دیں پناہ زینب سے شاہ شاہ سے زینب بھڑکئی	ڈر کر کسی نے جب نہ کیا عزم قتل شاہ ترک ادب کا ڈر ہے کہوں کس زباں سے آہ گھر لٹ گیا بتوں کا دنیا ا بڑ لئی
۱۴۸	زینبیں پر کے بے چارے سبط نبی کا سر آدمی اٹھی سیاد کہ آؤ آؤ گئے شجر قطرے سو کے گرنے لگے آسمان سے	حضرت کو ذبح کر کے شاہ جب وہ بد گھر ٹکرائے کوہ آگئے جنبش میں بام و در غل تھا کہ آٹھ نئی برکت اب جان
۱۴۹	زہرا کا ساتھ دو دے مصطفیٰ کر د بے سر ہوئے حسین قیامت بپا کر د سب مل کے دو حسین کا پر سار سب مل کر د	ہاں عاشق حسین کے آہ و بکا کر د حق بخت شہ دالا ادا کر د بکھو شریک مجلس ماتم بتوں کو
۱۵۰	یا فاطمہ حسین کے قربان ہوتے ہیں سر پہنے ہیں اشکوں سے دامن بھگوتے ہیں پھر کس کو رو میں ہم جو نہ رہیں حسین کو	یا مصطفیٰ حضور کے پیاروں کو روستے ہیں شکر حدیث و مرثیہ جانوں کو نکھوتے ہیں تھی داں ہماری یاد شہ شہرتین کو
۱۵۱	یہ بزم اور آج کا پڑھا ہے یاد کا بہتر ہے موتوں سے تری نظم آپ دار جو ماننا ہے اور کو وہ مانتا نہیں	بس اے ایس طول سے بہتر ہے اختصار کم ہے جو اس سخن پہ جو اہر کریں انشار پہ ہے یہ طرز خاص کوئی جانتا نہیں

## سلام

بھرتی ہوا پیسا سارہ گیا دور کا کھوں کو س سا پارہ گیا دو کماں سے فرق ادنیٰ رہ گیا کون سا الفت کا رشتہ رہ گیا	بیکسی کا شہ کی چر چارہ گیا ویر آئے پر یہ جلد آئے رسول اللہ قرب سراج رسول جب گستہ ہو گیا تار نفس
--	--

<p>اے میں غربت میں تنہا رہ گیا بدمر نے کے بھی جھگڑا رہ گیا جاسے اصل میں دھتارہ گیا پھر جاں میں کس کا پروردہ گیا میں نے گھر میں اکیلا رہ گیا ہم گنہ گاروں کا پردا رہ گیا شکر ہے آنکھوں کا پردا رہ گیا صاحب شکر اکیلا رہ گیا بس فقط آنکھوں کا پردا رہ گیا قافلہ یزید کا پیاسا رہ گیا پور ہو کر دل کا شیشا رہ گیا بھر کے ٹھنڈی سانس بچا رہ گیا پھر کے برہمی میں کھلا رہ گیا ہائے قالی آن کا جھولارہ گیا چل بے وہ یہ مشلو کا رہ گیا خبر قاتل بھی پیاسا رہ گیا دن بہت غفلت میں تھوڑا رہ گیا</p>	<p>کاتب اعلان بھی رخصت ہوئے قبریں ہو گا حساب زدہ گی شست و شو سے جو ہوا ابلارہ گیا جب ہوئی بے پردہ ادلا دروہ گیا قبریں رکھ کر نہ ٹھہرا کوئی دوست یہیں خجانبے پر دگی آل میں کور ہو تیں اس کا جلوہ دیکھ کر نفس تک سب فوج پہنچی غلہ میں اٹھ گئے مائیں کے سارے حجاب سب ہوئے سیراب تھکے سے لمے فرات تری سخی پر ملک پتھر پڑیں جہر گردن پر جو کھا یا دھوپ میں نہ ختم کھاتے ہی جو اکبر گر پڑے کتنی تھی ماں سوئے اصفہر قبر میں کس کو اب پٹائے مادر دل جلی اس قدر ہمتا خشک حضرت کا لگا سوؤ گے کب تک بس اب اٹھو ایتیں</p>
--	---

رباعی

<p>بھٹکتے تھے بہن رنگ بدل جاتے تھے جب آتی تھی لوں درخت چل جاتے تھے</p>	<p>پتھر بھی حسد رست سے کھل جاتے تھے اللہ ہی ہوائے گرم روزِ عاشور</p>
--	--

رباعی

<p>بورگ ہے بدن کی سنتہ سطر ہے کیا غم ہے جو ن منل قلم لاغیر ہے</p>	<p>مجموعہ خاطر ان دنوں انبر ہے سینے سے بھرا ہوا ہے دل شکیلی تباب</p>
---	--



مرثیہ ۱	مومنو غلام زہر ہستہ راہ تباہی ہے آج حق تنہا خلف شیر انہی سب آج قتل کی بیکس و مظلوم کے تدبیریں ہیں	گھر پر سادات کے یانی کی سناہی ہے آج خلق سے سبھائی غلام کو راہی سب آج اک بنی زادہ ہے اور سیکڑوں تمہیں ہیں
۲	نیز تانے ہوئے اڈے چلے آتے ہیں سو تینیں کھینچے ہوئے جو گرد کھرب میں غو ارقیہ شمشیر ہر اک جا پہ چمک جاتی ہے	من کا نہ ابراہان سے ہوئے جس ہستہ علی ہے ملت نہ ملے سبھائی کو زہر جس عرف دیکھتے ہیں موت نظر آتی ہے
۳	نہ ہے غم خوار نہ ہمدرد نہ یاد رکھتی نہیں اتناست خبر پوچھے جو آکر کوئی لکھے جو غم خوار وہ ریتی پر پڑے ہوئے ہیں	نہ جیتا ہے نہ جیتا نہ ... اور کوئی ایک اللہ تو ہے اور نہیں سر پر کوئی اپنی تھائی پہ خود شاہ ہڈی روئے ہیں
۴	جسم پر تیغ لگاتا ہے کوئی اور کوئی تیر رو کے فرماتے ہیں اعدائے کہ اسے تو شہید روں ستاؤ نہ کہ میں جنگ پر آمادہ ہوں	خوں میں سر تا بہ قدم تر ہیں جناہ شہید ہیں گئے ہیں کیوں مارے ہوئے بے نقیر رحم لازم ہے کہ تہہ جوں بنی زادہ ہوں
۵	کوئی ستا سیں سر یا و امام علی ماوراء ہستہ پہ نکلنے یہ عیبت ڈالی ازخم تلواروں کے خاموش کھڑے کھاتے ہیں	برپچیاں چلتی ہیں اور ہوئے ہیں ترش حنالی رن میں تنہا ہیں نہ وارث ہے کوئی سنے والی خلق میں چھلنے میں کبھی گاہ سبھل جاتے ہیں
۶	ہاشم اکبر و عباس جو آتما ہے نظر وہ کے فرماتے ہیں بیٹے کہ اسے جان پر میر پیارے کرے جائے مرے دلیر اٹھو!	تھم بیٹہ میں یکجہ کبھی اور گاہ جس ایسے غافل جو کہ جیتے نہیں بابا کی جہ ہم پہ تھائی ہے انھو علی اکبر اٹھو!
۷	لاتی جہاں سے کرتے ہیں بعد یاس بیاں والت اعدا و اعانت سے برادر قرباں لاکھ لٹوؤں نے میداں میں بھیں گجرا ہے	اسے مرے بارہ فسادار مرے شیر جواں چھوڑ کر ہم کو جینوں میں نہ عارے ہو کہاں تم نے بھائی سے جب وقت میں مخد پھرا ہے
۸	کتے تھے اہل ستم حال سنا تے ہو کسے کون ہے بیکس و مظلوم دکھاتے ہو کسے خلق پر جگر خوں خوار پھرا دیتے ہیں	مرغے اکبر و عباس بلا تے ہو کسے ہو گئے ہیں کیسے مرے بھی جگاتے ہو کسے اب تمہیں بھی اسی مقتس میں گرا دیتے ہیں
۹	رو کے فرماتے ہیں یہ فوج سنگھارے شاہ غم میں اپنوں کے نہ کیونکر کروں میں نار و آہ بھوتا ہے کوئی اس طرح کے غمخواروں کو	خوج ہونے کی بجھے عید ہے خانی ہے گواہ اٹھ کو روکوں گا میں جب تک کہ جوں گا والد یاد کرتے ہیں وفادار و فساداروں کو

دشت میں چلتی ہے لوں دھوپ کی حدت ہر کمال سرخ ہے غوں سے قباہ دھوپ سے دھار ہر لال	۱۰	جیتھ بیا کہ کے ایام ہیں اور وقت زوال نکلی آتی ہے زباں منہ سے یہ ہے پیاس کا حال
تین جلا جاتا ہے جب گرم ہوا آتی ہے		ریت اگر اڑ کے ہر اکٹھم میں بھر جاتی ہے
تیر بیٹا ہے جو اس چاند سی پیشانی پر ہے عجب بیکسی اس فاطمہ کے جانی پر	۱۱	خوں کی چادر کی ہے اک چہرہ نورانی پر کبھی اعدا پہ نظر ہے تو کبھی پانی پر
تینیں کھا کھا کے لب خشک دکھلاتے ہیں		تیرا دھڑ سے غرض جڑے آب آئے ہیں
جوں کماں کٹ کے ٹکڑے آئے ہیں زبردخم و ار بوسے جن ہر ٹوٹن کے پتے تھے رسوائی مختار	۱۲	ہیں نور و نئے سے وہ زنگی آنکھیں گلزار پیاس سے سوکھ گئے ہیں وہ لب گو ہر بار
چاند شہر سندھ تھا جن پھول کرخساروں سے		چاکہ ہیں شل کتاں ظلم کی تلواروں سے
و اور بفسا وہ مرا جی سا گلہ لے انور زگوار انتہائی کو خطا ہیکل جس پر	۱۳	دور رس تک جو را فاطمہ کے سینے پر کاٹنے کو اسے کھینچے ہیں ستر غنجر
علم کا گھر ہے جو اور نور کا آئینہ ہے		ہائے تلواروں سے صد چاک دی سینری
زخمی ہیں ابنِ ید اللہ کے دونوں بازو تیغ شالے پہ کبھی گئی ہے ساحل پہ کبھو	۱۴	ہائے ہیسات کہ بکدرست ہیں شاہِ خوش خو انجلیاں ایسی ہیں زخمی کہ ٹپکتا ہے سو
پر یہ ہے انتہا محبوب خدا کی خاطر		زخمی ہاتھوں کو اٹھاتے ہیں دعا کی خاطر
سخت آفت میں ہے وہ پشت پناہ عالم علی اکبر کی جوانی کا ہے جاں کاہ الم	۱۵	کمر پاک ہے بارِ خم جگاس سے خم زانویر مارتے ہیں دست تاسف ہر دم
دار سے تیغوں کے اعضائے بدن کہتے ہو		کیمت پر سے کہیں شیردوں کے قدم ہٹتے ہیں
ساتھ اسوار کے زخمی ہے سراپا ر ہوار بیاں سے فون کی بوندیں ہیں چمکتی ہر بار	۱۶	کئی سو تیر ہیں گردن سے بھی پہلو سے بھی پار نہ کھڑے ہوئے کی طاقت ہے نہ تاب ہر قرار
تیر جب گنا ہے کچھ کہہ تو نہیں سکتا ہے		پھر کر منہ شہِ والا کی طرف تکتا ہے
شاہ فرماتے ہیں اسے میرے رفیق و اہم بہم سے تو چھٹتا ہے اب تجھ سے جدا ہوتے ہیں ہم	۱۷	ہے مجھے اپنے عزیزوں کے برابر ترا ختم مر کے بھی تجھ کو نہ بھولوں گا میں خالق کی قسم
خلق سے سولے دم کو پج کی تیاری ہے		آخری آب ترے آقا کی یہ سواری ہے
دیکھ لے تیری طرح میں بھی ہوں زخمی و اند ہے اگر کشند دہانی سے ترا حال بسا	۱۸	قاتلہ پر بھی ہے اور تو بھی ہے بے آب و گیاہ تین دن گذرے ہیں پانی سے نہیں ہوں آگاہ
تو زبان خشک جو منہ پھیر کے دکھلاتا ہے		پسیر ساقی کو تر کو حجاب آتا ہے



۱۹	عرض کرتا ہے یہ گھوڑا کہ میں حضرت چہ خدا تشنہ لب اکبر و اصغر ہوئے پانی نہ	پیاں کا پیرا نہ علم کھائیے ہرگز مولا کیا میں معصوم سیکھنے سے بھی پیا سا ہوں سوا
۲۰	پھر کرتے ہو جو تکا ہوں الم ہے بھوک آپ بچپن میں کبھی بچہ ہو جوتے تھے سوار	خاک پر گر نہ پڑیں آپ یہ علم ہے بچہ کا بادوب آگے پکڑتے تھے رسول مختار
۲۱	تیر پڑتے ہیں نگا جاتا ہے بھالا کوئی روکے کئے گئے رہوار سے شاہ و دجہاں	آپ کا آج نہیں تھا سنے والا کوئی اب تو بکس ہیں میں وہ چاہنے والے ہیں کساں
۲۲	اگلی پہلو سے یہ محبوب اتنی کی صدا مرے بکس مرے مظلوم غریب و تنہا	کچھ دنیا سے ہے کس عالم تنہائی میں ہے عہد تو بڑی دیر سے مسافر بیت
۲۳	تیری ماں مظلومے اتنی یہاں کو لے ہوئے سر لو سے لیتے ہیں ترے زخم بدن کے شیشیر	تیر سارے یہ کیجیے مرے پڑتے ہیں کتنے ہیں شیر خدا اسے پسر بالے پسر
۲۴	سنتے تھے شاہ یہ نانا کی فغان و ناری ہشت پر آگے کسی شامی لے رہی ماری	چلے آئے ہیں ملک بچے لینے کے لیے کہ لگا بھائی پہ اک تیر سہ پہلو کاری
۲۵	دل میں اس وقت لگا سوچنے نہ جی رہوار خاک پر گر جو پڑے گا یہ شہ عرش و قمار	خاک پر دوش بنی پشت پہ میرے ہے سوار رو کے خرمائیں گے عشر میں رسول مختار
۲۶	خاک پر بیٹھ گیا وہ فرس تیز قدم گرد آ کر لگے تلواریں لگانے اٹلم	خاک پر یہ لگا اے کو گرایا آنے تیرا گھوڑا سے جدا ہو کے شہنشاہ ام
۲۷	ارہ کے چلاتی تھی زینب کہ یہ کیا کرتے ہو ارے لو گواشہ مظلوم کی کیا ہے تفتیش	عن سے کیوں سر سے بھائی کا جدا کرتے ہو نزع میں مارتے ہو ناظر کے لال کے تیر
۲۸	ان کے پر جسم سینا اور یہ زخم شیشیر نہ ختم سے جگر اسعد و حیدر کا تو	اب گرد و رم کہ ہے بکس دے پر شیشیر بدن بھائی کے میں مافر ہوں مرا سر کاٹو

بھڑک چھوڑو بھائی ملک آئے دو بیٹھے	۲۸	خاک سے سبھا پیپر کو اٹھانے دو بیٹھے
آنکھیں بند ہوں سے برادر کے لگانے دو بیٹھے		نیچے تک بیکس و مظلوم کو لانے دو بیٹھے
پھر کہاں پائے گی سرور سے بہن مل یوے		دوم آخر تو برادر سے بہن مل یوے
نہ ٹھک کی ہوں میں بی بی مرا کھنسا	۲۹	ظلم کے تیروں سے بھائی کی نہ چھائی چھانڈو
کس کا پیار یہ نوا سا ہے اسے پھانڈو		زخمی ہوتے ہیں بی بی اس پہ نہ میز سے تا نو
بال کھولے ہوئے یاں خاطر چلائی ہے		لو سنو ناراجی کی صدا آئی ہے
سوز و غم کے سیکڑے کا بچہ غلام تھا	۳۰	سر پہ ٹوپی بھی نہ تھی اور گریبیاں تھا بٹھا
خواب گروہوں کو کستی تھی یہ چلا چلا		گر رُپ گھوڑے سے ہے سرے بیکس بابا
جیتے گھر میں حوت نہ آئے تو مری جان گئی		بیٹی اس بیکس و مظلوم کے قربان گئی
کون حسرت سے بٹھے تکتے ہیں با با ہے ہے	۳۱	بچیاں بکھاتے ہیں حق پرستہ والا ہے ہے
کون سنا ہیں فرما د کر دیں کیا ہے ہے		یاں تک آنے نہیں دیتے انکس ادا ہے ہے
اب کہاں نور عیث اہل تہم رشتے ہیں		سنا دیا ہے کہ اچھے ہیں تو گرہ ڈالتے ہیں
عش میں مغرت نے سنی بہ یہ صدا اپنے جان کا	۳۲	و میان آیا کہ نکل آئی بہن بیٹھے سے آ
پشتی سر می آئی ہے سیکڑے نا گا		کھوں کر آنکھیں پکارے یہ امام ذی جاہ
انگھرت کھونا مٹی ہو بس دھیان مروتا		جادو نیچے میں کہ بھائی کا گلا کٹتا ہے
سر پہ قاتل بے تمیز کھڑا ہے زینب	۳۳	سب کو بھولا ہوں میں بابا یاد خدا ہے زینب
دم مارو دم تیلہ و رضا ہے زینب		یہ دعا مانگو کہ ہنگام و غا ہے زینب
ابراہاں جایا تری راہ میں قرباں ہوئے		شکل دے لی چپیر پہ آسان ہوئے
یہ دنیا جان سے مری پیاری سیکڑے سے کور	۳۴	باب قرباں ہوا ہے گولی بیتیاب شو
نامینا ہو چیں اب تھوڑے دنوں راج سو		باب درنا سے سفر کرتا ہے ماں پاس رہو
یاد کر کے بٹھے راتوں کو نہ رونا بیٹی		سو چکیں بھائی یہ اب خاک پر ناز بیٹی
رو بٹھلے ہوئے یہ کمر کے شہرچن و بستر	۳۵	بیکس گھنٹو کو س خاک پہ سوڑا دیا سر
دھڑک سجدے میں مغرت کو بکارا یہ مسر		جلد اب غم پہنٹ شہ کے گے پر بخت سر
خاک زینب جاواٹے تو اڑانے دینا		سر نہ پھیر کہ سجدے سے اٹھانے دینا
اس عہد کی نشانی کو مشادے جلدی	۳۶	نیچ ابراہان امامت کو بکھادے جلدی
تن سے سر کاٹ کے یزید پہ چڑھا دے جلدی		خاک میں خاطر کے گھر کو ملا دے جلدی
ذبح ہو گا جو پسر قاتل چلا دے گی		ڈر نہ جانا جو عہد کی صدا آوے گی



سن کے یہ متصل شاہ گیا وہ بے دین	۳۷	جا با چھاتی پہ چڑھے کھینچے ہوئے خنجر کیں
آئی آواز یہ کیا کرتا ہے او شمر یمن		پسر مصحف طاق کا تجھے پاس نہیں
علم حق جس میں ہے وہ سینہ انوار ہے یہ		پاؤں تو رکھو نہ قرآن کے برابر ہے یہ
کیا قساوت تھی کہ مطلق نہ کیا خوف ا کہ	۳۸	رکھ دیا خنجر کین حلق پہ منسلوم کے آہ
ذبح کس یکسی سے ہوتے تھے شاہ ذی جاہ		حلق پر تیغ تھی اور خیمہ کی جانب تھی نگاہ
عمر جو یاد اکی میں کئی جاتی تھی		صاف بکسر کی رگ رگ سے جدا آتی تھی
تیغ چلتی رہی جب تک یہ رہی لب پر دعا	۳۹	بخشدے امت عاصی کو تو اے بار خدا
جب جدا ہو گیا تن سے سر شاہ شہدا		خون برسنے لگا تھر آنے لگے ارض و سما
شور تھا عالم اسکاں میں کہ آفت آئی		لعل بے جاں ہوا زہرا کا قیامت آئی
خیمہ سبط پیمبر میں بپا تھا کرام	۴۰	بیہیاں پستی تھیں لے لے کے شیر کا نام
بس انیس آگے زباں کو نہیں پارا نے کلام		عرض کر سبط پیمبر سے کہ اے عرش مقام
رنج و غم آپ کے مداح پہ اب طاری		اے مددگار جہاں اوقت مددگاری ہے

## سلام

علم شہ کا جس نے بیاں کر دیا	۱	ان آنکھوں نے دریا رواں کر دیا
گھٹا زور مشق سخن بڑھ گئی	۲	ضعیفی نے ہم کو جواں کر دیا
سبک ہو چلی تھی ترازو بے شعر	۳	گر ہم نے پتا گراں کر دیا
مری قدر کر اے زمین سخن	۴	تجھے بات میں آسماں کر دیا
دک آہ کچھ غیر رفتہ کی قدر	۵	عجب جنس کو رائیگاں کر دیا
نہ دیکھی گئی شہ سے اشغر کی لاش	۶	زمین میں پسر کو فناں کر دیا
لکھی شہ کے خالی مہنر کی مدح	۷	قلم نے ہمیں نکتہ داں کر دیا
فکاسے ہوا کب مرا کام سہل	۸	گراں جنازہ رواں کر دیا
قطع		
نہ ہے شفقت سبط خیمہ انور علی		عجب رتہ یہبساں کر دیا
کوئی جاننا بھی نہ تھا حال		اے دم میں جان جہاں کر دیا

کہاں ایک نورہ کہاں آفتاب لگتا نگر میں جسم مثل قلم پہنر کا ہے کیوں اتنا اے مرغِ بون نشیں بھی دے گا وہ فردوس میں		خدا نے کسے مہرباں کر دیا سراپا کو صرف زباں کر دیا مقدور نے ویراں مکاں کر دیا ترا جس نے ویراں مکاں کر دیا	
ہم سے دفن اکبر تو چلائی ماں چھپانے لگے ہم سے منہ قبر میں جو پوچھی عمار نے جانے قبر نوا سخیوں نے تری اے امیں	قطعہ	اجل نے زمیں میں ہنسان کر دیا انہیں جب خدا نے جواں کر دیا ترانی میں شہ نے نشاں کر دیا ہر ایک نواح کو خوش بیاں کر دیا	
اندیشہ باطل سحر و شام کی نالام چلے جاں سے افسوس امیں	رباعی	عقی کا نہ پاسے کھسرا انجام کیا کس کام کو یاں آئے تھے کیا کام کیا	
طفلی دیکھی شباب دیکھا ہم نے جب آنکھ ہوئی بند تو عقد یہ کھلا	رباعی	ہستی کو جاب آب دیکھا ہم نے جو کچھ دیکھا سو خواب دیکھا ہم نے	
آج روز جہاں سے جان کھونا ہوگا بالش سے سرکار نہ بستر سے غرض	رباعی	کھر جھوڑ کے زیر خاک سونا ہوگا اپنا کسی تیکے میں بکھوٹا ہوگا	
جب دار فنا سے جان کھونا ہوگا عادت نہیں منہ ڈھانپ کے سونے کی امیں	رباعی	سیت پہ جہت طرح کا رونا ہوگا کیا گزرے گی جب قبر میں سونا ہوگا	
دل سے دنیا کے دلوے جاتے ہیں ہے راہ بہشت کتنی ہموار امیں	رباعی	اک آن میں طوبی کے تلے جاتے ہیں بند آنکھیں کے لوگ چلے جاتے ہیں	



جب رو چکے حضرت علی اکبر سے پسر کو	مرثیہ	تھے سوچ میں رانا تو پہ جھکائے ہوئے سر کو
صدرہ تھا عجب باد شہ بن و بشر کو		کتنے تھے کوئی لے گیا سینے سے جگر کو
اب مرگ کا طالب پسر شیر خدا ہے		بیٹا ہی نہ ہو جب تو مزانہ ست کا کیا ہے
کھویا اسے اٹھارہ برس تک ہے پالا	۲	رشتہ قرآنکھوں کی ضیا گھر کا آ جا لا
دنیا سے گیا ہائے مرا گیسوؤں والا		مارا اسے اعدائے بے رحمے ، رنہ ڈالا
مرنے کے نہ تھے دن کہ سفر کر گئے اکبر		میں پیر تو جیتا ہوں جواں مر گئے اکبر
افسوس برابر کا پسر باپ سے چھوٹا	۳	پردیس میں بیگس پہ فلک قلم کا ٹوٹا
باقی نہ کوئی گل ہے نہ غنچہ ہے نہ بوٹا		قریاد کہ امت نے مرے باغ کو ٹوٹا
زخم آن کوٹے داغ جگر ہم کوٹے ہیں		وہ پھول انہیں اور یہ قمر ہم کوٹے ہیں
جو غنچہ دہن تھے چمن دہر میں نایاب	۴	مستاب کی جہا کے تن نازک کو نہ سلی تاب
بستان رسول عربی کے گل شاداب		دو دن نہ انہیں فصل بہاری میں ملا آب
سب گل ستم تیغ خزاں سے گئے افسوس		شہنم کی طرح روئے کو ہم رہ گئے افسوس
ملاقات تو کئی قلب سے آنکھوں سے عیا نور	۵	تھے صاحبِ تقدور پر اب ہو گئے بھور
ایکے دل کئی داغ ایک جگر اور کئی ناسور		حال اپنا دکھائیں گے اکبر ہیں بہت دور
بے وطن کشائے ہوئے ہم جہا نہیں سکتے		اور وہاں وہ سدھارے ہیں کیاں انہیں بکتے
شکل ہے عجب خیمے میں جائیں کہ نہ جائیں	۶	ذر ہے کہ نہ سیدانیاں با ہر نکل آئیں
فرزند کہاں ہے کہ اسے ڈھونڈ کے لائیں		نکل نہیں اب کونے ہوئے لال کو پائیں
اکبر کی ملاقات سے ہے پاس پر ر کو		جیتا تھا تو یعقوب نے پایا تھا پسر کو
جو کر گیا دنیا سے سفر پھر نہیں آتا	۷	آنکھوں سے چھپا جو وہ نظر پھر نہیں آتا
جنت میں جو ہو سچا وہ ادھر پھر نہیں آتا		تڑپا کریں ماں باپ پسر پھر نہیں آتا
سردے کے گھٹے سے علی اکبر کے لبیں گے		اس آس پہ جیتے ہیں کہ اب مر کے لبیں گے
بیٹا جو سفر میں ہو تو رہتا ہی وہی دھیاں	۸	ہوتا ہے کوئی دن میں ملاقات کا ساماں
اور وصل کی امید نہ ہو جب کسی عنوان		پھر مرگ ہی ماں باپ کے ہے درد کا درماں
گھر ہو گیا برباد حسین ابن علی کا		خزندہ جواں ہو کے نہ مر جائے کسی کا
یہ کہتے ہوئے سیحے میں داخل ہوئے رشتہ	۹	دیکھا کہ حرم پیتے ہیں کھوئے ہوئے سر
غش خاک پہ ہے ایک طرف زینب مضطر		ملائی ہے بانو علی اکبر علی اکبر
اتم ہے بیا چاک گریبان کے ہیں		شہزادیوں کو لونڈیاں حلقے میں بے ہیں

۱۰	رو کر کوئی زینب کو اٹھاتی ہے زمیں سے چلائے سیکڑا لے کر یہ شہ دین سے دو نوں غم اکبر میں ڈاک آن جیوں گی	بھاتی ہے پنی کوئی بالو سے حزیں سے باہارے بیتا نہ پھرے لشکر کیوں سے اماں ہی جیوں گی نہ پوچی جان جیوں گی
۱۱	حضرت نے کہا کون پھرے وہ تو سدھارے جاش علی سوتے ہیں دریا کے کنارے دنیا سے سوتے غلہ سفر ہے کوئی دم کو	بی بی نہیں نیرے ستم ایسا دوں نے مارے اب غیر اجل کوئی نہیں پاس ہمارے اکبر کو تو سب روپے اب روپے لگے ہم کو
۱۲	سب بیباں گھبرا گئیں سنتے ہی یہ نقشہ بر ایک ایک کا منہ نکلے گی بالو سے دن گیر میں بھی تھی پر سا بچے دیویں لگے پسر کا	تھراتی ہوئی غش سے اٹھی شاہ کی ہمیشہ سب سے کہا کیوں ہا جو دیکھو مری تقدیر ہے اور ہی کچھ قصد شہر جن و بھر کا
۱۳	اجڑی گئی مری کو کھڑا ہوا تھا مرا جسا یا کتنی تھی بھلا سر پہ ہے وارث کا تو سا یا رکھا ہے تباہی نے قدم گھریں ہمارے	اس آپر نے تھا دل بھی کیجہ بھی جلا یا پیغام رنڈا پے کا بھی قسمت نے سنایا دور را بھی پھرنا ہے مقدر میں ہمارے
۱۴	پاس آ کے یہ کئے گئے پھر سبٹ پمپشہر دنیا میں سدا جیتے ہیں فرزند نہ شوہر ہم لوگ تو میور ہیں مختار وہی ہے	بائیں نہ کر دیاں کی اسے بالو سے مضطرب کیوں روتی ہو اللہ کا سا یا تو ہے سر پر شکل میں غریبوں کا مددگار وہی ہے
۱۵	جس طاق اکبر پہ کیا بیٹے کو قتر باں پردے میں رہو یا کہ پھر دیا سرعراں جوجب ہوا اثر کرتی ہے فریاد اسی کی	مشکل بھی تمھاری وہی کر دیوے گا آساں حافظ وہی عزت کا وہی گھر کا شگباں ایڈائے اسیری میں رہے یاد اسی کی
۱۶	لوٹیں گے اگر گھر کو تو گھر کس نے دیا تھا یہ نخل تنائیں ٹھر کس نے دیا تھا ہم تھے تو محافظ تھے امانت تھی کسی کی	منصف جو تمھیں زیور و زر کس نے دیا تھا ہم شکل محمد سا پسر کس نے دیا تھا جھشش تھی اسی کی یہ عنایت تھی اسی کی
۱۷	گھر بار کے لئے کا تاسف نہیں زہنساں سب کچھ بچے بخشا تھا مگر ماقبت کار جو اس کی امانت ہے وہ ہمدے کے چلے ہیں	بستر پہ مسافر کو جاں تک ہو بسک بار بھاتی ہے نہ بیٹا ہے نہ لشکر نہ عمار کچھ لے کے نہ آئے تھے نہ کچھ لے کے چلے ہیں
۱۸	ہاں ایک امانت ابھی باقی ہے مقدر ہے قول کا صادق پسر مناسخ منزل پہ پوچھ جاؤں جو طے راہ رضا ہو	اس سے بھی ادا بھد کو کرے خالق اکبر وہ دیتی ہے کیا دیں کہ تن پر سے کئے سر رستہ دم شمشیر پہ ہے دیکھئے کیا ہو



۱۹	با نوسے یہ فرما چکے جب حضرت شیخ فرمایا کہ تم بھی نہیں رخصت کرو ہمیشہ دن وصل کے آخر ہوے فرقت کی گھڑی ہی	۱۹	سرت سے نظر کی طرف زینب دیکر نزل ہے بہت دور مناسب نہیں تاخیر پہلے سے دل کو اجل سر پہ کھڑی ہے
۲۰	تم فاطمہؓ رہا کے طریقے سے ہو آگاہ زینب نے کہا صدقے میں اسے شبہ دیکھا جو حکم ہو کچھ منہ سے نہ پیش کرے گی نہ	۲۰	ہر شخص کو درپیش ہے اک روز یہی راہ بے آپ کے مرجاوسے گی بنت اسد اللہ یہ کہہ ردا بھی نہ مرے سر پہ رہے گی
۲۱	منظوری زینب پہ دی مشاہد بھر آیا چھاتی سے کئے بار سکتے کو لگا یا اروتے ہوئے شیخ جو باہر نکل آئے	۲۱	اشکوں کے عووض خون دل آنکھوں سے بہایا خیمے سے چلا اچھڑ مختار کا جہایا پچھے سرم پاک کھلے سر نکل آئے
۲۲	تنہائی شیخ کا یکساں حال کھوں آگاہ یا اس پر دنا دار تھا یا سید ذی جاہ کبریٰ قدم سید ابرار سے لپٹی	۲۲	بیٹا نہ بھتیجا نہ کوئی دوست ہے واللہ زینب نے رکاب آگے جو تھای تو چڑھے مشاہ بانو کے خزیں گردن رہوار سے پٹی
۲۳	مرکب کو بھی راگب کو بھی دے دیکے دعائیں شد کتے لے اعدا نہ کہیں تیر لگائیں وہ کتنی تھی بابا بگے تم پیار تو کرو	۲۳	لین چوٹے سے ہاتھوں سے سیکھنے بلائیں تم خیمے میں اب جاؤ تو ہم مرنے کو جائیں سید اں سے کب آؤ گے اقرار تو کرو
۲۴	جاتے ہو تو صدقے گئی جلدی سے پھر آنا ہو جائے گا تیرہ مری آنکھوں میں زمانا جلد آؤ گے سید اں سے تو ردی کی نہیں	۲۴	ملو کی طرح سے کہیں کو ٹر پہ نہ جانا اپنے مرے بابا بگے پھاتی پہ سلانا دیکھو جو ہوئی دیر تو سونکی نہیں میں
۲۵	بیٹی سے کہا شہ نے بعد گریہ و زاری چھاتی پہ سلاویں گے پھر بھی جان تھاری آتم کو بھی بلا لیں گے جاں ہو چنگے بیٹی	۲۵	صدقے میں ترے اے مری عاشق مری پیاری کر دیو نہ بہت گرنہ پھرے جلد سواری کچھ کام ہے ہم آج وہیں سوئیں گے بیٹی
۲۶	وہ بولی نہ مائی ہے نہ مانوں کی میں یہ بات رود و کے یہ فرمانے لگے شاہ خوش اوقات منہ لاشہ معصوم سے سوڑا نہیں جاتا	۲۶	اب آپ کے دامن سے نہ اٹھے گامرات تنہائی کی پہلی علی اصفہر کی ہے یہ رات دے ساتھ جو اپنا اسے چھوڑا نہیں جاتا
۲۷	مادر سے جدا ہو کے دیا ساقچہ پہ رکا کچھ اس میں نہ ہو جائے گا کم پیار تھارا ایان فرش ہے سونیکو وہاں گرم زمیں ہے	۲۷	تنہائی پھر اس کی بچے کیونکر ہو گوارا پیاری ہو اگر تم تو ہے وہ بھی بچے پیارا تم پاس تو سب ہیں کوئی اس پاس نہیں ہے

۲۸	اس ذکر یہ سر ہیٹ کے بانو یہ پکاری آغوش میں دے کس کو یہ مان ورد کی ماری	۲۸	ہے ہے مرے اصغر ترے تنہائی کے داری تم مر گئے ویران ہوئی گو دہاری
	دل میں مرے ارمان بھرے رہ گئے بیٹا		کرتے جو یے تھے وہ دھرے رہ گئے بیٹا
۲۹	روتے ہوئے شیر چلے جانب سیدان تھی تابش خورشید ہوا تھی شر افشان	۲۹	چلائے یہ ناموس کہ اللہ نگہبان اڑتے تھے رخ پاک پہ گیسوے پریشان
	نظروں کی پسینے کے یہ کثرت تھی جبین پر		ہر گام پہ گرتے تھے تارے سے زین پر
۳۰	مولا کی زہے شان زہے قدرت اللہ پیدل تھے ملک اسب ملک میر کے ہمراہ	۳۰	تنہا تھے گرسا تھی زوج چشم شاہ باندھے تھے صغیر شکر جن تا صغیر جگ گاہ
	دونوں پہ چپ در اس شہر دین کی نظر تھی		مر جائیں گے تنہا یہ کسی کو نہ خبر تھی
۳۱	نصرت کا تھا یہ قول کہ خاک کھٹ پاہوں تیغ و دریاں کتنی تھی میں قبر خدا ہوں	۳۱	اقبال یہ کتا کہ میں پال ہوا ہوں فرماتے تھے شیر کہ راضی بہ رضا ہوں
	اگر سب ہیں میں اتھ نہ تھو پہ دھروں گا		یاسا ہوں کئی روز کا یاسا ہی مروں گا
۳۲	شیر کے ہمراہ رسول بن سلف تھے شاہ شہدایہ میں شیر بکف تھے	۳۲	جنات و ملائک کے پرے دونوں طرف تھے دل تھاے ہوئے ساتھ شہنشاہ بکف تھے
	ہے ہے مرے شیر یہ چلائی تھی زہرا		سر پہنتی اٹھوں سے چلی جاتی تھی زہرا
۳۳	بھرتے ہوئے تھے بال کلیجہ تھا دو پارہ جوان ہستی کو نہ تھا جبر کا پارہ	۳۳	تھاے ہوئے تھیں آسید و مریم و مسارا چلائی تھیں ہے ہے اسدا اللہ کا چارہ
	لے تاب ملک کو نہ عمل تھا زین کو		فریاد سے مردوں کی تزلزل تھا زین کو
۳۴	کی عرض ملائک نے کہ یاسید ابراہیم اس طرح گھر بار ہوے مسل گھر بار	۳۴	ہم بھی ہیں تری راہ میں سر دیئے کو تیار بندہ ہوں میں جس کا وہی میرا ہے مددگار
	ابا ابی علی صاحب مقدور نہیں ہے		امت کی تباہی بکھے منظور نہیں ہے
۳۵	پیادے ہیں بچے گو کہ انھیں میں نہیں پیارا عباس سے بھائی کا کسا داغ گو ارا	۳۵	بولا نہ جب اکبر سا جواں بچے کو مارا شش ماہہ پسر ستر ستم کھا کے سدھارا
	ار انھیں جس جس نے وہ ہر چند یہی ہیں		بھائی ہیں مرے اور مرے فرزند یہی ہیں
۳۶	ماتی ہے اب اک جان ستم دیدہ شیر یہ سینہ ہے کینہ ہے وقف تیر و تیر	۳۶	اور خلق ہے مشتاق دم بخور و شیر جس طرح سے چاہیں مجھے بھل کریں بے چیر
	مظلوم کا فرزند ہوں مظلوم مروں گا		کاش گئے گلا بھی تو بگلا میں نہ کروں م



کی سارے رسوئوں کی مرے باپ نے امداد	۳۷	فریاد رہی خلق کو کیا چاہیے منسریا د
راحتی ہوں میں گردن پہ چلے خنجر فولاد		گھر ہو مراد باد پہ امت نہ ہو بر باد
لازم ہے کہ جسے جبر علی کا پسرایا		تم بھی کوا تک نہیں دیکھا بشرایا
جنات نے پھر عرض یہ کی متعددوں پہ گر کر	۳۸	ہم خادم دیرینہ ہیں یا سبب پامیہ
فراگئے تھے ہم سے یہی جیسے در صفدر		بکھو بد آفت میں پھنسے جب مراد بسر
سردے کے شریک شہداء ہو گئے مولا		ہم آپ کے قدوں پر خدا ہو میں گئے مولا
فرمایا کہ تھا فوج ملک کو بھی یہی دجیاں	۳۹	ہم ہوں پس صاحب لوگ پہ قسربان
پر میں نے گوارا نہ کیا آن کا بھی احساں		بے جان بٹھے ہونے دو اسے قوم بنی جسان
ہرگز تمہیں رٹنے کا اشارہ نہ کروں گا		مرجاوں کا امداد گزارا نہ کروں گا
فرما کے یہ جنات سے گھوڑے کو بڑھایا	۴۰	چالاکی تو سن کو ہرانے بھی نہ پایا
خورشید کا جلوہ رخ روشن نے دکھایا		غل پڑ گیا آیا پسرفا طعہ آیا
ایشیا کر اب تیغ شرر بار کھینچی		خود عرش سے اتری ہے وہ تلوار کھینچی
نور رخ روشن میں عجب جلوہ گری ہے	۴۱	یاں ہر جاں تاب کا چہرہ نظری ہے
نقد شد یہ ہے اور وہ جس راغ سحری ہے		راکب جو قمر شدہ ہے تو مرکب بھی پری ہے
بجلی ہے جو اسوار اسے چمکا کے پھر آئے		یہ کاف سے کاف ابھی جا کے پھر آئے
ہے عام کو مرغوب بہت وصف سراپا	۴۲	ہیراں ہے مگر عقل کموں گر تو کہوں کیا
تشبیہ کی صورت کوئی بنتی نہیں آصدا		جوشے ہے سراپائے شہ دیں میں سو یکتا
خورشید غل رخ سے قمر اس کف پاسے		کس شے کو مقابل میں کروں نور خدا سے
سچ کہتا ہے ذاکر نہیں فرق اس میں میر تو	۴۳	تو ہیچ ہیں کیا ہو صفت کا کل و گیسو
اُس زلف کے ہمسر ہو یہ سہیل کا نہیں رہ		نے مشک میں لے جگر سارا میں یہ خوشبو
کس طرح نہ عاجز دم تحریر قلم ہو		کچھ سلسلہ اتھو آئے تو کفر یف رقم ہو
ہر وہ ہے رگبار کرم یار گہ جاں ہے	۴۴	یا ہے یہ شب قدر کہ قدر اُس کی عیاں ہے
یا سہیل پیچیدہ گلزار جاناں ہے		یا آہ دل حضرت زبیر اکا دھواں ہے
دیکھ تو ضیا چہرہ شاہ شہدا کی		دور اتوں میں ایک صبح یہ قدرت ہو خدا کی
پیشانی نورانی منسریا پیمبر	۴۵	ہے مطلع نور آیت نور اقتداس و انمہ
آئینہ جو کہئے تو یہ روشن وہ کتر		وہں ماہ سے نسبت تو وہ واعلیٰ ہے سراسر
کتا ہے یہ دل لطف تو حاصل نہیں ہو		اقص بھی کامل کے مقام نہیں ہوتا

۴۶	ان اردوؤں کو کئے جو شمشیر ہالی تشبیہ نہ لو کی جو کاش سے نکالی اردو ملک حسن پہ کتنا نظر آئے	کستی ہے طبیعت کہ یہ مضمون نہیں عالی دیکھا تو یہ پہلو بھی ہے کچھ حسن سے خالی آنکھوں سے بھی رہے ہیں دو بالہ نظر آئے
۴۷	زکس سے جو تشبیہ ہو اس چشم کی منظور آپس میں کریں اہل بصارت یہی مذکور زکس سے جو تشبیہ ہو اس چشم کی منظور	مردم کے تو نزدیک یہ بیانی سے ہے دور یہ چشم انوار خدا اور وہ سبے نور یہ چشم انوار خدا اور وہ سبے نور
۴۸	کس نکتہ سے بیاں کیجئے وصف بس شمشیر یا قوت کا کیسا مہر جس کی قوت اہلب پہ ہے ذکر آن کی جو یسریں کتنی کا	تجہر نو اعلیٰ کی ہے ادنیٰ کا شرف جن جو نٹوں نے خاتون قیامت کا پیا شیر تجہر نے کہاں پائی یہ اجار کی تعسیر
۴۹	دانتوں کی ثنا اپنی زباں پر کوئی کیا دے ظاہر ہوں تبسم میں تو بیکل سی چمک جائے ہے فوق انہیں عقد ثریا سے کئے ہیں	الماس و گہر جن کی چمک دیکھ کے شرمائے انفک تو اس طرح سے اختر ہیں دکھائے یہ خاطر کے دودھ کے قطروں سے بنے ہیں
۵۰	جو دانت کہتے عرش مسیحا کے ستارے افسوس زید ان پہ چھری بید کی مارے بجائے دانت ایسے بھی ہوتے ہیں جہاں میں	زہرا نے صدا دے جس جہاں پہ اتارے دشمن کو نہ پیارے ہوں نئی کو تو ہیں پیارے سب ار کے ڈاڑھیں انہیں روتے ہیں جہاں میں
۵۱	تفسیر مبینی ہے خط مصحف و خسار اعجاز سے خالی نہیں حسن شمشیر نظماں کو پہلو نے اُجلے میں لیا ہے	یا خامہ قدرت نے کھایا ہے خط گلزار دیکھو تو بدھر شام اور دھرمج کے آثار مہتاب کو آغوش میں ہالے لے لیا ہے
۵۲	ہے گردن شہ ملک حسن میں سردار اس گردن تازک پہ چلا خنجر خون خوار کیا اس کے مقابل ہو بھلا طور کا شعلہ	نہ جس پہ سدا لے رہے احمد مختار مطلع اسے بکے وہ جوتے مطلع انوار وہ آگ کا شعلہ تھا یہ ہے نور کا شعلہ
۵۳	آئینہ کتاب سے روشن ہے وہ سینہ حق کے گہرا راز کا معدن ہے وہ سینہ رکھ پتے ہیں سب سر پہ یہ مصحف کا ادب ہی	پردا غوں سے اولاد کے گلشن ہے وہ سینہ نراں کی طرح علم کا مخزن ہے وہ سینہ واں پاؤں رکے ثمر قیامت ہے غضب ہی
۵۴	آئینے سے بھی عاتق تہ شاو زم سے ہے خوش لو میں بہ از ناظر آہوئے غضب ہے سر دینے کو میدان شہادت میں پلے ہیں	ما بین شکم ناف نہیں عکس و قن ہے اور سوئے کمر رشتہ گلدستہ تن ہے نہ فوج ملک نے انہیں قدروں پہ لے ہیں



۵۵	اگاہ بجا طبل ہوئی تیروں کی بوچھاڑ دش تو جو علم ہائے یہ کھل گئے اک بار	گر جاو دہل گونج گیا گنبد و قدار دن ہو گیا آنکھوں میں لعینوں کی شب تار
	تواروں سے واں برقی بھی شرمائی ہوئی	اڑنے سے چہرہ روں کے گٹھا چھائی ہوئی ہے
۵۶	حضرت نے نظر کی جو سوئے قوم سنگر فرمائے لگے یوں بد قسم مشہر صفر	دیکھے کہیں نیزے کیس تھیں کہیں خنجر فوجیں ہیں کہ موجیں ہیں یہ دریا ہے کہ لشکر
	دنیا میں بدوں کو نہیں کچھ نیک کی خاطر	اللہ یہ انہوہ ہے مجھ ایک کی خاطر
۵۷	جوڑے ہوئے تیروں کو ہیں پلوں میں کماندار یاں ایک گلا واں کئی سو مخبروں غوار	اک سینے کی خاطر یہ مرد و تو ہے بیکار یاں تو ایک جسم کی اور اس قدر اسوار
	دست بستم و جور بڑھائیں گے کھلمکھ	سب نیزوں پہ اک سر کو چڑھائیں گے کمان تک
۵۸	دم کر کے دعا سینا پہ اور طیش میں آکر سب لڑنے جو آئے ہیں ایکسہ بے پا کر	نعرہ کیا حضرت نے یہ گھوڑے کو بڑھا کر دیکھوں تو بجا کون مری ضرب اٹھا کر
	آٹھوں مگر فوج کی کثرت پہ نہ پھولو	پھر سے نہ بد آؤ گے نجاعت پہ نہ پھولو
۵۹	جیو نہ سمجھو مجھے اس قدر تار ی ہو جائے اشارے میں فنا فوج یہ ساری	ہر چیز پہ عالم میں مرا حکم ہے جاری چل جائے تمہیں برا بھی تلوار تھاری
	اک سوں تک اس بن میں گئے سر نظر آئیں	خنجر جو کریں ہیں لگوں نظر آئیں
۶۰	کدہ ن کہ سرک یاں سے تو دریا ابھی ہٹ جائے یوں رعد ابھی کڑکے کہ جگر شیر کا پھٹ جائے	دوں حکم ہوا کو تو ابھی آگے پلٹ جائے یوں زلزلہ آئے کہ زمین دن کی اٹ جائے
	برباد یہ سب خرمن استی نظر آئے	باراں کی طرح آگ برستی نظر آئے
۶۱	اٹ کر وہ تو سب فوج کے نیزے ابھی چھائیں تلواریں تڑپ کر ابھی قبضوں سے نکل جائیں	پھل برتھیوں کے شمع کے مانند پھل جائیں اور تم کو نیام اڑو ہے بن بن کے نکل جائیں
	پرداز کریں تیر پر عددوں کی طرح سے	پھنس جاؤ کمانوں میں کندوں کی طرح سے
۶۲	گھوڑا مرا ان گھوڑوں سے کروے جو اشارے نازاں ہو کہ راحت سے ہیں دریا کے کنارے	زینوں سے گرا دیں ابھی رہوار ٹھارے میں چاہوں تو مر جاؤ وہیں پیاس کے مارے
	چلنے سے بچوں کو نہ راحت کوئی دم ہو	دریا کو بھی پی پی لو تو کبھی پیاس نہ کم ہو
۶۳	سینہ مرا اسرارِ امانت سے بھرا ہے واہن مرا ایماں کی دولت سے بھرا ہے	دل خاقی اکبر کی محبت سے بھرا ہے ہر عضو بدن زور نجاعت سے بھرا ہے
	خاموشیوں خاطر سے رسولِ عربی کی	باتیں اس لیے روکا ہے کہ امت ہو بی کی

۶۳	یا اے مرا شیر خدا ساسی ماذل ہوتا نہ اگر مبر تو تھی دشمنی شکل	دو ہو گئے تو اوست جس کی حق و باطل تم ظلم میں یکتا ہو تو میں مبر میں کامل
	ہوتا نہ اگر مبر تو کچھ کام نہ ہوتا	مظلوم زمانے میں مرانا م نہ ہوتا
۶۵	آئے تھے ابھی میری مدد کو ملک و جن نے کس کا وہ احسان جو ہو خلق کا عین	یاں عرض نہ تھوں ہوئی ایک کی یکنی دنیا میں بہت جی چکے مرنا بھی ہے اک دن
	ابھی کہ یہ سامان نہ مرے حق میں زبوں ہو	اک جان پیے اور کئی لاکھ کا خون ہو
۶۶	آئی یہ ندا چرخ سے اسے شیر ہا رے معتوق کے عاشق ہی سمجھتے ہیں اشارے	گڑے ہوئے جو کام تھے سب تم نے سوارے پیارا جو ہیں تو ہے تمام ہیں تجھے پیارے
	ہمت ہو تو ایسی ہو مروت ہو تو ایسی	بندہ ہو تو ایسا ہو جو طاعت ہو تو ایسی
۶۷	ہم حکم تجھے دیتے ہیں ہاں تیغ مسلہ کر لاکھوں سے لڑائی ہے خور اور دم کو کم کر	اور آئے نشت کو دم تیغ پہ دم کر نیزوں کو قلم کر سہرا عدا کو قلم کر
	جب تک کہ جہان خلق سے آباد رہے گا	یہ سرکہ بھی حشر تک یا ور رہے گا
۶۸	یہ سنتے ہی شہ نے سیر تسلیم جھکایا تو اور جو کھینچی تو ہلا عرش کا پایا	کی عرض کہ جو حکم ترا ہا رہے منہ آیا قدسی یہ پکارے غضب آیا غضب آیا
	کام ہے اسی نے پر جہریں میں کو	اللہ بچا دے کر گاؤں زمیں کو
۶۹	جنگی جو علم ہو گے وہ شمشیر شہر بار دریا مستلاطم ہوئے ریزان ہوئے کسار	اک برق سی آئینہ گردون کے ہوئی پار پھل گئی پانی میں تو دریا میں گرے مار
	دہشت سے ہرن شیر کے مسکن میں چھپا تھا	شہباز کو تر کے نشین میں چھپا تھا
۷۰	شیر و گیتاں سے نکلتے ہی بن آئی جان اپنی دروندون نے فقط تھی نہ بچائی	روبا ہوں نے چھپنے کو جگہ شیر کے پائی دیتے تھے پرمدے بھی سیلاں کی دو پائی
	پرداز کے مستحق تھے پر بھول گئے تھے	بوش از گئے تھے خوت سے گھر بھول گئے تھے
۷۱	تھی فوج مخالف میں عجب طرح کی ہل چل آفت ہے یہ پیاری ہے اگر جان تو ہل چل	ایک ایک سے کستا تھا کہ لشکر سے نکل چل نادان ٹھہرنے کا نہیں ہے یہ مسل چل
	ابکلی ہے پہ بکلی میں جلا دیے کی فو ہے	ایک طرہ تھی شہر سے پھر میں ہوں نہ تو ہے
۷۲	حملہ جو کیا شاہ نے لشکر ہو ا تر بھر بالا نے زمین تیغ سے کٹ کٹ کے گرے سر	رخ پھر گئے جب تاب ٹھہرنے کی کہاں پھر اک شہر وہاں میں صفا اول ہوئی آنکھ سر
	یوں چل گئی اجسام مخالف کے دھاب	پھر حاکم نے جس طرح تم حرفِ نسط پر



اس صف سے جو نکلے نظر آئی صفت ثانی	۷۳	اس میں بھی وہ آگاہ اسد اللہ کا جانی
آب دوم شمشیر کی دیکھی جو ردائی		داشت سے عینوں کے جگر ہو گئے پانی
لٹ لٹ کے ابھی سر نہ گرے تھے بدلوں سے		روحوں نے کنارہ کیا پہلے ہی توڑے
افراط کشتوں کی لگا موت کا دربار	۷۴	غل تھا کہ عبث چھوڑ کے ہم آئے تھے کھربار
یکلی سے بھی باہر ہے یہ شمشیر شرر بار		افلاک سے اک بار وہ گرتی ہے یہ اسر بار
قبضہ میں اسی کے ہے جو کچھ کار اجل ہے		دست ملک موت ہے اپنے کا پہل ہے
وہ تیغ تھی کس گھاٹ کے پانی سے بھائی	۷۵	اک موج تھی دریائے فنا کی جسد ہر آئی
دیکھتے نہ یہ جو ہر نہ یہ تیز ہی مہ صغائی		کٹ جائے اگر ملے یہ چڑھے ساری خدائی
پہونچے نہ بھی سیل فنا گھاٹ کو اس کے		جہریل کے پر جاتے ہیں کاٹ کو اس کے
برہم بھٹیں ہو گئیں اک جا ہوئے انسلم	۷۶	اس تیغ نے دان بھی انھیں لینے نہ دیا دم
بڑش تھی عجب اور عجب طرح کا دم خم		ہر شخص پہ بجلی کی طرح گرتی تھی ہر جسم
کیا جانے وہ پہل کون سے لوسے کھانا تھا		جلنے میں ہوا لگ گئی جس کو وہ فنا تھا
بے جاں تھا جو بڑھتے تھے قدم رن سے کسی کے	۷۷	لگتے ہی اڑا دیتی تھی سر تن سے کسی کے
دو کر کے نکل جاتی تھی تو سن سے کسی کے		رکتی تھی نہ بکتر سے نہ بوشن سے کسی کے
چار آئینہ والے بھی تہ تیغ دو دم کے		ہر ہاتھ میں دستانے بھی یک دست قلم تھے
خوں میں صفت دشمن کو ڈبا تھی ہوئی آئی	۷۸	اعد اکو جھپک اپنی دکھاتی ہوئی آئی
شعلے کی طرح سب کو جلاتی ہوئی آئی		ہستی کے چراغوں کو بجھاتی ہوئی آئی
ہر سودم اشد کی طرح شعلہ نشاں تھی		سقراض اجل تھی کہ وہ تیغ دوزباں تھی
اکلام میں سواروں کے رسالوں کو بھی کاٹا	۷۹	مانند قلم برچھوں دالوں کو بھی کاٹا
لشکر کے لٹانوں کو بھی بھالوں کو بھی کاٹا		لٹا رہیں بھی آری ہو میں ڈھالوں کو بھی کاٹا
ایوان شہر نے کا سمندوں میں رہا تھا		نابت کوئی حلقہ نہ کندوں میں رہا تھا
رہوار تھا تلوار سے بھی چلنے میں کچھ تیر	۸۰	شمشیر جو بجلی تھی تو آندھی تھا وہ شبیدیر
تھی حور کے گیسو کی طرح یال دل آویز		دانت ہی نہ تھا وہ کہ کسے کہتے ہیں مینر
عالم پر پرواز کا تھا دامن لیں پر		دریا پہ وہ تھا موج تو بجلی تھا زیں پر
مر مر تھا کبھی گاہ نیم حسری تھا	۸۱	طاؤس فلک سیر دم جلوہ گری تھا
بن بن کے اٹھانے میں قدم کبک دری تھا		کادے میں جو پرکار تو اڑنے میں پری تھا
دختر تو کب اپنی دکھاتا تھا کسی کو		سایا بھی نہ اس کا نظر آتا تھا کسی کو

۸۲	تھا کاہ کشاں چو یثوں سے حلقہ گردن آہ سے بڑی آنکھ گر شیر سی چون سب سے کوت جودہ ضرور ہونے لگے	۸۲	سم بدر سے اور نعل مر لوسے بھی روشن آپ اس کی طابخہ تھا اجل کا پئے دشمن یشوں کی طرح کا سنہ سر چو رہوئے کھٹا
۸۳	جہاں میں ہزار اہل شقاوت ہوئے بسدم حضرت کا غضب بھی غضب حق سے نہیں کم اب رحم کرو شیخ شرر بار کو روکو	۸۳	غل پڑ گیا فریاد ہے یا سید عالم احمد کی منہ لڑ جو کبھی تم سے لڑیں ہم یاں ہوئے جاتے ہیں رہو ار کو روکو
۸۴	براہم شہ والا کی جو غمی خاطر اقدس زدبک تھا بل بکے گرے چرخ مقررین ہے وقت شہادت کا شجاعت کا نہیں ہی	۸۴	شعلہ لقی وہ تیغ دوریاں اہل شتم حس آئی یہ صدا عالم باد سے کہ میں ہیں اب ہم بھی بکھ ہیں گئے قیامت بھی تھیں
۸۵	ہاں دی تھی ایس نے تھیں لڑنے کی اجازت سب سے ترے قبضے میں مرے اتحاد کی طاقت انہم میں ترے رورو کے جو فریاد کریں گے	۸۵	اب جسرد کھا اے سپر شاہ ولایت منظر بھی کو ہے کرامت د ہو غار مت ہم بھی ترے یثوں کو بہت شعلہ کریں گے
۸۶	اللہ کا خلیفہ و رفعاے شہ ابرار کوڑے سے اتر کر یہ پکارے بدل زار اس طلق پہ منہ احمد مرسل نے ملا ہے	۸۶	آئی ادھر ادھر اداز ادھر رک گئی تلوار خولی ہے کہاں اور کہاں ظہر ستم کار عمرہ کریں ذبح میں حاضر یہ گلا ہے
۸۷	ہے توح کہ جان اب رہا مہودیں واریں لو تیغ نہیں ہاتھ میں نیزہ سبھے ماریں بیرا بھی اور امت کا بھی مطلب نکل آئے	۸۷	رنگ گہری پیری پیری تلوار کی دھاریں بھاتی پہ پڑھیں سر کو بدل پر سے تاریں جلدی کریں ایسا نوز نینگ نکل آئے
۸۸	یہ سیکھے ہی بھاگے ہوئے پھر آئے جفا جو یتھوں سے کئے ابن ید اللہ کے بازو سب غوں سے عہد کی تبا لال ہوئی تھی	۸۸	سر زخمی ہوا ڈوب گئے خون میں کیسو پلوئے مبارک پہ گئے قبر سے پہلو بھاتی کا یہ عالم تھا کہ غراب ہوئی تھی
۸۹	جب ایک ہزار اور کئی سوز خم اٹھائے چلائی یہ زنجب جو میں لڑنے کو آئے ادنی تھی سیکھنے پہ نہ جا سکتے تھے حضرت	۸۹	غش میں کئی ساعت رہے گردن کو بھکائے ہے ہے مرے بھائے کو اب کون بچائے ہرزخم میں جیسے کی طرف تلنے تھے حضرت
۹۰	یزوں سے جو مجروح ہوا چاند سا سینہ زدبک اجل ہم سے ہے اور دور مدینہ دان تو وہ مسافر ہے بیان اپنا سفر ہے	۹۰	فراتے تھے افسوس صدا موس سیکھ صغرا سے بھی لٹنے کا نہیں کوئی قرینہ شیر کے احوال کی کیا اس کو خبر ہے



تو راکے سوئے قبلہ جھکے خاک پہ اک بار اتھوں کو اٹھا کر یہ پکارے شہ ابرار	۹۱	تھے غنّی میں شہ وری کہ مکی فسق یہ تھار رکھے بولگا خلق پہ خنجر کو شمشکار
فریاد کو مادر مری سرنگے کھڑی ہے		عل کر اسے یار یہ کہ یہ مشکل کی کھڑی ہو
آپ آتے ہیں شکل میں غریبوں کی بہت کام سہرے کڑا کے کرو خاک پہ آرام	۹۲	یا جیدار کر اردو کا ہے یہ ہنگام قاتل جو غلا کاٹے تو تھراے نہ اندام
لیجئے یہ دعا خاتمہ بانجیر ہو میرا		خنجر کے تلے حال نہ کچھ غیر ہو میرا
جز خیر خدا لب پہ کوئی حسرت نہ آئے دولت نہ شہادت کی مگر ہاتھ سے جائے	۹۳	قاتل جو مرے خلق پہ خنجر کو پھراے یہ جان حزیں رنج اٹھائے تو اٹھائے
خانی سے گنہگاروں کو بخشائے مردوں میں		اس رنج اٹھانے کا صلہ پاسکے مردوں میں
اک پھول کے مانند بدن پر سے کشا مس نازہ ہے انیس آج تک ماتم سرور	۹۴	مقبول ہوئی شہ کی دعا چل گیا خنجر گوین میں اس دن سے بیا ہو گیا خنجر
ہر سال اگر ہے تو ترقی اسی غم کو		روئی گئے یوں خلق بتائے کوئی اہم کو

## سلام

ہم آسمان سے لائے ہیں ان زمینوں کو خیال صنعت صانع ہے پاک بیٹوں کو تھایاں سے کہاں لے گئی کینوں کو چنا ہے جامہ اصلی کی آستینوں کو خبر کرو مرے خرم کے خوشہ پینوں کو جڑا ہے ایک انگوٹھی پہ دو نگینوں کو کہ دوست رکھتا ہے اللہ بھی حینوں کو چڑھلے مثل ید اللہ آستیتوں کو اٹھا چکے ہیں زمیندار جن زمینوں کو چڑھایا علی اکبر نے آستینوں کو	۹۵	سدا ہے فکر ترقی بلند بیٹوں کو پڑھیں درود نہ کیوں دیکھ کر حینوں کو نکھ میں سوئے ہیں چھوڑا ہے شیشیوں کو یہ جھڑیاں نہیں ہاتھوں پر صنف پیرانی لگا رہا ہوں مضامین لوگے پھسرا ہوا یہ ظل تھا مر نبوت پہ جب چڑھ حنین بجا ہے اس لیے اکبر سے تھا حینوں کو عشق حینوں جاتے ہیں پھر بزد میدان میں بھلا ترودے جاسے اُن میں کیا حاصل؟ علم کیے ہوئے جہاں نیکے نیچے سے
---	----	--

مزا یہ طر ف ہے مضمون دیتا نہیں غلط یہ لفظ وہ بندش بری یہ مضمون کست فلک پہ جب ہوئی آواز ای کو دم بج نگار غامی ٹپکنے لہو جو قبضے سے وہاں کیسہ زر بند کر پر اسے منعم خیالِ خاطر اجباب چاہئے ہر دم		مقابلہ پہ چڑھائے ہیں آستینوں کو ہنر عجیب ملا ہے یہ نکتہ جینوں کو تو غازیوں نے رکھا رکبوں پہ لہیوں کو چڑھایا شیر والا نے آستینوں کو خدا کے واسطے بند کر جس کے جینوں کو ایسے نہیں نہ لگ جائے آگینوں کو	
عریاں سرخا توں زمیں ہے اب تک چلم کے ہیں دن خاک اوڑاؤ یارو	رباعی	ناموس پہ ایذاؤ محن ہے اب تک شیر کی لاش بے کفن ہے اب تک	
عابد کہتے تھے آدھ کا چسارہ ہے گرج کر ہیں انھیں تو قرآن ہو جائے	رباعی	یہ لاش غریب الوطن آوارہ ہے ہر عضو حق حسین میں پارہ ہے	
چلاتے تھے مسلم کے پسر قتل نہ کر ہم بے وطنوں میں یرحم کر اسے حادث	رباعی	منظوم ہیں اور سب پر قتل نہ کر لشکر ہیں بیچ لے پر قتل نہ کر	
خیمہ لب ہنر شہ کو کرنے نہ دیا پہلی ہی دعوت تھی کہ ملعونوں نے	رباعی	پانی بھی ہشتیموں کو بھرنے نہ دیا دربار پہ مسافر کو اترنے نہ دیا	
کستی تھی توں لے مرے پیارے شیر بیت کو سدھارے سب عزیز و رخصا	رباعی	کس بیگی سے جاتے ہو مائے شیر اب کوئی نہیں پاس تمھارے شیر	
اتنا غرور کر کہ مرنا ہے سب تجھے رکھ خاک پہ ٹوٹی پچ کے پاؤں ایسے	رباعی	آرام ابھی قبر میں کرتا ہے تجھے اک روز عراط سے گذرنا ہے تجھے	



جینے میں رخصت کو سٹہ بھر دو آئے	مرثیہ	چلائی سیکڑ مرے بیکس پر آئے
حضرت کو جو ناموس و بیگم نظر آئے		رو کر کا اہم قبر میں اصغر کو دھر آئے
لو بیویو شیر جاں سے سخری ہے		اب فاطمہ کا لال چراغ سحری ہے
تھا ہو سے کس طرح نہ ہم مرنے کو جائیں	۳	قاسم ہیں کہ عمو کے عوض غول میں نہ جائیں
جہاں ہیں جو نہ رہا چھوڑنا کٹائیں		اکبر ہیں جو بابا کی عوض برہمیاں کٹائیں
یاد رکھو کوئی بجز بیکسی و پاس نہیں ہے		اصغر بھی سوے اب تو کوئی پاس نہیں ہے
تقدیر میں جو داغ اٹھانے سے اٹھائے	۴	ان آنکھوں سے فرزندوں کے لائے نظر آئے
اکبر سا پس مر گیا ہم مرنے نہ پائے		طافی بچے اس قافلے سے جلد ملائے
کس سے کہوں جو بچہ عزیزاں کا قلع ہے		دل نہ کرے بے سینے میں کیجہ مر اشن ہے
تم سب کو کبسا خان اکبر کے حوالے	۵	دہر کے حوالے کیا جیدر کے حوالے
سب گھر ہے مرا عاؤد مضطر کے حوالے		بے میری سیکڑ مری خواہر کے حوالے
انتم میں مرے نالہ و فریاد کرے گی		بھلاؤ جس دم وہ بیٹھے یاد کرے گی
اصغر کو یے گود میں پھر قی گئی وہ دن بھر	۵	بھلائے گی دل کس سے کہ مارے گئے اصغر
اب اور قیسی کی بلا آتی ہے سر پر		غم ہے کہ یہ کس طرح بے گی مری دختر
اکون اس کے بھلا تازا اٹھائے گام ہے جلد		چھاتی ہے اسے کون سٹائے گام ہے جلد
افسوس مری پیاری ہے اب ہوش گئی بیدار	۶	دور کے یے ماریں گے طافے ستم ایجاور
چلائے گی لے کے مرا نام وہ ناشاد		مر کر بھی غم و رنج سے ہم ہوں گے نہ آزاد
ایہاں گلا باندھے گا جب شمر رس میں		لا شمر احد سے سے تڑپ جائے گارہاں
کہہ کر یہ سخن روئے گئے سید اکرم	۷	ناموس محمد میں بپا ہوئے گا ماتم
سر پیٹ کے زینب نے کہا اسے شہ عالم		کس سے سخن یاں یہ فرماتے ہو اس دم
کچھ میری بگیا ہے فکر جو سر دیتے ہو بھائی		بے ہے بچے مرنے کی خبر دیتے ہو بھائی
جائے ہو تو ہمراہ ہیں گوسینے جاؤ	۸	میں تبر ستم کھاؤں گی تم بر چھیاں کھاؤ
جب غش میں سر پاک کو ہرے پہ جھکاؤ		میں تمام ہوں تا خاک پہ تم گرے نہ پاؤ
اتنا نہیں تمیشہ و تبر کھالے نہ دوں گی		مر جاؤں گی پر آپ کو میں جلنے نہ دوں گی
اپا نہیں اناں نہیں بیٹے بھی نہیں پاس	۹	پر دیں میں ہے کون بجز بیکسی و پاس
اس خواہر نگلیں کو فقط آپ کی ہے اس		بعد آپ کے کرے کا نہیں کوئی مر پاس
ہر شہر میں سر ننگے میں دل نہ تہ پھروں گی		مدتے کئی حد در میں رس بستہ پھروں گی

روئے گئے زینب سے یمن کر شہر اہمار	۱۰	چھائی سے لگایا اسے بادید و خون بار
نرنا پاک دے سبر تجھے ایزد و خفتار		واللہ بن بھائی ہے اس امر میں ناچار
کس طرح نہ مرنے کا ارادہ کرے زینب		ہے مرضی خالق تو یہی کیا کرے زینب
جانے دو دہن خالق اکبر کی قسم ہے	۱۱	رو کو نہ ہیں تم کو پیغمبر کی قسم ہے
زہرا کی ہتھیں روح مطہر کی قسم ہے		بس صبر کر دو تم کو مرے سر کی قسم ہے
اتنائی سے دم سینے میں گھبرا تا ہے بھینا		اب شعروں کو وعدے میں لٹکا تا ہے بھینا
یہ سن کے گری زینب دلیگر نہ میں پر	۱۲	چلائی کہ دنیا سے چلے پاسے برا دور
پھر طے نہ کہا دیکھ کے باغ کو کھلے سر		صاحب کو کیا حال ہے کیوں بھنگ دی چادر
اب پر بھی تار ہے کبھی سینہ زنی ہی		تم تو ابھی جتے ہیں یہ کیا شکل ہی ہے
رد کر کہا بانو نے کہ یا سبب پیغمبر	۱۳	کچھ ہوش نہیں جب سے بوسے میں علی اکبر
کس طرح میں بھائی کو نہ بیٹوں مرے سرور		اکبر ہی کو روتی تھی کہ مارے گئے اصغر
بھینے کی نہیں دل پہ بزار بج و تعب ہے		آقا نے بھی لونڈی کو جو چھوڑا تو غضب ہی
شہ نے کہا بانو یہی قسمت میں لکھا ہے	۱۴	تذیر سے کچھ زور نہیں صبر کی جا ہے
آیا ہے جو دنیا میں وہ اک روز فنا ہے		گھبراؤ نہ ہر دم میں مددگار خدا ہے
دو بیٹے فدا کر چکی ہو راہ خدا میں		شوہر کو بھی قربان کرو راہ خدا میں
پیغام رنڈا ہے کا شا شاہ سے جس دم	۱۵	یہ روئی کہے ہوش ہوئی بانو سے پر غم
عابد کے سر خانے گئے رونے شہ عالم		بازو کو ہلا کر کہا بادید و پر غم
کیا غش میں ہو رخصت کو پدر آیا ہے بیٹا		اشکو کہ وصیت کو پدر آیا ہے بیٹا
بابا کی صدا سن کے اُسے ہوش ہو آیا	۱۶	اٹھانے گیا "سر قدم شہ" پہ جھکا یا
شہ بٹھ گئے اور اُسے آستہ اٹھایا		نچد دیکھ کے عاجز نہ یہ حضرت کو سنا یا
روشن ہوئیں آنکھیں شہ والا نظر آئے		بس اب ہوئی صحت کو میٹھا نظر آئے
شہ نے کہا وہ بچہ کو شفا ایزد عفا ر	۱۷	جاتا ہے پدر مر نیو اسے عابد بیٹا ر
بچے کے جلانے کو اب آئیں گے جفا کار		رہنا حرم پاک سے بوسے میں خسر دار
اس گھر کے بس اب مالک و مختار نہیں ہو		بے وارقی رانڈوں کے مددگار نہیں ہو
بجھاتا ہوں جو کچھ وہی کرنا مرے دلدار	۱۸	رسی بند سے گردن میں تو مست کیجیو تکرار
نہوڑا بنو سر و کیتے ہی طوق گراں بار		دکھدے جو قدم بیڑیاں لائیں جو ستکار
فرزند ہو تم ابن شہ عقدہ کشا کے		پابند رہو سلسلہ صبر و رضا کے



اور اک یہ وصیت رہے یاد اے مرے جانی!	۱۹	کچھ نہ فراموش مری تشنہ و پانی
چو آئیں پھر گذرے ہیں پایا نہیں پانی		دیں پانی اگر بعد مرے ظلم کے پانی
تم فاختہ بلا کا دلا دیکھو جیسا!		اور پیاسی سکیگے کو پلا دیکھو جیسا!
اور سوئے وطن جانیو جب قید سے چھٹ کر	۲۰	صغرائے یہ کیتو مری جانب سے مسترد
بی بی تجھے بھولا نہیں ہے بگیں و مضطر		نئی یاد تری دل میں گلا تھا یہ بخیر
تقدیر نے زندہ ہمیں پھیرا نہ سفر		اب حشر میں ہووے گی ملاقات پدر سے
سجاد نے حضرت سے کہا تمام کے رقت	۲۱	کیا بندے کو مرنے کی نہ دیکھے گا اجازت
اس قید مصیبت سے تو بہتر ہے شہادت		بن آہ کے ہے زیست مرے حق میں قیامت
یہ شدت تب اور یہ تنہائی ہماری		گر آپ نے چھوڑا تو اجل آئی ہماری
شہ نے کہا مدد سے رہے منظوی کے شیر	۲۲	اے عالمگیر بیکس! یہی خواہش تھی تیر
کس طرح سے تو ملن دھڑے گا ہتہ شیر		یار تھے جسے میں تو ہے طوق گلو گسر
آزیت تجھے باپ کے ماتم میں ہے رونا		چائیں برس بجھ کو مرے غم میں ہے رونا
ہر چند کہ ہے تم پہ لڑائی پدری جبر	۲۳	جب تم نہ ہووے کون بناوے گا مری قبر
آجائے گا عشق روؤ نہ بیٹا صفت ابر		اب گھر میں نہ ہم آئیں گے بابا کو کرد صبر
تاموس رسول دوسرا کو نہیں سونپا		سو گیا تھیں گھر اور حسد اکو تھیں سونپا
عشق ہو گئے سجاد عزیز سن کے یہ تقریر	۲۴	روئے ہوئے سیداں کو چلے حضرت شیر
مدد سے ہو آزر دُرِخ زینب دل گیر		علا کے کہا باؤں نے ہے ہے مری تقدیر
اٹھتا ہے مرے شاہ کا سایا مرے سر سے		لوگو! میں چنی جاتی ہوں زہرا کے سر سے
بکھاتے تھے ایک ایک کو شہ بادل ناخاد	۲۵	اے بیبیو! بے فائدہ ہے نالہ و فریاد
بھولو ہیں اب خالق اکبر کو کرد یا د		شا کر رہو ہر دم کہ میں کہ حق کا ہے یہ ارشاد
یہ سن کے ہر اک تکتی تھی شیر کی صورت		شہ دیکھتے تھے دور دور کے ہمیشہ کی صورت
خیمے سے برآمد ہوئے آخر شہر صفدر	۲۶	سب بیبیاں ڈیوڑھی پہ رہیں کھولے ہوئے سر
کیا سمجھے بیاں بیکسی سب سب ہمیں سر		بیٹا نہ بھیتا نہ علم دار نہ لشکر
اتھتا ہے جو رکاب آپ کی اتنا نہ گلی تھا		رہوار تھا پار اکب دوش نبوی تھا
کس یاس سے ہر چار طرف تکتے تھے مضطر	۲۷	دکھلائی نہ دیتا تھا کوئی موٹس و یا ور
رو کر کبھی چلائے تھے آؤ علی اکبر		دل تمام کے کہتے تھے کبھی ہائے برادر
لو جلد خبر بیکس و بے یار بھوں عباس		تم تھا مور کا ب آگے تو اسوار بھوں عباس

۲۸	رود کے یہ کہتے تھے شنشا و دود عالم ہرگز دل زینب کو قرار آیا نہ اس دم	منظوی شیر پہ تھا خیمے میں ما تم چلاتی ہوئی ٹوڑی سی سے نکلی وہ بعد غم
	اللہ بھائی دکھاؤں کے تنہائی تمہاری	تھاے گی رکاب آج یہ ماں جالی بھاری
۲۹	شہ نے کہا زینب تری اہلت کے میں قرباں پھر گھوڑے کے نزدیک گئے سرور ویشاں	بھائی کے لئے پردے کا تم کو نہ رہا دھیاں رود کے ہر لوہن اشد نگہبیاں
	زینب کے رکھا ہاتھ رکاب شہ دیں ہر	شیر بوسے جلوہ ناخاں زریں ہر
۳۰	سیداں کو چلی سستید بیکس کی سواری بنگاہ میں ہو پنا اسد ایزو باری	زینب گئی خیمے میں بعد گریہ و زاری اس غلط سے دیکھا کہ لگے کاٹنے ناری
	کیا رعب تھا کیا دبدہ تھا ابن علی کا	لپٹنے کی طرف ہاتھ نہ بڑھتا تھا کسی کا
۳۱	بچپن کا تھا مرکب تیراں برق کی مثال کہتے تھے ستار زہے حشمت و اجلال	ہر مرتبہ چکارتا تھا قافلہ کا لال دیکھو تو ذرا شوکت شیر خوش اقبال
	ب تشنہ کنی دن شبہ مظلوم رہے ہیں	پر شیر سے میدان میں کھڑے جھوم رہے ہیں
۳۲	دن ہو گیا جلوے سے رخ تاب کے متاب ہیں زہی آنکھیں تو ہے چہرہ گل شاداب	ابو ہیں حرم حرم پاک کے خراب ب غیرت یا قوت ہیں دندان درخوش آب
	آئینہ ہے گردن تو صراحی سا گلا ہے	حضرت کا بدن نور کے سلجھے میں ڈھلا ہے
۳۳	اتنے میں ہوئے بزم کے رجز خوان شہ صغیر نانا ہے پیمبر مری ماں منت پیمبر	پہچا نور سے رہے کہ اسے قوم ستمگر بھائی حسن ہنر قبا عاشق و ادور
	ایں سرور دان چمن شیر خدا ہوں	واللہ ذر و جہ سے میں شیر خدا ہوں
۳۴	تم وہ ہو کہ لکھ لکھ کے خط شوق بلایا تم وہ ہو کہ بے جرم و خطا لکھ کو سستایا	میں ہوں کہ ہو گھر چھوڑ کے اس گری میں آیا میں وہ ہوں کہ شکوے کا سخن لب پہ نہ لایا
	تم وہ ہو کہ تصویر پیمبر کی مشادی	میں وہ ہوں کہ جس نے تجھے بخشش کی دعا دی
۳۵	بے جاں کئے تم نے مرے یاد مرے پیارے تم صبح و سار پہن ہو دریا کے کنارے	میں رہ گیا سب جانب فردوس سد عمارے بچے مومے جاتے ہیں مرے پاس کے مارے
	مہاں کو بھی ایذا کیس دنیا میں ہو لکھ	پانی نہیں دیتے ہو یہ کیا بے ادبی ہے
۳۶	کچھ بوسے نہ حضرت کے سخن شمع کے ستکار کی سبب پیمبر نے علم تیغ شیر بار	اک بار بچے جلی ہوئی تیروں کی بو چھار بکلی کی طرح جاہلی پڑا فوج میں رہوار
	دم ہند مومے تیغ سے بیداد گروں کے	ہر چار طرف چھا گئے بادل سپروں کے



کس سے ہو بیاں تیر ٹی تیخ مشہ عالم	۳۷	ہنگام رقم حرف کئے جاتے ہیں باہم
کہتے اسے برقی غضب غاٹی اکرم		خویر ز جفا کار و سر انداز شر و دم
جس نال پہ کیل می وہ جا پڑتی تھی مہم کے		سر کرتے تھے ماتہ بگرگت ایل ستم کے
بیداں میں زبس ٹوں کے دریا کا ہوا جوش	۳۸	پھل کی طرح لٹتے پھرتے تھے زرہ پوش
نای جو بہادر تھے نہ تھا اکن میں ذرا ہوش		تھا شور کہ بس شمع جات اب ہوئی خاموش
کیا جاتے بھلا سبب پیمبر کے برابر		اک برق نکل جاتی ہے دو کر کے برابر
کیا تیخ تھی کیا ضرب تھی النظار شد	۳۹	یاں کوہ جو ہوں تو کئے مشعل پر کاہ
دم لینے نہ دیتے تھے کسی کو شہ ذبیحہ		دوزخ کی طرف رن سے چلے جاتے تھے گمراہ
سوجاں سے خدا ضربت دست شد دیں پر		کئے ہی تر پتے نظر آتے تھے زمیں پر
کرتا ہے علم بیغ زبان راوی چر علم	۴۰	ڑتے ہونے دریا پہ جو پونچے مشہ عالم
تھے نگاہ جو رو کے ہونے واں سیکڑوں انہم		اک طے میں ان سب کو کیا در ہم و بر ہم
آئی جو ہوا اسب شد تشنہ وہاں کو		لٹکا دیا پانی پہ نظر کر کے زباں کو
حضرت نے جو دیکھا کہ بہت تشنہ ہے ر ہوار	۴۱	ٹھکرا کے اسے ڈال دیا نہر میں اک بار
فرایا کہ سیراب ہوا اسے اسب و ظا دار		اچھا ہے ابھی گھیر نہیں پھر کہیں کفار
اور میں تو کبھی پانی سے لب تر نہ کروں گا		پیا سے ہونے بھاٹی بن پیا سا ہی مروں گا
بجیاں ہونے بن پانی ترپ کر علی اکبر	۴۲	باتوں پہ مرے تشنہ وہن مر گئے اصغر
دم توڑتی ہے میٹھے میں پیاسی مری دختر		لے گھوڑے تو منصف ہو میں پانی بیوں کیو کر
اب دل کو مرے ساغر کو فری ہوس ہی		اور خلق کو آپ دم لکھ کر کی ہوس ہے
راگب کی جو لکھ پر سنی گھوڑے نے ساری	۴۳	اک ندی ہوئی آفسوؤں کی چشموں سے جاری
رورو کے یہ کی عرض کہ اسے مافقی باری		سیراب ہوں میں اور نہ بچے پیاس ہتھاری
حضرت کی طرح پانی سے بیزار ہوں آقا		میں بھی نہ بیوں گا کہ دغا دار ہوں آقا
رونے لگے یہ سٹا کے شہ بیگس دبے پر	۴۴	پھر سوچ کے کچھ پانی بھرا چلو کے اندر
چاہا جو ہیں سہ نے کہ لب خشک کریں تر		چلا کے یہ تب کئے لگا ایک ستم گر
پانی سے ابھی خلق نہ ترے تھے حضرت		کھر لٹا ہے ہاں جلد خیر لیجئے حضرت
آراج ہوا اہل حرم کا زور زور	۴۵	بیدا نیاں نیچے سے نکل آئی ہیں باہر
یہ سنتے ہی شاہ دو جہاں ہو گئے مضطر		اس پانی کو بس پھینک دیا نہر کے اندر
لیتے دو دم اتھ میں گھوڑے پہ سنبھل کر		نیچے کو گئے دیکھنے دریا سے ٹھکر

گھر سید مظلوم کو سالم نظر آیا جاشی کے لاشے کو جو دیکھا تو شکایا	۴۶	مطلق اثر اس شامی کی باتوں کا نہ پایا اسے بھائی خبر لیا میں ادا نے ستایا
گھر ہو گیا ویراں علی اکبر کے نام سے		اکٹھ کر ہیں پڑسا دو کہ اصغر کے ارسے
رُور دے ابھی کتے تھے یہ سبب پیمبر تیرا پیسے پڑے ہیں گیسو سارا تن اور	۴۷	جو گھیر یا فوج ستمگار نے آکر سینے پر پڑیں یہ چھیاں اور پلو پہ بھر
الٹ کر ہوا تینوں سے عامہ شیدیں کا		آلودہ خوں ہو گیا جامہ شہر دیں کا
زخمی جو بہ شدت ہوا زہرا کا وہ جانی تواریں لگاتے تھے کھڑے ظلم کے جانی	۴۸	طاقت تو گئی اور بڑی شہر دہانی ہو نون پر زبان پھیر کے شہر کتے تھے جانی
کرنا تھا کوئی رحم نہ اس شہر دہن پر		پانی کے عوصن تیرے سے تھے بدن پر
فراتے تھے افسوس نہ رہ مرا جانا بگھے ہو گزیا سے کو پانی کا پلانا	۴۹	اسے غلاموار چھانین زہرا کا ستانا لبوس نئی کرتے ہو تیروں کا ستانا
تلوار یہ سب چلتی ہیں جیند کے جگر پر		پڑتے ہیں یہ سب تیر پیمبر کے جگر پر
سننے تھے نہ مظلوم کی فریاد سسکر بہرے کے ہوزخوں سے گرتا تھا زمیں پر	۵۰	اک پیاسے پہ ٹوٹا ہوا تھا شام کا شکر راہوار بھی محروم تھا تینوں سے برابر
اگتے تھے جو پیکان ستم چہرے پہ آکر		ہر تہہ خوں جھاڑتا تھا سر کو پھرا کر
اتنے میں چھدا تیرے طعن شہر ابرار مظلوم سے کھینچا جو ہیں وہ ناوک خود غار	۵۱	پیکان ستم گردن انور سے ہوا پار خوارے کے مانند گھٹی خون کی اک دھار
صدرہ تھا عجب دوش خد کے کیوں پر		گرتا تھا گریباں سے نمودا میں لیں پر
پیشانی پہ اک نیر لگا اور بھی کاری دل کے صو چہرے پہ وہ عاشق باری	۵۲	آلودہ خوں ریش مبارک ہوئی ساری کنا تھا کچھ امت نے نہ کی قدر ہاری
خردوس میں جا کر یوں بابا سے لونگا		بہشت میں اسی طرح میں نانا سے لونگا
ناگاہ بن دہسب نے اک بر چھی لگائی وہ دلبر زہرا کے کیجے میں در آئی	۵۳	نئی زہر میں ظالم نے سناں اس کی بھائی گردن شہ مظلوم نے ہرنے پہ جھکائی
سنبھلا نہ گیا دوش خد کے کیوں سے		یا شیر خدا کہ کے گرے قاتل زب سے
سب رحم بدن پھٹ کے گرتے ہی زمیں پر آلودہ ہوئے خاک سے گیسو سے معنیر	۵۴	بس کی طرح خوں میں تڑپنے لگے سرور تلواریں لگانے لگے گرد آ کے سرور
نئی خشک زباں بول نہ کچھ کتے تھے حضرت		مظلومی سے اکیلے ایک کا منہ کتے تھے حضرت



چلاتی تھی دیوڑھی پہ کھڑی خواہر شہسپہر	۵۵	اس کی بھلوی کے حد سے ہو یہ ہمیشہ
دم توڑتے ہو پانی پلاتے نہیں ہے ہر		اس بدن میں نکل آتی ہوں میں بگیں و دگر
آلو اس پر پڑیں گی تو نہ گھبراؤں گی بھائی		میں پکچھے میں اٹھلاؤں گی بھائی
موتی پہ ترپتے ہو تمہیں کو ن اٹھاسے	۵۶	ہے کے بھوکوں جو یمنوں سے بچائے
ہے کوں کس سے کہ تمہیں پانی پلائے		ہے کے ماں جانی ترا حال دکھائے
باجندر صخر تمہیں ادا د کو پو پو		بھائی کا نکلا کٹھن ہے فریاد کو پو پو
فریاد نہی زینب نا شاد کی جس دم	۵۷	خیمے کی طرف نکلے لگے سید اکرم
دیکھا کہ یہ ہے خواہر غم دیدہ کا عالم		سر ہستی ہے انہوں سے اور کرتی ہے اتم
اتھارے ہیں کئی بیباں اس خستہ جگر کا		اس حد سے غش آگیا زہرا کے پسر کو
شکرے بڑھا شرمین کپینج کے بھنجر	۵۸	فریاد ہے چھاتی پہ چسڑھا شہ کی ستر
زالو سے دبا سینہ زخمی جو سرا سر		اُس وقت سو منہ سے اگلنے لگے سرور
خبر کو رکھا شہ کے گلے پر جو یمن نے		بکیر کی کھول کے آنکھیں شہ دین نے
ظالم کو زباں سوکھی دکھائی کئی باری	۵۹	پانی نہ دیا ذبح لگا کرنے وہ ناری
جب تک کہ نہ گردن کی رگیں کٹ سکیں باری		بکیر ہی شہ کے لب خشک پہ جاری
جس وقت جدا ہو گیا سر تیغ سے کٹ کر		خیم ہو گیا قلعے کی طرف جسم آٹ کر
غل پر کیا بے سرا ہوا سردارِ دو عالم	۶۰	خبر سے دل و جان جتی ہو گیا بے دم
خاموش ایسی اب کہ بڑا بزم میں ماتم		اب خاتی اکبر سے دعا مانگ یہ اس دم
غیر از غم شہسپہر کوئی غم نہ دوا دے		یار بچھے تو قیدِ تفسر سے چھڑا دے

## سلام

۱	گنہ کا بوجھ جو گردن پہ ہم اٹھا کے چلے	۱	خدا کے آگے خجالت سے سر جھکا کے چلے
۲	مقام یوں ہوا اس کا رگاہ و نیا میں	۲	کہ جیسے دن کو مسافر سرا میں آگے چلے
۳	خیال آگیا دنیا کی بے ثباتی کا	۳	چلے جاں سے جو اصغر تو مسکرا کے چلے
۴	طلب سے مار ہے اللہ کے فقروں کو	۴	کبھی جو ہو گیا پھر امداد سنا کے چلے
۵	کسی کا دل نہ کیا ہم نے پائیاں کبھی	۵	چلے جو راہ تو چو نہی کو بھی بچا کے چلے
۶	خوام اسب شہ دین سے دیں گے ہم تشبیہ	۶	کہاں ہے بکس دوری چال تو بنائے چلے





آج شیئر پہ کسا عالم تنسالی ہے	مرثیہ	عظم کی چاند پہ نہ ہرا کے گھٹا چھائی ہے
اس طرف شکر اعدا میں صلہ آرائی ہے		یاں نہ بیٹا نہ بھیتا نہ کوئی بھائی ہے
برہمیاں کھاتے چلے جاتے ہیں تلواروں میں		مارو پیاسے کو ہے شور سنگاروں میں
زخمی بازو ہیں کمر خم ہے بدن میں نہیں تاب	۲	ڈکھاتے ہیں کھجائی ہے قد یوں سے رکاب
بیاس کا غلبہ ہے لب خشک ہیں آنکھیں ہر آب		تیغ سے دیتے ہیں ہر وار کا اعدا کو جواب
سخت صفت میں جس کا پہ ٹھہر جاتے ہیں		سیکڑوں تیر ستم تن سے گذر جاتے ہیں
کیوں آلودہ خون پیئے ہیں رخساروں سے	۳	شانے کٹ کٹ کے ٹک آئے ہیں تلواروں سے
تیر پیوست ہے خون بہتا ہے سو فاروں سے		لاکھ آفت میں ہے اک جان دل آزاروں سے
فکر ہے جدہ مجھ میں سر دینے کی		دار سے تیوں کے فرصت میں دم لینے کی
خون سے تریج عاے کے ہیں سر زخمی ہے	۴	ہے جہیں چاند سی ہے نور مگر زخمی ہے
سینہ سب برہمیوں سے تا بہ کمر زخمی ہے		تیر بیداد سے دل زخمی جگر زخمی ہے
ضرب خمیر سے بے کاریں بازو دو لوں		ظلم کے تیروں سے مجروح ہیں پہلو دو لہاں
برہمی اگر کوئی پہلو میں لگا جاتا ہے	۵	ارتا ہے کوئی نیزہ تو عش آجاتا ہے
بڑھتے ہیں زخم بدن زور گھٹا جاتا ہے		بند آنکھیں ہیں سہر پاک بھکا جاتا ہے
گرد زہرا و علی گریہ کناں پھرتے ہیں		غل ہے گھوڑے سے امام دو جاں کرتے ہیں
کرتے ہیں قطرہ خون زخم جیس سے پیہم	۶	دست مجروح سے کچھ سکتے نہیں تیر ستم
فکر ہے بخشش انت کی کچھ اپنا نہیں غم		کرتے ہیں شکر خدا خشک زباں سے مردم
ہے عبا تیروں سے غرباں تبا گلوں ہے		ہو ٹھراقت سے زخمی ہیں دہن پرخوں ہی
زین سے ہوتا ہے جدادوش محمد کا کیں	۷	چمن خا طے کا سر ہے مائل بہ زین
برہمیاں گرد ہیں اور بیچ میں ہیں سرور دیں		ہے یہ نزدیک گرے مر نبوت کا نگیں
پاؤں ہر بار رکابوں سے نکھاتے ہیں		باغی کمتی ہے زینت تو سہنیل جاتے ہیں
لاکھ تلواریں ہیں اور ایک تن اظہر ہے	۸	ایک مظلوم ہے اور ظالموں کا شکر ہے
سینکڑوں مخمور فلا دیں اور اک سر ہے		نہ کوئی یار نہ بھدم نہ کوئی یار ہے
باگ گھوڑے کی شلتی ہے اٹھا سکتے نہیں		سانے اہل حرم روتے ہیں جا سکے تہیں
کوئی سید کا نہیں آہ بچائے والا	۹	حربے لا کھوں ہیں اور اک زخم اٹھانے والا
بیاس میں کوئی نہیں پانی پلائے والا		سکھنے کس طرح بھلا برہمیاں کھانے والا
چرخ سے آگ برستی ہے زمیں چلتی ہے		لہرے گری کے زباں خشک ہے لوں چلتی ہے

کہیں دم لینے کو سایہ نہیں ہے دقتِ دال	۱۰	انہی جاتی ہے زباں پیاس کی شدت ہے کمال
کبھی زربک کا ہے غم گماہ سکیگے کا خیال		دن جو ڈھلتا ہے تو حضرت ہوئے جاتے ہیں نڈھال
مثل غور شید بدن صفت سے تھرا نامہ		نیر برج امامت پہ دوال آتا ہے
کہتے ہیں ظالموں سے خشک زباں دکھلا کر	۱۱	بہر حق پانی کا اک جام پلا دو لا کر
اہل کیس کہتے ہیں یہ تیغ سستم چکا کر		آبِ نمیشر پیو برپیوں کے پھل کھا کر
ایہ سخن سن گئے بھی غصہ نہیں فرماتے ہیں		پاس سے سوئے نکل دیکھ کر رہ جاتے ہیں
عرض کرتے ہیں یہ خالق سے کہ اے رب غفور	۱۲	تو ہے عالم کہ نہیں کچھ کرے بندے کا تصور
کرتے ہیں یہ بچے بے جرم و خطا تینوں سے چور		باتھ امت پر اٹھانا نہیں بچہ کو منظور
جاتے ہیں کہ عہد کا نواسا ہوں میں		یانی دیتے نہیں دوروز کا پیاسا ہوں میں
تو نے بچپن سے مرے ناز اٹھائے یارب	۱۳	وہ عنایت کیا جو تجھ سے کیا میں نے طلب
تیرا محبوب بنا عید کو میرا مر کب		روزہ رکھا تو چھپا ہر نایاں ہوئی شب
جوک میں غلہ کا کھانا بھی ادا دیکھا		بچہ کہ ہرنی کا بچہ مراد دل شاد کیا
اب اگر ہے یہ تری مصلحت اے رب تدبیر	۱۴	اور ماں خلق پہ اس پیاس سے گئے آبِ نمیشر
میرے مولا یہ سر و چشم ہے حاضر شہسپر		حکمِ حاکم میں یہ طاقت ہے کروں میں تاخیر
جلد گردن پہ دواں جسیر براں ہوئے		سے خوشا وہ جو تری راہ میں قربان ہوئے
غم نہیں کچھ تجھے گویکس دے پار ہوں میں	۱۵	زیر نمیشر گلار گئے کو تیا رہوں میں
تو بددگار ہے مختار ہے لاچار ہوں میں		وقتِ شکل ہے عنایت کا طلبگار ہوں میں
نیرے بچے میں یہ سر تن سے جدا ہو جائے		عہد طفلی کا جو وعدہ ہے وفا ہو جاوے
سختیاں مرگ کی کر اپنے کرم سے آساں	۱۶	لب پہ نکیر ہو جب خلق پہ منجر ہو رواں
دل میں جو یاد تری بند ہو جس وقت زباں		دم بھر دن تیرا ہی تن سے جو نکلے لگے جاں
بعد چلم جو بنے قبر میر ہووے		زخمی تن پر دفنار اے مرے داوڑ ہووے
رحم کر رحم کہ شرمندہ ہوں اے بارِ خدا	۱۷	بندگی کا ترے بوجھ تھا ادا ہو نہ سکا
خوفِ محشر سے بدن کا پتا ہے سر تا پا		ہوگی دعاں کی پرستش تو کہو نگاہیں کیا
کوئی تحفہ ترے لائق نہیں پاتا ہے حسین		باتھ خالی ترے دربار میں آتا ہے حسین
تقویتِ دل کو کرم سے ہے ترے بارِ رحمان	۱۸	نہیں مایوس کہ رحمت ہے تری بے پایاں
شکیلین بندوں کی کر دیتا ہے دم میں آسان		شکرِ لطاف و عنایات میں قاصر ہے زبان
عابیوں سے بھی محبت نہیں کم کرتا ہے		جرم وہ کرتے ہیں تو لطف و کرم کرتا ہے



۱۹	میں تری راہ میں منظرِ می سے ہوتا ہوں خدا چاہتا ہوں میں یہی اپنی شہادت کا صلا ہے گوارا سب مجھے جو کچھ کہ اذیت ہو دے	تو ہے آگاہ کہ دو دن کا ہوں بھوکا پیاسا منفرت امتِ عامی کی ہوا سے بارِ حسد ان کو دنیا میں بھی جتنی میں بھی راحت ہو دے
۲۰	عرض کرتے تھے یہ غاتی سے شہرِ بندہ نو از اسے مرے شیر کے فرزند بنی کے دمساز مرد ہے عاشقِ کامل ہے وہ خادار ہے تو	یکسبیک عالم بالاسے یہ آئی آواز تجھ سے ہم خوش ہیں پدیرا ہے ترا عجز و نیاز جو کہا وہ ہی کیا صادق الاقرار ہے تو
۲۱	تو بھی قبول ہے اور تیری عبادت بھی قبول عاجزی بھی تری مقبول شہادت بھی قبول ہم نے خیلِ شہدا کا کھٹے سر دار کیا	یہ اطاعت بھی ہے مقبول یہ طاعت بھی قبول تیری خاطر سے ہمیں بخشش امت بھی قبول امت احمد مختار کا مختار کیا
۲۲	دوست داروں کا ترے گلشنِ جنت ہے مقام ہوں گے عشور ترے ساتھ عزادار کام غم نہ کھلا اہل جہاں ترے عجب سارے ہیں	تا ابد سایہ طوبیٰ میں کریں گے آرام تجھ کو جو رو میں گئے آپہنچاں ہے دوزخ کی حرام تو ہے پیارا ترے پیارے بھی ہیں پیاری ہیں
۲۳	ہوں گے ہر رخ سے محفوظ ترے تمسزیہ دار رمِ مردن نظر آوے گا علی کا دیدار دارِ دنیا ہی میں ہیں جو سوا نہیں ایذا ہو	سنی مرگ نہ ان کو ہے نہ ایذا سے فشار قرے گلشنِ فردوس کی دیکھیں گے ہزار آنکھیں جب بند ہوئیں پھر درجبت واپس
۲۴	تجھ سے عابد نہ ہوا ہے نہ کوئی ہو دے گا طاہتِ خلق سے اک سجدہ ہے افضل تیرا سارا گھر میری محبت میں فنا تو نے کیا	تیرا تم نہیں ہو دے گا جہاں میں کبھی کم آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے ہم خاک تربت کی تری خاک شفا ہو دے گی
۲۵	حشرِ رک روئے گا منظرِ می پہ تیری عالم روضہ پاک کو ترے یہ ثروت بخشیں گے ہم یزید میں عرش سے رہتے ہیں سوا ہو دے گی	تیرا نام نہیں ہو دے گا جہاں میں کبھی کم آئیں گے جس کی زیارت کو ملک ہو کے ہم خاک تربت کی تری خاک شفا ہو دے گی
۲۶	یہ صداسن کے ہوئے شاد شہرِ ہر دو سرا جھک کے سجدے کی طرہ عجز سے رو کر یہ کہا ایوں نہ ممتاز ہو وہ تو جسے رتبہ بچھے	آگنی از سر نو جسم میں طاقت گو یا بہرے مولا میں تری بندہ نواری کے فدا اس کعبِ خاک کو کیا رتبہ اعلیٰ بچھے
۲۷	ابھی مولا نے سر عجز اٹھایا نہ تھا ۵۲ عش میں گرنے لگے گھوڑے سے امامِ ذی جاہ تھا سنے آئے علیٰ خلد سے گھبراہٹ ہوئے	نیزہ اک پچاتی پہ مارا جو کسی نے ناگاہ آئی خاتونِ قیامت کی صمد ا بسم اللہ دوڑے مجھ کو بے خدا ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے

۲۸	اک جناکیش نے پھر پہلو پہ نیزہ مارا پشت تازی پہ سنبھلنے کا نہ پایا یارا	۲۸	چھو گیا تُوڑ کے پھاتی کو کلیجہ سارا گر پڑا خاک پہ وہ عرشِ خدا کا تارا
	گرد آلود قبائے شہر پر نور ہوئی		ریت زخموں کے لئے مرہم کا فور ہوئی
۲۹	خاک دلوں میں جو تڑپتے تھے شمشاد ز من طلبِ آب میں کھوئے ہونے تھے خشک دہن	۲۹	گل کے ماند کھلے جاتے تھے سب زخمِ بدن گرد کھینچے ہوئے تلواریں کھرے تھے دشمن
	نغمِ ناسوس بھی تھا پیاس کی بھی شدت تھی		پھر سیکھنے کو نہ دیکھ آئے یہی حسرت تھی
۳۰	کان میں آتی تھی زینب کی صدائے جاں کاہ راہِ رو کے ہوئے پھنے کی کھڑے تھے گمراہ	۳۰	دل تڑپ جاتا تھا کرتے تھے عجب دل سے آہ نغمِ واجتہ سے کرتے تھے سوئے نیم کا
	تن زخمی یہ جو پیکان ستم گزرتے تھے		خاک سے اٹھتے تھے اور کانپ کے گرڑتے تھے
۳۱	کنا تھا فوج میں سب سے عزمِ اختر رنگِ تھندہ پہ ہے غش میں علی کا دلبر	۳۱	کھینچے کیوں تیوں کو باتوں میں کھڑے ہو شہد جاد کیا دیر ہے کا فوشہ منہ کا سر
	تیغ سے فاطمہ زہرا کا جگر چاک کرو		جلد ہاں خاتمہ بختیں پاک کرو
۳۲	ایسے مظلوم کا سر کاٹنا کیا ہے دشوار عورتیں ہیں کئی بچے میں غریب و ناچار	۳۲	جس کا کوئی بھی مددگار نہ امداد نہ یار مرچکے پہلے ہی جو خون کے تھے دعوہ دار
	خون بھابھی نہ کوئی مانگنے کو آوے گا		اک سر پہ سودہ یہاں رہے مر جادے گا
۳۳	کانپ کر رہے تھے سب ہم سے نہ ہوگا یہ ستم ایسے مظلوم کی پھاتی پہ جو رکے گام قدم	۳۳	ذبح فرزندِ محمد کو نہیں کرنے کے ہم پاؤں جل جانے کا تھکرا ہے کا عرشِ اعظم
	پھٹتے قبر سے محبوبِ خدا آؤں گے		بندِ فاطمہ کی آہ سے مر جا دیں گے
۳۴	کوئی بکس کو بھلا ذبح کرے سبے تقصیر گو کہ بکس ہے پہ آساں نہیں متسل سلیمیر	۳۴	پھر تاپے کوئی پیاسے کے گلے پر شمشیر حشر میں ہو میں گے محبوبِ خدا و امن گیر
	تو بھگتا ہے کہ اس کا کوئی خونخواہ نہیں		بنتِ احمد نہیں حیدر نہیں اللہ نہیں
۳۵	تھا جو دسار عمر ابنِ نیرا اظلم تاغیوں ہو گیا جس روحِ ہر شاہِ الم	۳۵	بڑھ کے تیغ اس نے ہر شاہ پہ ماری اس دم تھام کر سر کو پکارے یہ امامِ عالم
	اندھیرے تھے اس ہاتھ سے کھانا ہوئے		تو تھی دستِ جہنم کو روانہ ہوئے
۳۶	چاہا ظالم نے کہ پھرت پہ کرے تیغ کا وار خشک اس وقت ہوئے دستِ شکر اک بار	۳۶	دیکھا انگشتِ بدنداں میں رسولِ مختار ہاتھ سے تیغ گری خوف سے بھاگا غولِ غار
	یاں سرِ پاک سے حضرت کے ہو جاری تھا		تم سب قبلہ تھے بند آگسٹیں تھیں غشِ طاری تھا



جب ترپنے کی بھی طاقت نہ رہی صفدر کو فوج سے شمر بڑھا کھینچے ہوئے خنجر کو خلف احمد مختار کا قاتل ہوں میں	۳۷	غل ہوا یہ کہ غش آیا خلف جیسے ر کو سب سے کہتا تھا کہ کالو لنگا سہر سرد کو کام میرا ہے اسی کام کے قابل ہوں میں
لڑکھ کو جگر سے غرضی ہے نہ خدا سے ہے کام دولت غافلے جاؤں میں پاؤں انعام نہ نہ میں دولت دنیا سے کبھی پھیریں گا	۳۸	روویں مجھ کو خدا ہوئے خوشی حاکم شام روح جگر کی ہو بے چین مجھے ہو آرام آج زہرا کے گیسے پھری پھروں گا
تیز کرنا ہوا خنجر کو گیا شہ کے فریں رود چلانے لگی زینب ناشاد و حسزین رحم زہرا کے ہسر پر نہیں کھاتا کوئی	۳۹	آساں ہل گیا مختار گئی سفلی کی ز میں غش میں بھی گھیرے ہیں ہے مرے بھائی کو لیں خاک سے بھی نہیں زخمی گواٹھاتا کوئی
کس سے فریاد کروں جا کے میں دکھایا ہے لاکھ دشمن ہیں مرا بھائی ہے تنہا ہے سرد گلزار رسالت کو ظلم کرتے ہیں	۴۰	نہ خدا میں نہ جگر ہیں نہ ز اسدا ہے ہے تیخوں سے کٹتا ہے زہرا کا کیجا ہے ہے باے سید پناہ فر پہ ستم کرتے ہیں
گرد زینب کے تھانا ہوس پیمبر کا ہجوم کتنی تھی دیکھ کے میدان کو سیکرے معصوم جاؤں گی اب میں ٹھہرنے کی نہیں آپ کے پاس	۴۱	بانو روتی تھی کھڑی پستی تھی سرکشہ م اسے پھوپھی ہار نہ اعدا میں ہیں شاہ مظلوم شمر خنجر بے جاتا ہے مرے باپ کے پاس
آپ کے پاس سے جا کر اُسے سر کاؤں گی اپنے بابا کی میں چھاتی سے ہٹ جاؤں گی بھوکے پیاسے مرے بابا کو نہ مارے کوئی	۴۲	جوڑ کر ہاتھوں کو منت سے میں سمجھاؤں گی خیمے تک اُس کو بھٹالے ہوئے لے آؤں گی ان کے بدلے مرا سرتن سے اتارے کوئی
کنتار د کا اُسے ہانوں گے پہر گز نہ ر کی پچھے سر کھولے ہوئے نیچے سے زینب نکلی اویسین جگر کرار کی پوتی ہوں میں	۴۳	بھونٹے سے ہاتھوں سے سر ہینتی میدان کو چلی پو پچی رن میں تو سیکرے یہ عمر سے بولی رحم کریجھ یہ کہ بن باپ کی ہوتی ہوں میں
دیکھ غربت کو مری کر مرے بچپن پہ نظر سر پہ آدے گی میتھی تو میں جاؤں گی کدھر باب بن ایک دم آرام نہ آدے گاجھے	۴۴	باب مارا گیا میرا تو جیوں کی کیوں کر! میں تو ہوں باپ کی شیدا مرا عاشق ہر پدر کون پھر رات کو چھان پہ سلاوے گاجھے
ہنسیاں اپنی مجھے سے جھگڑتی ہوں اتار ہاتھوں کو جوڑتی ہوں میں ترے آگے ناچار گھر میں جو کچھ زور لیتا ہے وہ لادوں گی میں	۴۵	لے مرے کان کا ڈر پر مرے بابا کو نہ مار منہ کر دے کوئی بکس کو نہ مارے تلوار جان بابا کی بچے گی تو دعا دوں گی میں

۴۶	بیشتر میں بٹھ کو نظر آتے نہیں بابا جاں گرد پھر پھر کے میں ہوں اپنے پر کے قرباں دم آخر تو بھلا کام میں آؤں ان کے	۴۶	اتنا کدے کہ سرک جا میں یہ سب بے ایاں جا کے دیکھوں گی بدن میں لگے زخم کماں اپنے کرتے سے ہونہ کا چھوڑاؤں ان کے
۴۷	کشتا کشتی رہی وہ بہت شہ عرش جناب بیٹ کر سر کما زینب نے کہ او خانہ خراب ظلم مت کر اسد اللہ کی جانی ہوں میں	۴۷	اس شکر نے دیا کچھ نہ سکینے کو جو اب کچھ کو آتا نہیں کچھ روح پیمبر سے حجاب نگے سر پر سے باہر نکل آئی ہوں میں
۴۸	میری اماں کا ہے کشمور جاں میں پروا اس کی بیٹی ہوں ترے ظلم سے بدلت پڑا منہ کو اللہ پیمبر سے چھپاتا ہے تو	۴۸	بید رحمت بھی جنازہ نہ کسی سے دیکھا سر پہن ہوں گریباں بھی ہے کرتے کا پٹھا میں تو فریادی ہوں اور آنکھ چراتا ہے تو
۴۹	مارا جاتا ہے ترے سامنے زہر کا پیر تیر کی کو گئے غزاں ہر اکس کا جسگر دل زہرا جگر شیر خد ا کشتا ہے	۴۹	دیکھتا ہے تو یہ تلواریں ہیں پڑتی کس پر ذبح کرنے کو کے کھینچے ہے ظالم خنجر ظلم سے تیرے محمد کا گلا کشتا ہے
۵۰	قتل منظوم کو کیوں کرتا ہے بے جرم و گناہ دل جلی ہوں میں ابھی سینے سے کھینوں گر آہ بد و عادوں میں تو نازل ابھی آفت ہو	۵۰	اب تک میں نے بہت صبر کیا ہے واللہ تو بھی مل جائے تری فوج بھی ہو خاک سیاہ سر کے بالوں کو جو کھوں تو قیامت ہو
۵۱	غش میں حسرت نے نے جب کہ زینب کے سخن دیکھا سر ننگے کھڑی روتی ہیں مقتل میں بہن کیا کیا تم نے کہ پردے سے کھلے سر نکلیں	۵۱	کھول کر دیدہ پڑھوں کو اٹھٹا لٹ گردن بہت زہرا کو پکارے یہ شہنشاہ زین جیسے جی میرے سراپردے سے باہر نکلیں
۵۲	کس کو بھگاتی ہو کوئی نہ سنے گا فریاد جنتا تم پیشی ہو اور میں ہوتے ہیں شاد خون مرنے کا ہے سرخ سے جدا ہونے دو	۵۲	باز آئے گا نہیں قتل سے میرے جلا خسر کے روز خدا دیوے گا اس خون کی داد جاد کھر میں مجھے آمت پہ خدا ہونے دو
۵۳	گو میں میری سکینے کو آٹھا ڈھمکیا پھر یہ بیٹی کو پکارے ترے ہمدے شیر وقت طاعت ہے ذرا یاد خدا کریو میں	۵۳	کوئی اصغر کی طرح مار نہ دے اسکو تیر تو بھی اب ساتھ بھوپتی جان کے جا اے و گیسر ہم بھی اب آتے ہیں سجدے کو ادا کریو میں
۵۴	کہ کے یمن ہوئے پھر دن میں شہنشاہ ام بگڑا ظلم زہرا پہ پٹی تیخ و دم دیکھ کر بہت شہنشاہ زین روئے لگی	۵۴	شہر ظلم نے رکھا سینہ اقداس پہ قدم آگے زینب کے ہوئے ذبح حسین آہ ستم باپ کو بیٹی ابراہیم کو بہن روئے لگی



نخ کا فوج مخالف میں بجا نثار ا	۵۵	غل ہوا قتل ہوا شیر خدا کا پیارا
بس انیس اب نہیں گویا بی کا بچہ کو یارا		غم سے غوں ہو گیا سینہ میں کیجا سارا
کس سے اس درد و مصیبت کا بیاں ہوتا ہے		آنکھیں روتی ہیں قلم روتا ہے دل روتا ہے

## سلام

۱	اسے سلامی یوں ارم ہے کر بلا کے سامنے	۱	ہو چمن جس طرح قصیر باد شا کے سامنے
۲	وائے حسرت کچھ نہ دنیا میں کیے اعمال نیک	۲	اتھ خالی ام چلے اپنے خدا کے سامنے
۳	قلب میں داغوں کے گل دامن میں اشکوں کے گہر	۳	ہم یہ نہ لے کے جائیں گے خدا کے سامنے
۴	عمر کو آتی ہے ندایوں کا نپتہ ہے شل بیدار	۴	نار کا ڈر ہے تو چل نور خدا کے سامنے

### قطعہ

۱	سحر سے آپ کے عفریت کے باندھ جو ہاتھ	۱	مدتوں روتا پھر ادہ انیس کے سامنے
۲	پر کسی سے اس کی بندش کا نہ عقدہ حل ہوا	۲	وہ گرہ آخر کھلی شکل کشا کے سامنے
۳	واہ ری رحمت کہ دوزخ کو بھی ٹھنڈا کر دیا	۳	آگ بانی ہو گئی خاک شفا کے سامنے
۴	دے گاشہ کی بے گناہی پر شہادت رد و حشر	۴	خبر قاتل زباں بن کر خدا کے سامنے

### قطعہ

۱	کہتے تھے جہاں بھکا تا ہے کیا اسے مرد شوم	۱	دم بھی نکلتے گا تو شاہ کر بلا کے سامنے
۲	مجھ سے کہتا ہے کہ آقا کی رفاقت چھوڑ دو	۲	یہ دغا بازی کی باتیں پاؤ نا کے سامنے

### مطلع ثانی

۱	جز خدا جھکے نہیں ہم باد شا کے سامنے	۱	اتھ پھیلائے تو نگر کیا گدا کے سامنے
۲	کیوں نہ دب جائیں تو نگر باد شا کے سامنے	۲	آسمان کو فوق کیا پرش عدا کے سامنے
۳	اس سے زرتہا ہے اور اس سے گنہ ہواں پاک	۳	قدر کیا اکیس کی خاک شفا کے سامنے
۴	تن میں ریشہ پڑ گیا پیری سے گردن خم ہوئی	۴	اب تو جھک سجدے میں اور سر کش خدا کے سامنے
۵	عرش پر دست علی نکلا حجاب نور سے	۵	شیر کا کاسہ جب آیا مصطفیٰ کے سامنے
۶	کو رہا عن تھا نگر غازی مگر القدر سے فیض	۶	قلب روش ہو گیا نور خدا کے سامنے
۷	بترے بنوے اور المرم بت شکن کے ہیں غلام	۷	حشر کے دن ہم یہ گم دیں گے خدا کے سامنے

<p>رو خدا شہ میں صدا آتی ہے یہ زوار کی          ٹھٹھنے بیٹے کہا انہوں کو اپنے ہاتھ کر          کیا شادیت تھی کہ چپ چپ کر علی ہنگام شب          حشر میں اک اور ہو گا حشر جس دم غافل          حاصیوں نے جہنم سے باندھی گئے ہیں بے گناہ          رو خدا سرور پہ پور بھاوے ہاری روح کو          دوڑ جائے گی وہ قتل میں کہ ہے عاشق مری          کہتی تھی زینب تمہیں بھی کچھ خبر ہے یا حسین          زینب سرور پہ جا کر خاک ہو جاؤں انیس</p>	رباعی	<p>دیکھیاں باہر اجابت ہے دعا کے سامنے          یوں چلو بخت دل مشکل کشا کے سامنے          آپے جاتے تھے کھانا ہر گدا کے سامنے          لائیں گی شہ کا سپر تہ غوں خدا کے سامنے          سب کے قدم کھل گئے مشکل کشا کے سامنے          بستی رہتا ہوں میں باوجود صبا کے سامنے          ذبح کر کے کو نہ بستی مرتضیٰ کے سامنے          نئے سر کی ہوں میں اہل جفا کے سامنے          ہے زباں پر یہ دعا ہر دم خدا کے سامنے</p>
<p>دنیا میں نہ چین ایک ساعت دیکھا          راحت کا ساں اس کا گھر خانہ پیش</p>	رباعی	<p>برسوں نہ کبھی مدد فراغت دیکھا          دیکھا تو جہان میں کچ عزت دیکھا</p>
<p>جب دور سے ایوانِ علا کو دیکھا          سو پار کیا طواف کعبہ اے دل</p>	رباعی	<p>لاریب کہ عرش کبریا کو دیکھا          کبار جو روضہ رضیٰ کو دیکھا</p>
<p>بازیت میں یا بید فنا ہو پئیں گے          کیا دن ہو گا شمار اس دن کے انیس</p>	تمام شد	<p>یاد رہے اگر بخت تو جا ہو پئیں گے          جس روز قریب کر بلا ہو پئیں گے</p>
مرثیہ	مرثیہ	
<p>۱ روئے سخن خنائے حسین شہید ہے          خورشید نقش پائے حسین شہید ہے</p>	۱	<p>آرام جاں والے حسین شہید ہے          بالائے عرش جلے حسین شہید ہے</p>
<p>خاک کشش جہت میں اجالا ہے آپ کا</p>		<p>پایا یحییٰ بھی دو بالہ آپ کا</p>
<p>۲ نام نری ثنا میں ہے شاہِ ارباب مری          کچھ مدح کر سکوں یہ حقیقت کہاں مری</p>	۲	<p>نظر ہے گو یہ بحر ہے بلعِ رواں مری          عاجز ہوں جو بحرِ اقصیٰ بیساں مری</p>
<p>امداد یا امام حجازی ضرور ہے</p>		<p>اے آفتابِ ہفتہ نوازی ضرور ہے</p>



۳	شیر تاج تارکب عرش عظیم ہے سائل بگفت ہے بحر وہ ایسا کریم ہے	۳	دریا کے علم و علم کا دوز قیوم ہے اس کی ولا ہوا غرہ مستقیم ہے
	سب خلق فیض پانی ہے نزدیک دورے		عالم میں روشنی ہے اسی ایک نورے
۴	خلد برین ہے گلشن کا شاہ حسین مصباح بزم خلق ہے افشا نہ حسین	۴	عرش خدا ہے فرش جلوجانہ حسین یکال و جبریل ہیں پروا نہ حسین
	شمس و قمر شاہ شہار محمد ہیں		بحر ہے آسمان تو ستارے سپند ہیں
۵	کوئی میں محیط ہے اس رہ جہیں کالور کرسی کی زیب سند عرش بریں کالور	۵	ایمان کا حسن چہرہ دین ہیں کالور وہ نور ہے خدائے جہاں آفریں کالور
	کس چشم کو فروغ بجلی کی تاب ہے		بس اسے زباں غموش آب آگے حجاب ہے
۶	رضواں ہے باغی گلستان شاہ دیں حوریں ہیں سوراں سے شاہان شاہ دیں	۶	روح القدس ہے تابع فرمان شاہ دیں سارے ملک ہیں بندہ احسان شاہ دیں
	دم بھر کسی کا کام سسٹل کیا نہیں		عقدہ وہ کون سا ہے جسے حل کیا نہیں
۷	شکل میں مرد و عظم میں یہ کس کے نہ کام آئے خلقت میں مرتضیٰ کی طرح معجزہ دکھائے	۷	فطرس نے پرائیں کے سبب بے پری میں پائے مقبول حق ہوئی وہ دعا جو زباں پہ لائے
	جب ہاتھ اٹھائے گردن فرالہ ہو گیا		اک دم میں زندہ مرد و صد سالہ ہو گیا
۸	تھا گو سپر محیط کرم کا لال مولا کو سب کی عقدہ کشائی کا تھا خیال	۸	بچہ ہو گیا جو کسی نے کیا سوال کی مسکرا کے جس پہ نظر ہو گیا مثال
	کچھ بات کی تو غنچہ ابد کھل گیا		بخت گناہ جس کے بہشت آس کو مل گیا
۹	نفل و نجات کلید و رنجاست عنان فیض آب مرغ گوہر نجات	۹	ہے سرفراز جس کے قدم سے ہر نجات غفر اکش مقدیہ و فخر نجات
	عالم ہیں تا ابد عمل نیک و زشت کے		مالک ذل سے ہیں ہی آتشوں بہشت کے
۱۰	جس پر کرم ہوا ان کا آسے بخشہ کریم یہ بارغ خلد ہے وہ درجہ جنت التنعیم	۱۰	رضواں کے کہ اب نہیں کچھ تھ کو خوف و بیم ٹھنڈی ہوا ہے سایہ لوبی میں ہو مقیم
	قرب حسین ہے تو خدا سے قریب ہو		آؤ نکلیں شراب طور انصیب ہو
۱۱	حور بہائیں کہ دہ نہ جاؤ حسینو یہ سیوہ بہشت ہے کھاؤ حسینو	۱۱	کوثر قریب ہے ادھر ادھر آؤ حسینو ہر لب سے پیاس بجھاؤ حسینو
	حاضر ہیں قصر عین گلشن سرشت کے		پہنو کفن اتار کے چلے بہشت کے

سب جاتے ہیں ان کو جو تھا مصلیٰ کا پیار	۱۲	کتنی کسی بشر پہ نہیں مرتضیٰ کا پیار
سستی الیمان ہے خیر الفنا کا پیار		ان سب کے چاہنے سے سوا تھا خدا کا پیار
بچپن سے بے نیاز کہ ناز ان کے بھاتے ہیں		جس چیز پر ہے جی وہی جبریل لاتے ہیں
حاضر ہوئی دوشے انہیں جس کی طلب ہوئی	۱۳	ہرئی کو دیر پہلے کے لانے میں کب ہوئی
ان کے ہر ایک کھیل میں تائید رب ہوئی		شب کا کبھی جو دن ہوا تو دن کی شب ہوئی
آنکھوں میں اشک بھر کے جو سر کو فرو کیا		روح الا میں نے آن کے مرنے کو ڈو کیا
یوسفؑ پہ ایک حضرت یعقوبؑ تھے نثار	۱۴	پرواز جمالِ نبوت تھے سبے شمار
آتے تھے اہل شہر زیارت کو بار بار		صدتے تھے سب مقرب درگاہ کردگار
نور خدا کے چاہنے والے ہزار تھے		زہرا کا ایک چاند تھا ہائے ہزار تھے
آتے تھے یہ رسول خدا کو پیام رب	۱۵	ہم بچیدیں حسینؑ کو جس شے کی ہو طلب
رمان و سیب تازہ و زرد آلود و رطب		جبریل لائے بس وہیں مانگا زباں سے جب
ہر وقت شاخ نخل تنناہری رہی		یسویں سے ان کی گود ہمیشہ بھری رہی
عمریان تھا روپ عید جوہر چودھویں کا ماہ	۱۶	بچے خدا نے عطر جنت بہ عز و جہاہ
رو مال و زہر جامہ و پیرا من و کلاہ		بنتے ہوئے ہیں کے گئے سوئے عید گاہ
رستے سے پھر کے آئے عہد کے سامنے		گردن بھکا کے بٹھ گئے جد کے سامنے
بولے یہ مسکرا کے رسولِ فلک اساس	۱۷	کیون آج دور بیٹھے ہو آؤ ہمارے پاس
شیر وادہ وادہ تھیں رہا ہے یہ بھاس		جی جاہتا ہے ہم بھی پھریں آج اُس پاس
بے روز عید چھاتی سے لگ جاؤ آن کے		اسے میرے جامہ زیب ہدا تیری شان کے
کیا لائے عید گاہ سے اسے میرے گلبدن	۱۸	شرلاتے ہوں گے دیکھ کے لڑکے یہ پیرا ہی
پھولا ہوا ہے پیش نظر غلہ کا چمن		اس رنگت کا نہ ہو گا کبھی جامہ حسن
موضوع ہے یہ رنگ شہادت کے واسطے		جامہ یہ مطلق ہے اسی قامت کے واسطے
بچوئے سے اس عامہ و شملہ کے میں نثار	۱۹	صدتے ان آستینوں کے اسے میرے گلزار
تربان اس قبا و عبا پر یہ جان زار		یوسفؑ کے پیر من کی ہے بوجس سے آ شکار
بکڑے یہ دیکھ کر شہر مردان نے کیا گما		پیادے گلے لگا کے تھیں ماں نے کیا گما
سب سے تول چکے مری جاں لودھر تو آؤ	۲۰	نٹھے ہاتھ اٹھا کے ہیں تو گلے لگاؤ
صدتے ہوں اس دن کے ذرا منہ تو آگے لاؤ		دے دو جو بوسہ لب دندان تو گھر میں جساؤ
کس غم سے بند لب ہے کہ اب گونے نہیں		کیا ہم سے تم خفا ہو کہ کچھ بولتے نہیں



۲۱	یہ اتھوڑ کے دست حسد اکا لال پوشاک یہ پس کے تو نیم خوش ہوئے کمال عزت میں ہیں بزرگ شرف میں زیادہ ہیں	حضرت کو برقعہ اور رکے و تبر ذوالبجلا ل ناتھ نہیں کہ جس پر چڑھیں اب یہ ہے لال رکے تو سب سوار ہیں اور ہم پیسا وہ ہیں
۲۲	پیدل تو عید گاہ میں جانا ہے نگہ و عار کنے لگے حسین سے محبوب کر و گار ہاں آپ روٹھتے ہیں تو شکل سے مٹتے ہیں	ہم کو بھی آج اونٹ منگا دو تو ہوں سوار معلوم اب ہو اپنی غصہ تھا میں بشار اچھا سوار ہو جیے ہم اونٹ بنے ہیں
۲۳	فرما کے یہ کر میں رکھا دامن قبا جیب بتا میں رکھ کے قدم کو وہ بر تھا پائے حسین عرش کا سرتاج ہو گیا	رکھ کر زمیں پہ ہاتھ بنے اونٹ مصطفیٰ پشت جناب سید کو لاک پر چڑھا وہ روز عید کا شب سراج ہو گیا
۲۴	کسی دعرش دو لوں بندی سے اُن کی ہست پڑھ کر درد کتنے تھے مردان حق پرست دو لوں ہیں عرش و فرش کی زینت کے واسطے	تھا ایک اُن کے زیر قدم ایک زبردست پائی ہے فہر سواروں نے کیا خوش خانہ مست ایسا کیس ہو ہر نبوت کے واسطے
۲۵	مرتب ہے ہر اور رہ کا مل ہے یہ سوار وہ جان ہے جہاں کی اور دل ہے یہ سوار رحمت میں مرتبت میں ہدایت میں ایک ہیں	ایسے ہی راہوار کے قابل ہے یہ سوار قرآن رسول ہیں تو حاکم ہے یہ سوار پتھوٹے بڑے تو ہیں یہ حقیقت میں ایک ہیں
۲۶	بولے ہلا کے پاؤں حسین ملک مقام گردن پھرا کے کہنے لگے سید ا لانا م انم سا سوار کا ہے کو دنیا میں پائیں گے	ہے کس طرح کا اونٹ کہ جس کے نہیں مقام باتوں میں تمام نورے گیسو کے ملک مقام باکیں جدھر پھر اؤ اُدھر دوڑے جائیں گے
۲۷	گیسوئی کے تھے سے ہاتھوں میں ستام کر لڑکوں کے اونٹ بولتے ہیں سب اٹھا کے سر اس کا نہ بولنا تو بہت دل کو شاق کر	کہنے لگے حسین کہ یا سید ا لبشر نہ سے ہمارا اونٹ نہیں بولتا سحر اب اونٹ کی صدا کا ہمیں اشتیاق ہے
۲۸	افت رسول حق کو نواسے سے نخی کمال آخر بہ پاس خاطر منہ زید خوش خصال جہاں جو یک بیک طبقات زمیں ہوئے	علم تھا کہیں نہ رونے لگے نا علم کا لال غصہ غف کا تو پہلے لگا عرش ذوالبجلا ل مازل خدا کے حکم سے روح ۵۱ میں ہوئے
۲۹	کی عرض مصطفیٰ سے کہ اے کل کے عیب پوش اس دم ہے جسیر رحمت ربتا املا کو جوش جس دم رہے نہ آتش دوزخ جہان میں	اب کی صدا سے پھر نہ میں گے کسی میں ہوش ساتوں جہنم آج ہوئے جاتے ہیں نحوش دشمن علی کے جائیں گے پھر کس مکان میں

۳۰	آئے گا انتظام عالت میں بچہ نعل باز آئے ہر نہ کرو دغا سے یہ پر تو نعل منق و مجور پر فقط آن کی نگاہ ہے	انت کا آپ کی کوئی اچھا نہیں نعل کیا کیا د شیر حق نے کیا مشکوں کو نعل جاتے ہیں اس طرف جو ضلالت کی راہ ہے
۳۱	بس اک حسرت سوانہیں ان کا کوئی عدیل مرکب جو تھے رسول کو خادم تھے جبرستہ یل اک دن انہیں کے سینے پہ قاتل سوار تھا	کیوں سو منہ حسین کا رتبہ ہے کیا جلیل آسائشیں بکھر تھیں جب عمر تھی قلیل اک روز یہ عروج تھا اور یہ د قار تھا
۳۲	پھیلائے پاؤں گوروں میں سوتے تھے حسین تھا سارے گھر کی آنکھوں کا تارا وہ لو پر عین زہرا میں کو جھاڑ کے آنکھیں بھساتی تھی	پتلے تھے جب نہ پاؤں سے اپنے تو تھا یہ چین لوگوں سے آنکھیں ملے تھے سلطان مشرقین لاہت جو ایک کام بھی پلنے کی آتی تھی
۳۳	لگتی ہو اے گرم تو ہوتی تھی سہ قرار سایہ سے اکی کا دھوپ میں جانا تھا ناگوار سو تلا نہ جائے چاند مرا آفتاب میں	روتی تھی ٹوٹتا تھا جو گیسو کا ایک تار باراں میں بولہ بولوں سے بجاتی تھی بار بار دوست کی طرح اس لئے رکھا نقاب میں
۳۴	راتوں کو فرشِ خواب رہا سینہ پر جا سوئے داں تو جبر خاطر ہوئی جدھر رہیں گئی تھیں ایک سال کے واسطے	تکیہ تھا سر کا بار وے سلطان بکرو پر رنگار کی گود حسرت لہو دے لایں کے پر برج شرف تھے سب نہ کامل کے واسطے
۳۵	تاسرے ہو نہ جائے مرے لال کا بدن بدلا وہیں لباس مار پڑ گئی شکن یتیموں سے چور ہوں گے یہ ماں کو خبر نہ تھی	سی کر سدا اپنی ساقی تھیں ماں نرم پیراں التدوی اضیاط تن سرد و پر زین وا حسرتا کہ واقف سال پسر نہ تھی
۳۶	اور ہزار جان سے صدقے پد ر نشا طنیل سے تھا حسین پہ سب گھر کا گھر نشا گودی میں جس کی ہنس کے گئے جان آ گئی	قرباں تھے جبریل تو خیر ابشر نشا ہنہن خدا پر ادب عالی گھر نشا بو غیر میں بھی اس گل تازہ کی چھا گئی
۳۷	وہ حلقہ بہشت وہ جنت کی نعمتیں وہ خالق کے دودھ کی دھاروں کی لذتیں اک دن مڑہ تھا جگر قاتل کی دھار کا	وہ احمد و بول و علی کی محبتیں وہ پرورش و چین و بچپن کی راحتیں موسم تھا کچھ دنوں تو بزرگوں کے پیار کا
۳۸	نزدیک بھر کے رکیتی تھی ماں کو زہا سے پیاسے ہو اے حسین تو پانی پیو مشتاب جب تین روز پیاس میں پانی نہ پائیں گے	پلوں میں شب کو سوتا تھا جب وہ نلک بخاب چو کٹ تھے جب تو پوچھتی زہرا بہ اغطر اب کتے تھے وہ دن یہ بہت یاد آئیں گے



۳۹	اُن دن کی پیاس کی ہیں نشوونما ہے بڑی اماں نہ دیکھے ہیں پانی گھسٹری گھسری	اب تک تو ہم پہ ایسی مصیبت نہیں پڑی بیداں بھی گرم ہوئے گا دور و صوب بھی کڑی
	پہم کو پیاسے رہنے کی حادث ضرور ہے	اگر چند ابھی وہ روزِ آدہ ہنگام دور ہے
۴۰	بعد آپ کے تو دکھ میں پہننے گا یہ تو رین پانی کے نہ دیں گے یہ کہا کئے ہو حسین	اماں تمہارے دم سے فقط ہے ہمارا چین بولی تڑپ کے دختر سلطان مشرقین
	اماں تو مدد نہ جانے کسے ہی مر گئی	تھا ہوا مجھے کہ دل پہ قیامت گذر گئی
۴۱	بابا ابھرو کون دکان خیمہ صمد نہ سے نکالنا ہے کوئی ایسی کمال بہ	قربان جاؤں مالک کو تر ہے جس کا جد پیاسا رہے وہ اور نہ کوئی کرے مدد
	کیا جانو تم کیجے کس کے پھری گئی	میں پانچ گھنٹوں بات تو بھگت کو بری لگی
۴۲	اماں نہ روؤ دیکھتے تھے ہم تمہارا پیار باتیں بنا کے بھر کو رلاتے ہو بار بار	گئے گئے پٹ کے حسین ملک و قار بولیں بھلا حسین بھلا تھہ پہ میں نثار
	مر جاتی میں تو کون سلاتا کنار میں	برجی سی اک لگی ہے دل بے قرار میں
۴۳	شیئر کو چھکنے لگی پھر چشم تر سوئے حسین بازو سے نہ ہرا پہ رگھ کے سر	پٹی یہ کہہ کے دختر سلطان بکسر دہر آئی جو بند کر دیش لے کر ادھر ادھر
	نہ تکتے تکتے حضرت نہ ہرا بھی سو گئیں	انہیں کبھی کھلیں تو کبھی بند ہو گئیں
۴۴	بس آنکھ گئے ہی نظر آیا اسے یہ خواب لب برگ چل سے سوکھ گئے ہیں بغیر آب	رو کر اسی خیال میں سوئی ہو وہ جناب زنغے میں ظالموں کے ہے فرزند بوتا ب
	خجر سے ذبح کرنا ہے کوئی حسین کو	بلی نہیں پناہ کہیں تو رہیں کو
۴۵	دم ہیں ذرا گلے سے جو قاتل چھری مٹائے ہے شور آسمان دوز میں پر کہ بائے بائے	سید پکارتا ہے کہ کوئی ہیں بچائے سب ہیں پہ بس نہیں یہ کسی کا کہ پاس آئے
	محبوب کبریا کا گر بیان چاک ہے	سرور علی کے دشت مصیبت کی خاک ہے
۴۶	تھایا علی زبان پہ اور دل پہ اضطراب جلدی گلے پہ ہاتھ پھرایا رہی نہ تاب	خاتون حشر چونک پڑیں دیکھ کر یہ خواب شیئر سے پٹ گئیں باویدہ ہر آب
	نہ رکھ کے نخی چھاتی پہ دم دیکھنے لگیں	اکھیرا کے سر سے تا بقدم دیکھنے لگیں
۴۷	آواز دی پسر کو کہ واری اٹھو ذرا کیا وجہ دیر سوخ کی ماں ہو گئی مندرا	چونکہ نہ جب تو تھا سا با نہ و ہلا ہلا دوسراں بجو آتا ہے اسے میرے رہ لقا
	پیشو ذرا گلے سے کہ ماں بے قرار ہے	قربان جاؤں زیست کا کیسا اعتبار ہے

۴۸	انگڑائی لے کے خواب سے اٹھا وہ دل ہا کیوں آتاں جان خیر تو سہ تم پہ میں خدا	۴۸	میں ننگے پشت دست سے آنکھوں کو یہ کہا یہ کیا سبب کہ روتی ہو آنسوں بہا بہا
	ایکوں آج بے حواس ہو کیوں رنگنے دای		ایمان خدا نخواستہ کیا دل میں درد ہے
۴۹	اس خواب کے خیال سے تھا دل جو بے قرار اس دن کہاں تھی دختر محبوب کہ دگار	۴۹	خیر کو بٹھا کے پھری گرد ساشت بار جس دن گلا وہ چاند سا تھا اور پھری کی دھار
	دہرہ کے وقت ذبح جو فریاد کرتے تھے		ماں کو صیغہ روتے تھے اور یلو کرتے تھے
۵۰	کیا راجیں اٹھا کے پلا ابن بلو ترا بٹ بس دھتّا کیا یہ زمانے لے افتلاب	۵۰	وہ سینہ بتوں میں وہ آرام اور وہ خواب راہی ہوئے جہاں سے رسول ننگ جناب
	نئے سے دل پہ کوہ الم ناگہاں گرا		گرا ز میں اٹ گئی اور آسمان گرا
۵۱	سر پر سے اٹھ گیا جو محمد سا سر پرست زور اپنا وہ دکھانے لگے تھے جو زیر دست	۵۱	جاتا رہا تمام بھرے گھر کا بندہ بست کچھ دن کے بعد اور زمانے نے دی شکست
	نئی حل سے کہ پہلو زہرا پہ درگرا		زمرہ زپ زپ کے شکم سے پسر گرا
۵۲	مادر نے جب کیا اسی صدمے سے انتقال آیا اجل کا خواب اُسے رکھتی تھی جو خیال	۵۲	بے کس ہوا بس اور بھی وہ قاطع کال پھر کون دھوے گرد بستر گیسوؤں کے بال
	شہر خدا شا کے جو پہلو میں سوئے تھے		راتوں کو ماں کے حجرے میں جا جا کے بٹنے لگے
۵۳	چندے تو حق نے سر پہ رکھا سایہ پدر اب آٹھ گیا جو سر سے تو علم ہو گئی کمر	۵۳	آخر کیا دمی ہمیشہ نے بھی سفر اس کو ہر جہم کی بھائی نے لی خبر
	آفت کا سامنا تھا جدا جب حسن ہوئے		کھر بھی چھٹا حسین غریب الوطن ہوئے
۵۴	کھک تضا جو محو کرے مصرعہ شکست بجہ ہے تب تک کہ رہیں انگلیاں دست	۵۴	بے سر ہے بیت مصرعہ ثانی نہ گر ہو چست مصرعے نہ چار ہوں تو رباعی ہے سخت سست
	باقی رہیں نہ چاکا حدین جب تو کیا رہا		اک مصرعہ محنت آں جسا رہا
۵۵	شیر بہ سے سوئے کعبہ گیا فاطمہ کا ماہ رج بھی نہ کرنے پائے کہ آپہوئے روباہ	۵۵	آقا نہ خدا میں لے گوشہ پستیاہ بولانے اضطرا رہیں طاکر بلا کی راہ
	لے رخ کیا وطن کا نہ سوئے بخت گئے		یہ تنگ تھے کہ آپ اجل کی طرف گئی
۵۶	تھا ماہ صیغہ تھی یہ حرارت کہ الاماں ہواں دھوپ سے غزاں بجاتے تھے اپنی جان	۵۶	واں کی زیں پہ تھا کرہ کار کا گناں اور ہا بپتے تھے شیر نکالے ہوئے زباں
	دریا بھی گرم کس سے تھا آفتاب کے		برپا کئے تھے آب نے نیچے جناب کے



سانسے آتشروں کے قدم زد نہ سکتے تھے بھوکے ہوا کے تھے کہ وہ شعلے لپکتے تھے	۵۷	پنگاریوں سے ریت میں قدم سے چپکنے تھے لب خشک تھے جوانوں کے بچے بچتے تھے
ابنی نظر نہ آتی تھی رتے اجازت تھے		یارگ گم راہ میں تھی یا پساز تھے
بچوں کا ساتھ کوس کرے خون کا سفر ہر دم سیکڑا کہتی تھی عمل سے جھانک کر	۵۸	نہد آتشروں کے خشک کو گھوڑے عرق میں تر پیاسی ہوں دو پہر سے چچا جان ہیں کہ عسکرا
سپہیں ہے حسین کی پیاری خبر نہیں		ہے انہیں ابھی سے ہماری خبر نہیں
لوگو مسافروں کو ہے ہمیشہ کیسی راز وہ کوئی سی گھڑی تھی جو نکلے تھے گھر سے شاہ	۵۹	ڈر ہے بچے کہ ہو نہ کہیں قافلہ سب دور یا کوئی ملا ہے نہ چشمہ نہ کوئی چشما
ایٹی پردے سے رنج و مصیبت میں چھٹا د جائے		بستی بھول کی کسی جنگل میں لٹا جائے
یہ سن کے روتے جاتے تھے گردن جھکانے شاہ ہر دم ہی زباں پہ دعا کہتی کہ یا اکر	۶۰	دل تھا خدا کی سمت تو رخ سوئے قتل گاہ دوری ہے ناگوار میں اب قطع ہو یہ راز
اس طلب یہ ہے کہ تیغ ستم سے گلے		مشاق ہوں کہ جلد گیس کر بلا سے
اس دشت میں اترنے کا ارمان ہے بچے دامن میں غلام بھروسے کا ارمان ہے بچے	۶۱	ریتی میں نیمہ کرنے کا ارمان ہے بچے اس سرزمین پہ مرنے کا ارمان ہے بچے
قرآن مجید پہ سوط رسالت پناہ ہو		پہو بخاد سے ایک دن میں جو دو دن کی راہ ہو
شاہد ہے تو کہ صادق الاقرار ہے حسین دنیا میں اپنی زیست سے بے زار ہے حسین	۶۲	یارب گلا کٹانے کو تھا رے حسین حقنے کی راحتوں کا طلب گار ہے حسین
خدا اس ہے یہ جہاں میں نہ میں ایک دم رہوں		انام کے ان کے باپ کے زیر قدم رہوں
جس سرزمین کے شوق میں اکثر تھے یہ کلام آگے فرس نے وہاں سے اٹھایا نہ ایک گام	۶۳	جا پونچے وہ سری کو محرم کی لا کلام آئی نہ اسے غیب کو منزل ہوئی تمام
اتر کہ تن سے سر کے اترنے کی جا ہے یہ		اے سالکان راہ خدا کہ بلا ہے یہ
فردہ یہ شن کے چہرے پہ سر ملے سی پھاگھی زلفوں پہ آگے باد صبا خاک اڑا گئی	۶۴	گویا کہ اپنا رنگ شہادت دکھا گئی اٹھا جنازہ زو ز میں کھسکھس رہی
صورت بھری جو خاک میں رہا کے جانے کی		جنگل سے آئی صاف سدا اے اے کی
تھا شور باد تندہ سے دریا کو اضطراب اس غم سے پھوٹ پھوٹ کے رونے لگے جواب	۶۵	پکڑو تھا بھنور میں تو موجوں کو دوج و تاب یہی رہے گا مالک کوثر بغیر آب
ایکوں تلخ ہون چھوڑ شیریں جیات کا		طوفاں میں آگیا ہے سفینہ نجات کا

۶۶	آواز گریہ سن کے حسد کو ہوا ہوا اس سناں دشت دیکھ کے دل ہو گئے آواز اس	۶۶	ناتے کھڑے ہوئے تھے حرم کے جو اس پاس ان کو تھا ہوش نہ زینب کو تھے عوا اس
	اسٹریجی ہاں کی گود میں ڈر کر اچھل پڑے		اپنے خود بخود سیکھنے کے آفسکل پڑے
۶۷	بھائی پر ہو گئے تم اسی جھل میں آج کیا غم دل پہ چھا گیا ہے یہ ہے کس طرح کی جا	۶۷	محل سے شہ کو زینب بیکس نے دی عسدا کیسی ہے گرد آپ کی زلفوں پہ میں خدا
	ہے یہ کس کے رونے کی آواز آتی ہے		آز کر سیکھنے جاں مری سہی جاتی ہے
۶۸	دافق ہوں میں بہت متبرک ہے یہ زمیں آب اس جگہ سے آگے بنجائیں گے ہم کہیں	۶۸	پاس آئے ہوتے شاہ بن خوب کچھ نہیں سحر ابھی ہے ہوا ابھی ہے دریا ابھی ہے فریں
	شیشے میں سر بھر اسی بن کی خاک ہے		اات سن چکے ہیں زمیں پاں کی پاک ہے
۶۹	صاحب یہاں ہمارے دونوں کو ہے کیوں طال دشمن کو اس صینہ کی گھل جائے گا یہ حال	۶۹	کنے لگی یہ شاہ سے بانو نے خوش خصال تب سر جھکا کے کہنے لگا غافلہ کا لال
	خوش اور کوئی ہو کہ نہ ہو ہم تو شاد ہیں		بہر گلی نے سخن جو کہے تھے وہ یاد ہیں
۷۰	فرایا دیکھ کر سوئے بھائی نیک نام ہاں بھائی جاں باب کہیں برپا کر و خسام	۷۰	یہ کہتا ترے گھوڑے سے شاہ نلک مقام ناموس محلوں میں گھٹے جانے ہیں تمام
	شکر کے لوگ صبح سے سب بھوکے پیارے ہیں		رحم آتا ہے ہمیں کہ بنی کے نواسے ہیں
۷۱	دریا کا قرب خوب ہے یا باد شاہ دین کچھ سوچ کر امام احمد نے کس نہیں	۷۱	ہوئے یہ ہاتر جوڑ کے جٹاں رہ جہیں آقا کی مصلحت ہو تو خیمہ کریں دہیں
	دریا پہ کیا ہے قرب خدا چاہئے ہیں		اس بن میں ایک قبر کی جا چاہئے ہیں
۷۲	جاگ جو ہونسا دکی داں دیکھے کیوں مستدم بندوں پہ اپنے پاں بھی کرے گا حسد اکرم	۷۲	اتر بن گے ماں وہ آن کے مہاں ہیں جن کے ہم نکارا گر ہوئی تو کہے ہو گا رنج و غم
	پیارے اگر رہیں تو رہیں آبرو نہ جائے		پانی کی جھو میں کوئی تباہ ہو نہ جائے
۷۳	استادہ کر دیے دیں لیے بعد شهاب چکل بسان قحط شعلی ہر اک طناب	۷۳	غازی نے کی یہ عرض کہ جو مرضی جنا ب شمسے کا نور دیکھ کے شمشد ر تھا آفتاب
	دیکھو سر آسماں نے نکالا زمین سے		تھا شور تباہ عالم بالائین سے
۷۴	فینس قدم سے کا پکشاں جی گئی وہ راہ ناتے قریب خیمہ جو بیٹھے ہٹی سب	۷۴	ایوڑھی پہ آئے جگہ شہ عرش با رگاہ گردش نام ہو چکی منزل پہ آیا ماہ
	گویا قمر کے ساتھ ستارے اتر پڑے		گھوڑوں سے سب رسول کے پیارے اتر پڑے



خیمے کا اوج گہندہ خضر سے کم نہ تھا	۷۵	جلوہ کلس کا برقی تہلی سے کم نہ تھا
صحن کشادہ نور کے دریا سے کم نہ تھا		نقش قدم ہر اک یو بیضا سے کم نہ تھا
چہروں کی ضو سے چار طرف نور چھا گیا		آئے جوشہ تو چاند ستاروں میں آگیا
گذری جو شب تو آمد فوج عدد ہوئی	۷۶	اور کثرت سپاہ ستم چسار سو ہوئی
بیست کی چار روز تک گفتگو ہوئی		ہختم سے فکر قتل شہ نیک خو ہوئی
ہشتم سے باب امن و اماں بند ہو گیا		پردیسوں پہ آب برداں بند ہو گیا
پیاسوں کو تین روز تڑپ کر بسر ہوئے	۷۷	دریا سے آشتاد شہ بحر و بر ہوئے
بچوں کے خشک ہونٹ نہ پانی سے تر ہوئے		اصغر کو بھوک پیاس میں سولہ پہر ہوئے
ایکایک اے اعطش و اعطش ہوئی		تربی سیکٹ پیاس سے یاں تک کہ غش ہوئی
وہ شب کہ جس کی صبح کو مولا ہوئے ہلاک	۷۸	کچھ روز حشر سے بھی زیادہ کٹی خوفناک
سیدانیاں اڑاتی تھیں ہر دم مڑوں پہ خاک		دامن تلک سجھوں کے گریباں نئے چاک چاک
دنیا سے تھا سفر جوشہ مشرقین کا		خیمے کے پیچھے خور تھا ہے حسین کا
ہو نادہ صبح قتل کا اور بیبیوں کے ہیں	۷۹	سوتے سے چونک کر وہ یتیموں کے شور و شین
زینب کا اضطراب کہ ہے ہے چلے حسین		وہ آخری ناز ششمنشاہ مشرقین
در پر کھڑی ہوئی وہ سواری امام کی		سجدے میں وہ تضرع و زاری امام کی
وہ دل زندہ ہے ہوئے وہ ادا سی وہ صبح غم	۸۰	نوحہ طائروں کا درختوں پہ دم بدم
فریاد وہ کینزوں کی وہ زاری حشر م		ڈیوڑھی سے وہ علم کا ٹکنا ہے صد حشر م
آگے تو ہتھم تھے ملک آسمان کے		سرتنگ اہلیت تھے پیچھے نشان کے
پہنچے جلوہ کف موسیٰ دکھا دیا	۸۱	پرہم نے صن لطف چلیا دکھا دیا
دامن نے لطف سایہ طوبے دکھا دیا		رفت نے اوج تاپا دیا دکھا دیا
عباسی رکھ کے دوش چس دم چلا پھرا		غل تھا علی کے لال کے سر پر ہما پھرا
کھلا علم کے بعد نشان اہل تر است	۸۲	خورشید مشرقین خدیو تلک جت تاب
بڑھنے لگا فرس پہ جو زہرا کا آفتاب		نعمانی علم کو گاڑ کے جماعی نے رکاب
زیر روشنی سے خانہ پُر نور ہو گیا		چکی جو برقی حسن تلک طور ہو گیا
غازی چلے کہ گلشن باغ ارم چلا	۸۳	غچہ حسینوں کا جہاں سے بہم چلا
شہروں کے ساتھ شکر جاہ و حشم چلا		غل یڑ گیا حسین سہ حار سے علم چلا
گل کر گئے سفر دل پڑوا غ رہ گیا		وا حسرتا بہار گنی باغ رہ گیا

جب دادی نبرد میں ہوئے وہ گھمڑا میدان میں تھے جو صف آرا ستم کے خار سینوں سے ان کے تیروں کی سراں گذر گئیں	۸۴	نئی گلشن رسولِ حسد اپر عجب ہزار اک بار آن گوں پہ پڑے تیر دشا ہزار اجلی قبائیں غازیوں کی غوں میں بھر گئیں
کس کس دلاوری سے وہ خاصانِ رب لڑے دریا کی سمت رخ نہ کیا تشہب لڑے بدست بھی ہوئے تو یہ جو ہر دکھا گئے	۸۵	اس شان سے کبھی نہ غم نے عرس لڑے دو دن کی بھوک پیاس تھی لیکن غضب لڑے لوہ کو شل شیر درندہ چبا گئے
جس غول پر بھیٹ کے گئے صورتِ اسد ہا کھوں میں آگ کا دار کوئی کر سکا نہ رد دو کرتے تھے وہ مجمع قوم چول میں	۸۶	بھاگے وہ لوگ چوڑ کے دشتِ ستم کی زد نعرہ ہر ایک ضرب میں تھا یا علیؑ گھوڑوں کو عرض میں تو سواروں کو لول میں
وہ ناصرانِ دین جو سد عار سے ہنساں جعفر کے بارغ تازہ پہ جب آگئی... نزاں سینوں پر زخمِ تیغ و سناں لکا کے مر گئے	۸۷	رن میں لڑے عقیل کے فرزندِ فوج سر دروانِ علیؑ کے ہوئے جنگ کو رواں نقشہ علیؑ کی جنگ کا دکھلا کے مر گئے
نیکے سیننی و معنی پھر پئے جسدِ ال ہنگامِ نسر آگیا جب فوج پر زوال آئی صدا یہ دل سے کہ صدے بڑے تھینے	۸۸	ایسے لڑے کہ ہو گیا یسداں ہوسے لال لاٹے تھے گردِ پنج میں تنہا علیؑ کا لال ابن خاک پر کلیجے کے ٹکڑے پڑے ہوئے
اب حالِ غریبے بٹھے حضرت ہاشمیا سیئے اس فوج کی بلا کہیں آگے سے ٹا سیئے فرمایا وہ لڑے بے بینے کی چاہ ہو	۸۹	کب تک یہ صبر ہاتھ کو تھینے پہ ڈالیئے لہذا ذوالفقار علیؑ کو نکالے اسے دل دعا یہ کر کہ نہ آئنت تباہ ہو
ہم ان سے خوش ہیں گو ہیں ان سے دلا نہیں ہر چند تین روز سے پانی ملا نہیں چاہوں تو روحِ نرن ابھی طوفاں ہو لوٹ کا	۹۰	مادے گئے پسر کو کچھ اس کا کھلا نہیں شیرِ بزدل بارے کم جو صلا نہیں بر کیا کروں کہ پاس ہے تاغا کی روح کا
ایذا میں صبر اپنے گھرانے کا ہے چلن بدست ہوتے ہنر پہ عیساں صف شکن مارا نہ دم انھیں کی شفاعت کے واسطے	۹۱	قاسم کو درد غوں میں ڈبو سکتے تیغِ زلی مزارِ گڑ کے اڑیاں اکبشر سا گلِ بدن یہ سب تم سے فقط ائنت کے واسطے
یہ کہتے تھے کہ چلنے لگے تیر یک یک آئی ندائے غیب کہ مشتاق ہیں ملک بہکت ادھر سے ہو چکی اب کیا درنگ ہو	۹۲	شیر خدا کے شیر نے دیکھا سوئے فک دکھلا دے ذوالفقارِ بید اللہ کی چمک یاں اسے علیؑ کے لال وید ہنگامِ جنگ ہو



۹۳	رکتی کبھی نہ تھی جو فرشتوں کے پر سے تیغ برے آدمی سے تر تو چکی ادھر سے تیغ بھاگوں نہ اڑو دھڑے نکالا ہے غار سے	نتے ہی یہ امام نے کپھنی کرے تیغ کا پنا تک بند ہوئی جیب کو سر سے تیغ غل بڑ گیا سر جو اٹھے ذوالفقار سے
۹۴	ناگاہ دو جوان حسین اُسے سامنے دیکھا انھیں حسین علیہ السلام نے گھوڑے کی باگ نظام کے حضرت بھی رک گئے	بڑھ کر ابھی کیا نہ تھا حلا امام نے دولوں گئے رکاب جو گھوڑوں کی تھا نے جلدی وہ سرہ قد پئے تسلیم جھک گئے
۹۵	پتروں پر رعب و دبدبہ و شوکت و جلال پردانے جیسے شمع کے ہوں گرد تھا یہ حال حضرت کی بیکسی پہ کبھی آہ کرتے تھے	دونوں کی چال ایک سی اور ایک سا جمال آنکھیں تھیں ان کی اور قدم شاہ خوش خصال ارو کر کبھی نظر سوئے جنگاہ کرتے تھے
۹۶	پٹے ہو کیوں قدم سے تھیں اُن سے کیا ہے کام ہوتا ہی قتل اب مری دشمن ہے فوج شام پھر اس ستم کی فوج سے جنگ بدل کروں	کہنے لگے یہ اُن سے بہ شفقت شہر امام بیکس ہوں میں غریب کہاں اور کہاں سلام مشکل جو تم پہ ہو تو اسے پہلے حل کروں
۹۷	دونوں نے ہاتھ جوڑ کے تب یہ دیا جواب حاضر ہیں جلو میں جو ہو مرضی جناب حکم خدا سے ہو کے مجسم ہم آئے ہیں	ہو کون اپنا نام بناؤ مجھے شتاب ہم نصرت اور فتح ہیں یا ایمان تو تراب اس نکل سے زمیں پہ بہت کم ہم آئے ہیں
۹۸	بس دفعتاً ہوا یہ ہیں حکم کر دگا ر جا کر کہو کہ ہم نے دیا تم کو اختیار تیری نظر ہو فوج عدو کو شکست ہو	کپھنی کرے آپ نے جس وقت ذوالفقار درپیش ہے حسین کو لا لکھوں سے کارزار منظور زیست گر تجھے اسے حق پرست ہو
۹۹	بوسے زہے غلام نوازی زہے کرم لفظی سے اشتیاق شہادت ہے و مبسدم سیری بھی ہے فتح کہ اس پر تثار ہوں	یہ شن کے آبدیدہ ہوسے سرور اُمم مشتاق قرب حق ہوں اسی کی بجھے قسم ان وقت ذبح فضل کا امیدوار ہوں
۱۰۰	یکاز زیست کا مزا ہے کہ ترپا کرے حسین کھو کر کہاں سے بھائی کو پیدا کرے حسین رونا بہن کا بھائی سے دیکھا جائے گا	اکبر نہ ہو بوجی کے بھلا کیا کرے حسین کب تک جو ان بھیتے کو رو یا کرے حسین اگر خالی اس خدائی سے دیکھا نہ جائے گا
۱۰۱	تنہا ادھر بڑھا پسیر صیغہ اِن لے حکم دے کہ تجھ سے لڑے تیری سب سپاہ دلت کے بعد ہر رنج علی کو دیکھ	دونوں نے حکم شاہ سے لی آساں کی راہ نعرہ کیا کہ او پسیر مسدود سپاہ ہمت کو دیکھ اور مری بیکسی کو دیکھ

۱۰۲	وہ حلقہ حسینؑ کہ اشد کی پناہ تواریخی ہلاں ریلج شاہ رفکب ماہ غل تھا جلاں سے سپر بو ترائب کو	۱۰۲	ابرو پہ بل وہ جٹا سے وہ قبر کی نگاہ خوں کی شلق میں ڈوب گئی شام کی سیاہ بڑے اثرانہ دے سپر آفتاب کو
۱۰۳	برض سرب میں تنوں سے مینوں کے سرازے ترکش ہر اک قلم ہوئے نیزوں کے ہڈاڑے زخموں سے خون گرم کے شعلے نکل گئے	۱۰۳	چکی ادھر کے پھول سپر کے ادھر ہڈے شکر پہ گر کے آگ لگا دی شرراڑے تن ناریوں کے تیغ کے پانی سے جل گئے
۱۰۴	تقطع مصرعہ قنداعدا میں تھی وہ فرد ناقص کیا انہیں جنہیں مولا کا تھا نہ درد بحر قناریں پہ تو برقی آسمان پر	۱۰۴	اور نظم چار پارہ میں کامل ہے نبرد جیسے ضربت شقیں سے اس کی خفیف مرد سیفی کا سب عروض تھا اس کا زبان پر
۱۰۵	وہ تیغ آب بھر فنا میں بجھائی تھی جس کے گلے لگی سرد تن میں جدائی تھی ہر سر کے میں دین کے آگے بڑھی رہی	۱۰۵	تم قبر تھا غضب کی برش اس نے پانی تھی جس صف پہ گر کے برق سی جلی صفائی تھی مرکز کی طرح کفر کے سر پر چڑھی رہی
۱۰۶	وہے کا اس کی ہکا نہ کھلا کون سی تھی قسم کیا جانے اس پہ شاہ نے کیا دم کیا عتاب اسم مانند دیو گر قید دشمن بلند تھا!	۱۰۶	جو ہرے شکی آئینہ خفتان صاف جسم اک دم میں گلوں دیتی تھی ہر جسم کا ظلم یکلی سی بس جلی کہ جد ابند بند تھا!
۱۰۷	ہر اک شتی کے سر پہ صفائی سے جل گئی ناری پکار سنے تھے کہ ہم سب سے کل گئی کس کس مزے سے خون عدو چاٹتی تھی وہ	۱۰۷	آئی ادھر سے سن سے ادھر سے نکل گئی کشت امان و امن شقیوں کی جل گئی ہر عضو مثل حرف غلط کا تھی تھی وہ
۱۰۸	غازی نے سرکشوں کو پتہ تیغ دھر لیا لاٹوں سے دشت ظلم سے دامن کو بھر لیا بھری نہ خود پر نہ زرہ پر نہ زین پر	۱۰۸	قبضہ اجل کی طرح ہر اک تن پہ کر لیا یلتی ہوئی سپر کو جو اتری تو سر لیا سر سے کر پہ تھی تو کمر سے تھی زمین پر
۱۰۹	مثل خیار کٹ گئے روئیں تنوں کے سر تو دے بنے تھے خاک پہ تیرا ٹکٹوں کے سر کٹتے پڑے تھے خاک پہ یوں ذواللطاف کے	۱۰۹	شہ کے قدم پہ لوٹتے تھے دشمنوں کے سر بچنے کی جا پڑے تھے تلے گردنوں کے سر سوئے ہیں جیسے بوجہ مسافر اتار کے
۱۱۰	اندری تیغ دست خدا کی صفائیاں پھرتی سے گوجالوں نے چویش بچائیاں مقدور کس کو جنگ میں رو دو بدل کا تھا	۱۱۰	ماری جو ہشکشی تو اڑا دیں کھائیاں کٹکٹ گئیں پکینوں کے ہاتھوں کی کھائیاں ضربت تھی تیغ کی کہ طمانچہ اجل کا تھا



جب شل برق کو ند کے بالائے سر گری پتوں سے ہاتھ کٹ کے پھر بر سر گری	۱۱۱	خود آبیان پہ تن سے زرہ خاک پر گری ناسی اوھر اوھر سے چمک کر ادھر گری
حضرت کی دھوم قاف سے اقامت ہوئی		عصف بے مصاف بڑی صاف ہو گئی
جب رڑے رڑے عصر کا ہنگام آ گیا رڑے میں قافلہ کا گل اندام آ گیا	۱۱۲	خوں بہہ کے تابہ قبضہ مصسام آ گیا تیروں کے ساتھ موت کا پیغام آ گیا
اتھا شوق بندگی جو شمع سر فراز کو		گردن جھکائے گھوڑے سے اترے ناز کو
نیت میں تھی عبادت خالق جو مرتے دم گھٹنوں پہ ہاتھ رکھ کے ہوئے کوئے قبلہ خم	۱۱۳	سورے زبان خشک سے پڑھ کر ہشتم نم ٹھکانا تھا بس کہ سر پہ لگی ترخ ہے ستم
اتھا گیا نہ پھر وہیں تھوڑا کے گڑھے		جدے کو رنگ گرم پہ طنز کھا کے گڑھے
شاہی کلاہ سر سے گری خوں بھری ہوئی حضرت پہ ختم بے کسی و سبے پر کی ہوئی	۱۱۴	غل تھا خزاں بہا پہ گل جیشداری ہوئی سر چاک تھا زین پہ جبین تھی دھری ہوئی
کیوں بہرا شک قافلہ آئے نہ جوش پر		پہلو پہ ایک نیر لگا ایک دوش پر
ریتی پہ جب ترپنے لگا قافلہ کا لال ملتی تھی اس کی چال سے خیر المنا کی چال	۱۱۵	اک بی بی نکلی مجھے سے بکھرائے سر کے بال ہرے سے تھا عیاں اسد اللہ کا جلال
آلودہ تھے عذار بہارک غبار سے		غل تھا کہ قافلہ نکل آئی مزار سے
غش بین امام نے جو ہسی کی سنی حسد ا سرتن پہ ہے مرے ابھی کیوں پھینک دی رداہ	۱۱۶	گردن اتھا کے بوسے کہ جینا یہ کیا کیا آئی صدائے قافلہ بیتی یہ ماں وندا
اکٹھا ہے ایک حق کئی گھر اجڑتے ہیں		ہے وہ پیر کس کے کیجے پہ رڑتے ہیں
چلائی تھی یہ ہاتھوں سے تھامے ہوئے جگر اس کے عوض پھر ادو پھری میرے وطن پر	۱۱۷	یوں بے چراغ کرتے ہو خیر المنا کا گھر اے ظالمو یہ جیڈر صفدر کا ہے پسر
شہر خراج ہوتا ہے میں بے واس ہوں		تو گھر میں جا کہ میں ترے بھائی کے پاس ہوں
مقتل میں ہے غلام ہیں محبوب بکسریا اور سر پر ہنہ گرد علی کے ہیں او جیسا	۱۱۸	آتے ہیں غش پہ غش انھیں تھامے ہیں انبیاء اک شور ہے کہ اسے یہ آگست نے کیا کیا
اتھ اٹھ کے جب زین پہ پیئر کرتے ہیں		پردانے کی طرح سے حق گرد پھرتے ہیں
ماں کی صدا یہ سن کے پکاری وہ دل فگار بھائی سے چوٹتی ہوں میں کیوں کوڑے قرار	۱۱۹	اماں یہ بیٹی آپ کی آواز کے نثار ہے یہ نرسین کا اور بر پھیوں کے دار
اس بیکسی میں کام نہ بھائی کے آؤں میں		علی ہو تم تو قبر سے اور گھر میں جاؤں میں

۱۲۰	رو کر بیاں یہ کرتی تھی وہ سوختہ جگر چلاتی تھی بیکڑ کو ہے ہے مرے پردہ	اور پستی تھیں بیبیاں ڈیوڑھی پہ ننگے سر تھیں چھوٹے جھوٹے رشکوں کی شکوں سے آنکھیں تر
	پردے سے منہ نکال کے بیداں کو نکلتے تھے	میں جو پستی تھیں تو پیچھے ہٹتے تھے
۱۲۱	تینوں کے وار چلتے تھے بیکس پہ دم بدم بارہ بیس تھے کھینچے ہوئے خنجر سستم	کہتے تھے شکر شکر زبان سے شہر ام غل تھا کہ یو سہ گاہہ غلہ کر و مستم
	اگر تا تھا بید نگاہ تیرا چاک چاک پر	ڈنڈوں بھی سر چٹکتا تھا جھک جھک کے غلہ
۱۲۲	یاں قتل گریں غش ہوئے سلطان بھر و بر فریاد ہے کہ پاؤں دھرا شہ کے بچنے پر	آیا پکڑ کے خنجر کیس شہر بد کس حضرت نے شہر سے کہا پیاسا نہ ذبح کرو
	پالی دیا نہ بائے نبی کے نواسے کو	جلا و ذبح کرنے لگا بھوکے پیاسے کو
۱۲۳	قاتل نے یاں گلے پہ رکھا خنجر جفا جھل سے آئی فاطمہ کے رونے کی صدا	دوڑی ادھر سے دختر ہر ۱۰ برہنہ پا سرہٹ کے فلک پہ فرشتوں نے یہ کہا
	بند آنکھیں کر لو سب کو زمیں تھر تھرائی ہو	بٹی علی کی بھائی کے لاشے پہ جاتی ہے
۱۲۴	زینب نے دی صدا کہ حسینا! بن تشار دل بھام کر تڑپ گئے محبوب کر دھار	وا حسرتا یہ شک تھا اور پھری کی دھار فرزند سے پٹنے لگے شاہ دودا افتخار
	جہاں ہوں کہوں زمیں کا نہ جہاد گئی	سب پیتے رہے سر پیٹر کٹ گئی
۱۲۵	خوں ہو کے میخ گیس سے بسا فاطمہ کا شیر نیزے پہ رکھو یا سر شاہ فلک سریر	سینے سے آن کر نہ نکالا کسی نے ہر غل تھا کہ ذبح ہو گیا کوہین کا ۱۰ میر
	خنجر چلا گئے پہ شہر مشرقین کے	ہے بے نیم ہو گئے نیچے حبیب کے
۱۲۶	آب اے انیس گریدو زاری کا ہے گل حسرت کا ہے مقام جو فرصت نہ دے اجل	والہند ہر عمل سے ہے بہتر یہی عمل اب تو وطن کو چھوڑ بس اب کر بلا کو عمل
	پیری کا یاں مزادہ جو الی کا لطف ہے	روٹھے پہ تہ کے مرفیہ خواہی کا لطف ہے

تمام شد



# خاتمہ المطبع از ابو ظمیر مولانا محمد علی خان صاحب شاہ آبادی

سابق فطحا عکرمہ بن مطبع

کل عین بالکلیۃ یوم القیمۃ الایمن بکت علی الحین فانها ضاحکۃ مستبشیرۃ بنعلیم الجنت  
خوشحال گریہ کنندگان بر مصائب خاص مال عبا و جزا مال اتم داران جناب سید الشہداء علیہ السلام و اللہ اعلم  
کہ ہر سال بلکہ ہر ماہ اپنے جان و مال کو صرف کر کے ماتم اہل بیت کو کامل کرتے ہیں اور باندک توجہ خاطر ثواب  
و تسدد و لاخصی حاصل کرتے ہیں عجب طرح کا وسیلہ بخشش غم حسین ہے کہ مصداق لفظ تباکی پر بھی حصول جنت  
فرض میں ہے۔ مختم المغفرت لفظ عاشقان حسین ہیں جن کے مداح خود رسول اشقیان ہیں فی الحقیقت سے  
حسین جان گرامی خدا ہے آشت کر و رواست آشت اگر جاں کند فدائے حسین

چونکہ روزگار و لااعدہ اسباب مغفرت سے ہے اور بغیر ذکر البیت علیہم السلام ممکن نہیں اسی واسطے اکابر دین  
نے صد ہا کتابیں مصائب آل عبا میں تصنیف و تالیف فرمائیں اور منجملہ ان کے اکثر کتب معرض طبع میں بھی  
آئیں لیکن فی زمانہ طریقہ مرثیہ گوئی کا شاعرانہ ذوق کمال نے نکالا ہے۔ اگر بہ نظر انصاف دیکھو تو یہ طرز  
سب سے بڑا ہے۔ اگرچہ وادی تلمیذ کنار اور دشت پر خار اس فن خاص میں ہر ایک نے قدم ہمت  
و حرأت کو آگے بڑھایا مگر مثل گردش پر کار جہاں سے چلے تھے وہیں پھر آپ کو پایا۔ الا فارس مضار فصاحت  
یکتا از جو لا نگاہ بلاغت اکل الکالمین زبدۃ الشعراء سلطان الذاکرین افسر الناطقین و انائے رموز  
خفی و علی جناب میر میر علی صاحب مغفور المتخلص بہ انیس اسکنہ اللہ بحوۃ الفضل دیس نے اس بادۂ وحشت خیز اور  
بیدائش ہلاکت آئینہ گوئی کمال آسانی سے کیا اور بے سواران تنگ و نام ہوس کے کیست عزم کو پے  
کیا اچھی کہ اس فردوسی ہند کا کلام بلاغت نظام عجب پرتاثر ہے کہ سامعین کے دلوں پر ایک کیفیت  
و جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اسی سبب سے ہر صغیر و کبیر ان کے سخن کا دم بھرتا ہے از آں جا کہ ہر شخص اس امر کا  
متمنی تھا کہ کسی طرح سے اس مدوح کا کلام یک جا فرما ہم ہو لیکن اس فرامی کو زبرد کثیر اور جہد بلخ و رکاز  
تھا پس موجب اصرار و اشتیاق شائقان اہالی مطبع مینضج بحضرت و عطا لازم قوت و اعتلا  
مقبول اہل شعور غشی نول کشور صاحب سی۔ آئی۔ ای۔ آبجانی نے اس امر اہم کا انصرام اپنی ذمت  
والا نہمت پر لیا اور بہ ہزار ہا ہزار کوشش اور صرف زریکٹر سے ایسے مرثیوں کا ذخیرہ جمع کیا کہ کسی کے  
وہم و خیال میں بھی نہ تھا اور فی الواقع اگر کلام بلاغت نظام اس مدوح کا زیر طبع نہ آتا تو باقیات الصالحات



ایسے یا کمال کا نہ ہوتا آب شائقین کو بشارت ہو کہ جس کلام کا جمع ہونا شمار عدد در مال اور وزن جہاں اور سیل بکار کے برابر تھا وہ در شہوار اب کوڑیوں کے مول ہو گیا اور اس افراط کے ساتھ کہ چار جلدیں اس کلام بلاغت انضمام کی معرض طبع میں آکر مطبوعہ خلائق ہوئیں اور واسطے صحت ان مرثیوں کے جامع علوم عقلی و نقلی جناب مولوی سید قصہ قی حسین صاحب ضحوی کو مالک موصوف نے مخصوص کیا اور انھوں نے بھی حتی الوسع ان کی صحت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا اگرچہ سہو و خطا ہر شخص کے آب و گل میں سرشت ہے اور جس سے خطا نہ وہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔ لیکن کیا عجب ہے کہ کوئی مقرر بے تک بے سنی اور ناموزوں رہ گیا ہو۔ بایں ہمہ صاحبان کرم اور دایان کرم سے خواستگاری ہے کہ اگر بسبب اختلاف منقول گیس سہو و خطا ہو گئی ہو تو واسطے عفو و اصلاح سے مستتر فرمادیں۔ کائنات اللہ عند کرام الناس مقبول و مامول چونکہ اس کلام کا ایک زمانہ مشتاق تھا بطور طبع تمام جلدیں دست بہ دست ہدیہ شائقین ہو گئیں اور پھر اسی طرح اشتیاق خریدارن باقی رہا چنانچہ یہ جلد شائستہ مرثیہ میرانیس کی حسب خواہش شائقین بآئین کے مطبع نشی تیج کمار پرائیویٹ لیٹڈ واقع لکھنؤ میں حسب حکم مطبعہ انقلاب

## جناب نشی تیج کمار صاحب نیچنگ ڈائریکٹر

یا تمام ایم ڈی مصری پرنٹنگ ہاؤس لاہور ۱۹۶۶ء بار ہفتم طبع ہوئی۔

تایخ مرثیہ میرانیس جلد سوم از خط آنجنابی نشی بالکر ایم صاحب گہر نشین حضرت سگندہ لکھنوی

### منضم صنف طبع ہذا

میرانیس شاعر یکتائے روزگار	ہمتاے ادبہ مرثیہ گوئی و گریخت
از طرز خوش نمود ادا حق رزم را	فردوسی زمانہ بگویم در اسراست
بر نہرے نشستہ چو خواند اور بائے	فریاد ذالہ زابل عزایک بیکخت است
جلد سوم ز مرثیہ اش طبع شد کنوں	تایخ سال طبع نویسم و لم بخواست
کلمہ گہر سوز چنیں گشت تو حہ خواں	ایں صدق واقعات شہیدان کر بلا



آپ ہمارے کتابی سلسلے کا حصہ بن سکتے  
ہیں مزید اس طرح کی شان دار،  
مفید اور نایاب کتب کے حصول کے لئے  
ہمارے وٹس ایپ گروپ کو جوائن کریں

ایڈمن پینل

عبداللہ عتیق : 03478848884

سدرہ طاہر : 03340120123

حسنین سیالوی : 03056406067



# ضرر اعلیٰ

غذا کے فضل سے ہمارے کتب خانہ تجارتی میں جلد علوم و فنون کی کتابیں  
 زبان عربی، فارسی، اردو، ہندی و سنسکرت کافی تعداد میں ہمیشہ موجود  
 رہتی ہیں جن کی مفصل فہرست صرف اطلاع پانے پر روانہ کی جاتی ہے  
 کتابوں کی تصحیح کا اس قدر خیال کیا جاتا ہے کہ جو کتاب شک میں قسم  
 ہو جاتی ہے اور دوبارہ چھاپنے کا ارادہ کیا جاتا ہے تو وہ کتاب پہلے  
 تصحیح کرائی جاتی ہے اور اس کی اصل اگر کسی دوسرے کتب خانہ میں  
 دستیاب ہو جاتی ہے تو اس اصل سے مقابلہ کرایا جاتا ہے اور باعتماد کاغذ  
 و چھپائی و سائز پیل اصل سے بدرجہا اچھی حالت میں پیش کی جاتی ہے  
 باوجود گرائی کاغذ و اسباب طباعت قیمت نہایت مناسب رکھی جاتی ہے  
 اس لیے استدعا ہے کہ اگر آپ ہمارے قدیم خریدار ہیں تو آپ سے کسی  
 سفارش کی ضرورت نہیں۔ اور اگر آپ کو اب تک ہمارے کتب خانہ سے  
 کسی کتاب کے طلب کرنے کا اتفاق نہیں ہوا تو براہ مہربانی کوئی فرمائش  
 بھیج کر ہمارے کارخانہ کی صفائی معاملہ کتب کی عموماً اور قیمت  
 کی مناسبت کا اندازہ ضرور فرمائیں۔

المنہ

منیجر تحکیم آرکائیو پراپرٹیز، لکھنؤ۔ ۲۲۶ ۰۰۱

۱۔ ترلوک ناتھ روڈ، لکھنؤ۔ ۲۲۶ ۰۰۱

فون نمبر: (۰۵۲۲) ۲۶۲۳۳۱۵